باب نمبر 1

پاکستان کی نظریاتی اساس
IDEOLOGICAL BASIS OF PAKISTAN

اہم تفصیلی سوالات اور جوابات
(IMPORTANT DETAILED TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر1:- اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے حالات مختصر طور پر بیان کیجئے۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات کو بیان کیجئے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشرتی حالات کو بیان کیجئے۔ معاشرتی لحاظ سے بیان کیجئے کہ اسلام سے قبل جنوبی ایشیاء میں ذات پات کا نظام کس طرح معاشرتی ناہمواری پیدا کرتا تھا؟

جواب: اسلام سے قبل جنوبی ایشیاء کے حالات

(Conditions of South Asia Before the Advent of Islam)

عرب تاجروں کے قدیم زمانے سے جنوبی ایشیاء کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم تھے اور وہ تجارتی لین دین کے سلسلہ میں جنوبی ایشیاء میں آتے جاتے تھے۔ ان ہی تاجروں اور سوداگروں کی بدولت اسلام کا پیغام جنوبی ایشیاء کے علاقوں تک پہنچا۔ انتخاب و ترتیب از: [illegible] ہوئے مگر باقاعدہ طور پر اسلام کی اشاعت کا سلسلہ سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ کے بعد شروع ہوا۔ محمد بن قاسم نے راجا داہر کو 712ء میں شکست دی۔ اس کے بعد بزرگان دین اور صوفیائے کرام کی آمد جنوبی ایشیاء میں شروع ہوئی اور انہوں نے ایک بڑی تعداد میں لوگوں کی دین اسلام کی جانب رہنمائی کی۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے حالات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) سیاسی حالات (Political Conditions)

اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے سیاسی حالات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(i) جنوبی ایشیاء کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور حکومتوں میں تقسیم شدہ تھا۔

(ii) جنوبی ایشیاء میں کوئی مستحکم مرکزی حکومت قائم نہیں تھی۔

(iii) جزیرہ نما دکن سیاسی طور پر علیحدہ ہو چکا تھا اور شمالی حصہ سے محفوظ تھا۔

(iv) اسلام کی آمد سے شمالی حصہ میں ہندو راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔

(v) یہ منتشر حکومتیں ایک دوسرے کے ساتھ لڑتی رہتی تھیں جس کے باعث مزید سیاسی اور جغرافیائی طور پر تبدیلیاں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔

(vi) اس طرح یہ تمام تر علاقہ مجموعی طور پر سیاسی انتشار اور عدم استحکام کا شکار تھا جس کی وجہ سے معاشرے کی ترقی بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔

(۲) سماجی یا معاشرتی حالات (Social Conditions)

جنوبی ایشیاء کے سماجی یا معاشرتی حالات کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(i) ہندو معاشرہ طبقات میں بٹا ہوا تھا اور معاشرے میں ذات پات کا نظام رائج تھا۔

(ii) لوگ انسانی مساوات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

(iii) لوگوں کے معاشرتی حقوق کا تعین ذات پات کے نظام کے مطابق طے کیا جاتا تھا۔

(iv) ہندو معاشرہ سماجی ناانصافی اور بندشوں کی بنیاد پر قائم تھا۔

(v) ذات پات کا نظام معاشرہ کا ایک سخت اور غیر متغیر ساخت رکھنے والا جز وتھا۔

(vi) ذات پات کا نظام چار ذاتوں پر مشتمل تھا جو مندرجہ ذیل تھیں۔

(الف) برہمن یا مذہبی طبقہ کے افراد (ب) کھشتری یا امراء، فوجی اور بادشاہوں کا طبقہ

(ج) ویش یا کاریگر، ہنرمند اور تاجر (د) شودر، سب سے نچلا اور رسوائی سے بھرپور طبقہ۔

برہمن مذہبی طبقہ کے افراد تھے اس لئے انہیں معاشرے میں عزت کا مقام اور اختیارات حاصل تھے۔ کھشتری وہ تھے جن کے ذمہ ملک وقوم کا دفاع اور امن وامان کا قیام تھا۔ باقی دو ذاتیں ویش اور شودر نہایت ذلت اور رسوائی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ انہیں بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے، یہاں تک کہ قانون کی نگاہ میں بھی وہ اونچی ذاتوں کے برابر نہیں تھے۔ مختلف ذاتوں میں باہمی شادی بیاہ کا رواج نہیں تھا۔

تعصب اور تنگ نظری نے ہندو سماج کو مفلوج کر رکھا تھا۔ عورت کو فروتر مقام دیا گیا تھا۔ عورتوں سے تمام معاملات میں غلاموں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا۔ عام طور پر بیوہ کو اُس کے خاوند کی لاش کے ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اس رسم کو "ستی" کہا جاتا تھا۔

(۳) مذہبی حالات (Religious Conditions)

اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے مذہبی حالات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں ایک ایسا دور آیا جبکہ بدھ مت (Buddhism) اس علاقے کا سب سے بڑا مذہب بن گیا تھا۔

(ii) اس عہد سے تعلق رکھنے والے ہندو حکمران، ہندو مت (Hinduism) کے حامی تھے اس لئے انہوں نے بدھ مت کے پیروکاروں پر سختیاں کیں اور انہیں اذیت کا نشانہ بنایا

(iii) برہمن طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد ویدی علوم کے ماہر تھے۔ اس کے علاوہ مذہبی رسومات کو سرانجام دینے کے فرائض بھی ادا کرتے تھے۔

(iv) برہمن کے مذہبی عقائد کے مطابق اس دنیا پر تین خداؤں کی حکومت قائم ہے جو کہ برہما (Brahma) یعنی خالق، وشنو (Vishnu) جو دنیا کی حفاظت کرتا ہے اور شیو (Shiva) جو تباہ کاری کا ذمہ دار ہے۔

(۴) معاشی حالات (Economic Conditions)

اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشرے کے معاشی حالات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) معاشی نظام "مصفانہ نہیں تھا کیونکہ حکمران طبقہ علاقے کی دولت اور وسائل پر پوری طرح قابض تھا۔

(ii) دولت کی تقسیم مساوی نہ تھی۔ تمام تر دولت حکمرانوں کے پاس مرتکز ہو چکی تھی۔ ان کے پاس ہیرے وجواہرات جمع تھے جنہیں وہ دوسروں سے چھپا کر رکھتے تھے۔

(iii) ذات پات کے نظام (Caste System) کی موجودگی کی وجہ سے تمام لوگوں کو ترقی کرنے کے یکساں مواقع حاصل نہیں تھے اور نہ ہی عام طبقہ کے افراد اپنی محنت اور عملی جدوجہد کے وسیلہ سے اپنے معیار زندگی کو بلند بنانے کے قابل تھے۔

یہ وہ عام حالات تھے جن کی موجودگی میں مسلمان جنوبی ایشیاء میں آئے۔ ان کے ایک دوسرے کے ساتھ اور خصوصی طور پر مقامی لوگوں کے ساتھ سلوک سے ہندو سماج کے نچلے طبقہ کے لوگوں نے آزادانہ طور پر اپنی مرضی سے قدیم معاشرے کے ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کرنا شروع کیا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے حسن سلوک سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

سوال نمبر۲:۔ اسلام جنوبی ایشیاء کے رہنے والوں پر سیاسی، معاشرتی، تمدنی اور مذہبی لحاظ سے کس طرح اثر انداز ہوا؟ جنوبی ایشیاء میں اسلام کی آمد سے یہاں کے لوگوں کی زندگی پر رونما ہونے والے سیاسی، معاشرتی، تمدنی اور مذہبی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام کے جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اثرات (The Impact of Islam on the South Asian Society)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دوران عربوں کے جنوبی ایشیاء کے باشندوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی تجارت کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ کے فرائض بھی سرانجام دیئے اور اپنی سادگی اور پرہیزگاری کی بنیاد پر جنوبی ایشیاء کی آبادی پر اپنے ہمیشہ قائم رہنے والے نقوش چھوڑے۔ مقامی باشندے اس نئے مذہب کی تبلیغ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے مگر اسلام کی باقاعدہ اشاعت کا سلسلہ سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ کے بعد شروع ہوا جس نے راجا داہر کو 712ء میں شکست دی اور پھر اس کے بعد ایک بڑی تعداد میں علمائے کرام اور صوفیائے کرام جنوبی ایشیاء آنا شروع ہو گئے اور انہوں نے لوگوں کو اس نئے عقیدے سے روشناس کرانے میں رہنمائی کی۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) سیاسی اثرات (Political Influences)

جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اسلام کے سیاسی اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) مسلمان جہاں بھی گئے، انہوں نے ایک مضبوط مرکزی حکومت کی بنیاد رکھی اور جنوبی ایشیاء کی تمام منتشر ریاستوں کو متحد کیا۔

(ii) مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں امن وامان قائم کیا۔ انہوں نے قانون کی حکمرانی قائم کی اور بدامنی اور قانون شکنی کا خاتمہ کر دیا۔

(iii) مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں ایک مؤثر طرز حکومت کا نظام متعارف کرایا۔

(iv) مسلمانوں کے قائم کردہ نظام حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ شمالی برصغیر کے وسیع علاقے میں ایک ہی طرز کا نظام قائم تھا۔

(v) مسلمان فاتحین نے جنوبی ایشیاء کے بیرونی دنیا کے ساتھ روابط قائم کیے اس طرح یہاں کے لوگوں کو ترقی کرنے کے مواقع میسر آئے۔

(vi) مسلمانوں کی بدولت فوجی پالیسیوں، نظم وضبط اور جنگی طریقہ کار میں نمایاں حد تک تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بحری فوج کو متعارف کرایا گیا لیکن جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں مسلمان ایک مضبوط بحری فوج قائم نہ کر سکے۔

(۲) سماجی یا معاشرتی اثرات (Social Influences)

جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اسلام کے سماجی یا معاشرتی اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) مسلمانوں کی انتظامی پالیسیوں کی بدولت سماجی مساوات کے قیام کے ساتھ جنوبی ایشیاء میں تبدیلیاں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔

(ii) سماج کے اعلیٰ طبقات نے مسلمانوں کے طرز زندگی کو اختیار کرنا شروع کیا۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء میں آباد ہندو لباس کے معاملہ میں سلیقہ مند نہیں تھے۔ وہ اپنے جسم کو ایک یا دو چادروں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں پہلی مرتبہ لباس کی سلائی کا طریقہ کار رائج کیا جو جسم کو ڈھانپنے کا ایک باوقار انداز تھا۔

(iii) مسلمان حکمرانوں نے اس خطہ میں امن وامان کی صورت حال کو بحال کیا جس کی وجہ سے شاہراہیں محفوظ ہو گئیں۔

(iv) مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں صنعت وتجارت کی ترقی کے لئے عظیم منصوبہ بندی کی جس کی وجہ سے جنوبی ایشیاء کے باشندوں کا معیار زندگی بلند ہوا۔

(v) جنوبی ایشیاء پر مسلمانوں کے عہد حکومت کے دوران بحری تجارت اپنے عروج پر پہنچ گئی اور دور دراز ممالک کے ساتھ تجارتی روابط قائم ہوئے۔ اس طرح جنوبی ایشیاء میں خوش حالی اور ترقی کا ایک نیا باب کھل گیا۔

(vi) اسلام انسانی مساوات اور سماجی مساوات کا علمبردار ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے جنوبی ایشیاء کے خطے کے عوام کو ہندو معاشرے کی ناانصافیوں سے بڑی حد تک نجات حاصل ہوئی۔ ذات پات کے نظام کی چکی میں پسنے والے پسماندہ طبقہ نے سکھ کا سانس لیا اور اپنی مرضی سے آزادانہ طور پر اسلام قبول کر لیا۔

(۳) تہذیبی اثرات (Civilizational Influences)

جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اسلام کے تہذیبی اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) مسلم تہذیب ایک نہایت بلند پایہ حیثیت رکھتی تھی، اس لئے اس نے جنوبی ایشیاء کی پسماندہ تہذیب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس کے خدوخال میں اہم مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔

(ii) مسلمانوں نے فکر اور خیال کی آزادی کا تصور دیا اور لوگوں کو آزادی رائے کا حق فراہم کیا۔

(iii) مسلمانوں نے اس خطہ میں ایک ایسی فضاء قائم کی جس میں انسانیت کے احترام اور عالمی بھائی چارہ کو فروغ حاصل ہوا۔

(iv) مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں تعلیم کی ترقی کا بندوبست بھی کیا جو اس خطہ میں ہندو راج کے بہترین دنوں میں ممکن نہ ہو سکی تھی۔

(v) مسلمانوں کے دور حکومت میں جنوبی ایشیاء میں تعلیمی نظام عام ہو گیا اور ہر قسم کی تعلیم کے حصول کے لئے مواقع میسر آئے۔

(vi) ہندوؤں کے تہذیبی اطوار میں نمایاں طور پر تبدیلی پیدا ہوئی۔ لباس، خوراک، شادی بیاہ کی تقریبوں اور عدالتی نظام وغیرہ میں اسلامی تہذیب کے اثرات نمایاں ہونا شروع ہو گئے

(۴) ثقافتی یا تمدنی اثرات (Cultural Influences)

جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اسلام کے تمدنی اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) مسلمانوں کے عہد حکومت میں فنون لطیفہ کی تمام شاخوں کو خوب ترقی حاصل ہوئی۔ اسلامی فنون لطیفہ میں پہلے مصر، روم، یونان اور ایران کی خصوصیات جمع ہو چکی تھیں۔

(ii) جنوبی ایشیاء پر مسلمانوں کے عہد حکومت کے دوران اسلامی فنون لطیفہ میں چینی اور جنوبی ایشیاء کے فن پاروں کی خصوصیات اور رجحانات بھی شامل ہو گئے جس کی وجہ سے ایک نئے آرٹ کی بنیاد پڑی جسے "انڈو اسلامک آرٹ" کے نام سے جانا جاتا ہے جو مختلف اقسام کے ڈیزائنوں اور نمونوں کا خوبصورت مجموعہ ہے۔

(iii) مسلمان حکمرانوں کے عہد میں فن تعمیر کا ایک بالکل نیا اور اچھوتا انداز ابھرا اور اس فن میں مسلمانوں کا ذوق سلیم آج تک مشہور ہے۔

(iv) مسلمان جہاں کہیں بھی گئے انہوں نے ایسی نادر عمارات چھوڑیں جو آج بھی ماہرین فن سے داد تحسین وصول کر رہی ہیں۔

(v) جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں نے بے شمار حسین عمارات تعمیر کیں جن کے بلند بالا مینار اور خوبصورت گنبد ومحراب ان کے اسلامی تشخص کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(vi) اچکن اور شلوار جو کہ شمالی ہندوستان کا متعول عام لباس ہے سے جنوبی ایشیاء میں اسلام کی آمد کے بعد مسلمانوں کی آمد کے بعد مسلمانوں کے عہد حکومت میں متعارف کرایا گیا

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

عثمان غنی ؓ کے عہد خلافت کے دوران عبداللہ بن سمرتمیمی مکران کے حاکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے بڑی بہادری سے فتوحات کے سلسلہ کو آگے بڑھایا اور ہندوستان کی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت علی ؓ نے حارث بن عذری کو ہندوستان پر حملہ کی غرض سے روانہ کیا لیکن حضرت علی ؓ کی شہادت کی بناء پر یہ مہم کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔ بنوامیہ کے عہد حکومت میں بھی برصغیر پاک و ہند میں مسلم معاشرے کے قیام کے لئے کوششیں کی گئیں لیکن سندھ پر عربوں کے باقاعدہ حملہ اور اسلامی معاشرے کی بنیاد محمد بن قاسم کے حملہ سے ہوئی۔

فتح سندھ (The Conquest of Sindh)

سندھ پر اس زمانے میں راجا داہر کی حکومت قائم تھی۔ وہ ایک جابر حکمران تھا۔ ان دنوں سندھ کی ریاست بہت وسیع تھی۔ سندھ پر عربوں کے حملہ کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں

(i) 703ء میں کچھ عرب باغی اور قاتل مکران کے گورنر کو قتل کر کے سندھ بھاگ آئے تھے چنانچہ حجاج بن یوسف نے ان مجرموں کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر وہاں کے راجا داہر نے ان کی واپسی سے صاف انکار کر دیا۔

(ii) عربوں کے بحری جہاز سیلون سے واپس عرب جا رہے تھے کہ دیبل کے مقام پر ان جہازوں کو بحری قزاقوں نے لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو یرغمال بنا لیا۔ راجا داہر نے بحری جہازوں کے یرغمال شدہ مسافروں کی رہائی کے سلسلہ میں گفت وشنید سے انکار کر دیا۔

(iii) راجا داہر کے خلاف حجاج بن یوسف کی دو مہمات پہلے ہی ناکامی کا شکار ہو چکی تھیں۔

(iv) دیبل کے بحری قذاق دیبل کے ساحل پر آنے والے عرب تاجروں کو اکثر ہراساں کیا کرتے تھے۔

محمد بن قاسم ایک بہادر عرب سپاہی تھا۔ وہ حجاج بن یوسف کا بھتیجا اور داماد تھا۔ حجاج بن یوسف نے راجا داہر کو سزا دینے کے لئے پہلے بھی کئی سپہ سالاروں کو روانہ کیا تھا لیکن بدقسمتی سے یہ تمام مہمات ناکامی کا شکار ہوئیں اور فوجی سپہ سالار ہندوؤں کے خلاف جنگ میں ہلاک ہو گئے۔ پھر اس نے اپنے نوجوان بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم جو کہ اس وقت فارس میں تھا سندھ کی مہم پر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ حجاج بن یوسف نے اس کے ہمراہ تربیت یافتہ اور ساز وسامان سے آراستہ فوج روانہ کی۔ اس فوج میں شام اور دیگر مقامات کے سپاہی شامل تھے۔

محمد بن قاسم نے حملہ کا آغاز جنوب کی طرف سے کیا۔ وہ ملحقہ علاقوں میں سے گزرتا ہوا جنوبی پنجاب میں ملتان تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے دیبل کی جانب پیش قدمی کی۔ محمد بن قاسم نے 712ء میں راجا داہر سے مقابلہ شروع کیا۔ یہ جنگ کئی روز تک جاری رہی۔ راجا داہر چھ روز کی لڑائی میں جون 712ء میں ہلاک ہوا لیکن اس نے مسلمان فوج کا دلیری سے مقابلہ کیا۔ راجا داہر کی وفات کے بعد اس کی رانی نے محمد بن قاسم سے مقابلہ کیا۔ محمد بن قاسم نے رانی کی فوج کا بہادری سے مقابلہ کیا اس طرح رانی کو شکست ہوئی لیکن اس نے خود کو مسلمانوں کے حوالہ نہیں کیا اور اپنی خاص کنیزوں کے ہمراہ قلعہ میں بند ہو کر آگ میں جل کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ ایک سال کے عرصہ میں محمد بن قاسم نے ملتان تک جنوبی پنجاب کے تمام حصوں کو فتح کر لیا اور راجا داہر کے اقتدار کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔

سندھ پر محمد بن قاسم کے حملہ کے اثرات (Effects of Muhammad bin Qasim Invasion on Sindh)

محمد بن قاسم ایک رحمدل اور سمجھدار حکمران تھا۔ وہ فتح شدہ علاقہ جات میں صرف تین سال تک ٹھہرا لیکن ان علاقوں پر عربوں کی حکمرانی تین سو سال تک قائم رہی۔ محمد بن قاسم نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا اظہار کیا۔ اس نے مقامی لوگوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی جاری رکھیں۔ اس کے لئے تمام مذاہب قابل احترام تھے۔ وہاں مساجد کی تعمیر کی گئی لیکن کسی بھی مندر کو بھی مسمار نہیں کیا گیا بلکہ قدیم مندروں کی مرمت کا کام بھی سرانجام دیا گیا۔ معاشرے کے تمام طبقات کے لئے انصاف، مساوات اور عزت واحترام کی فراہمی کو ممکن بنایا گیا۔ عربوں کی رواداری سے بھرپور حکمرانی اور محمد بن قاسم کا مثالی کردار راجا داہر کے ظالمانہ عہد کے خاتمہ کے بعد یہاں کے لوگوں کے لئے رحمت بن کر آئے اس لئے منقوح علاقہ جات کے مقامی باشندوں اور خاص طور پر نچلی ذات سے تعلق رکھنے والے افراد نے جو راجا داہر کے ظالمانہ عہد میں ظلم کی چکی میں پس رہے تھے اسلام قبول کر لیا۔ بدھ مت کے راہبوں کو چونکہ عربوں کی طرف سے عزت ملی تھی اس لئے انہوں نے بھی نئے حکمرانوں کو خوش آمدید کہا اس طرح مساوات اور بھائی چارہ کی بنیاد پر یہاں ایک منظم معاشرہ قائم ہو گیا۔

ایک بڑی جنگ جنوبی ایشیاء میں لڑی گئی اور اس کے بعد یہاں مستقل بنیادوں پر عربوں کی ایک پُرامن ریاست قائم ہو گئی۔ مسلم دنیا سے مذہبی علمائے کرام ہجرت کر کے یہاں آنے لگے۔ کئی عرب تاجروں نے اس علاقہ میں رہائش اختیار کر لی۔ اس طرح ہندوستانیوں اور عربوں کے مابین ایک مضبوط ثقافتی باہمی عمل کے لئے راہ ہموار ہوئی۔ اس عہد کے دوران اعشاری نظام کو فروغ حاصل ہوا۔ دونوں کمیونٹیوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے مابین سائنس، فلکیات اور ریاضی کے علوم کا تبادلہ ہوا۔ زراعت کو بھی خوب ترقی حاصل ہوئی۔

محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ کے دوران یہاں پر فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئی تھیں جنہیں بعد میں دفاعی اہمیت کے حامل شہروں دیبل، نیرکوٹ اور سیون میں مستحکم کیا گیا۔ مغرب کے ساتھ تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ عرب سندھی راستوں سے خوب اچھی طرح واقف ہو گئے۔ عربوں نے تجارتی مقاصد کے لئے مقامی سکہ کو استعمال کیا۔ محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ کے اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) منقوحہ علاقہ جات کے مظلوم طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بہت سے علماء کرام اور مشائخ عرب علاقہ جات سے یہاں آئے اور انہوں نے یہاں سکونت اختیار کی اس طرح سندھ کے کئی مقامات پر مساجد تعمیر ہو گئیں۔

(vii) مسلمان عام طور پر ہندوؤں کے مقابلہ میں زیادہ شاہانہ انداز سے زندگی بسر کر رہے تھے اس لئے انہوں نے فیشن کو رواج دیا جس کی نقل بعد میں ہندوؤں کے اعلیٰ طبقہ نے کی۔ مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں کئی اقسام کے کھیل بھی متعارف کرائے۔

(viii) مسلمانوں نے اپنے عہد حکومت میں جنوبی ایشیاء میں شال سازی، قالین بافی اور ململ بافی کی صنعتوں کو بھی ترقی دی اور ان صنعتوں کو لوگوں میں مقبول بنایا۔

(ix) جنوبی ایشیاء پر مسلمان حکمرانوں کے عہد میں علم وادب کو بھی بہت ترقی حاصل ہوئی۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں قیام امن اور خوشحالی نے ایسے حالات پیدا کیے جن میں علم وفنون کی ازحد ترقی کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔

(x) مسلمان خاص طور پر تاریخی واقعات کو قلمبند کرانے میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ مسلم سلاطین کے عہد حکومت میں ان کی رہنمائی میں لکھی جانے والی جنوبی ایشیاء کی تاریخ اور تمدن پر کتابوں میں مستند معلومات دستیاب ہو جاتی ہیں۔

(۵) مذہبی اثرات (Religious Influences)

جنوبی ایشیاء کے معاشرے پر اسلام کے مذہبی اثرات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے جہاں بھی اس کی صدائے حق پہنچی وہاں کے لوگوں کے افکار وادہام اور نظریات تبدیل ہو گئے۔

(ii) اسلام نے مقامی مذاہب کو بہت حد تک متاثر کیا اور انہیں تبدیل کر دیا۔ ہندومت کی جامد اور غیر متحرک تعلیمات اسلام کے متحرک اور انقلابی اصولوں کے سامنے اپنا اثر برقرار نہ رکھ سکیں۔

(iii) کچھ ہندو رہنما اسلامی تعلیمات اور اقدار سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ انہوں نے اسلام کے پیش کردہ مثبت کے اصولوں، مساوات، بھائی چارہ اور عقیدہ توحید کی حمایت کی

(iv) اسلامی توحید اور مساوات کے اثرات اس قدر غالب تھے کہ خود ہندومت میں ایسے تحریک پیدا ہونے لگے جنہوں نے بت پرستی سے نفرت کا اظہار کیا اور ذات پات کے نظام پر کڑی نکتہ چینی کی۔

(v) ہندومت میں بہت سی اصلاحی تحریکوں کا آغاز ہو گیا جن میں بھگتی تحریک کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس تحریک کے بھگت تمام مذاہب کی یکسانیت اور توحید خداوندی کی تعلیم دیتے تھے۔

(vi) مسلمان علمائے کرام نے کتابیں تصنیف کیں جن میں انہوں نے تصوف اور اسلام کی تعلیمات کی وضاحت کی۔ صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں مثبت کردار ادا کیا۔ ان کی پاکیزہ زندگی، بلند کردار اور حسن اخلاق کی بدولت لوگ خود بخود ان کی جانب کھنچے چلے آتے تھے۔

سوال نمبر ۳:۔ برصغیر پاک وہند میں مسلم معاشرے کے قیام میں محمد بن قاسم کی خدمات کا جائزہ لیجئے۔ سندھ پر عرب حملہ کے خصوصی حوالہ سے برصغیر پاک وہند میں مسلم معاشرے کے قیام اور ارتقاء پر بحث کیجئے۔

جواب: برصغیر میں مسلم معاشرے کا قیام اور ارتقاء

(Establishment and Evolution of an Islamic Society in the Sub-Continent)

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی آمد سے قبل بہت پہلے سے عربوں اور جنوبی ایشیاء کے باشندوں کے تجارتی تعلقات قائم ہو چکے تھے اور ساحلی علاقوں پر عرب تاجر اور جہاز ران تجارت کی غرض سے آتے رہتے تھے۔ ان عرب تاجروں نے ساحلی علاقوں میں رہائش بھی قائم کر لی تھی اور یہ عرب تاجر مالا بار کے ساحلی علاقوں میں رہائش پذیر رہتے اور اس علاقے میں انہوں نے اپنے سامان تجارت کی فروخت کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ بھی کی جس کی وجہ سے مالا بار کے راجا نے اسلام قبول کر لیا اور اس کی تقلید کرتے ہوئے دیگر لوگ بھی اسلام قبول کرنے لگے۔ اس طرح برصغیر میں مسلم معاشرہ کے ارتقاء اور تشکیل میں تین طبقات نے اہم کردار ادا کیا۔

(i) عرب تاجر (ii) مسلمان فاتحین (iii) مسلمان صوفیائے کرام

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی آمد کی ابتداء سندھ پر عرب حملہ سے شروع ہوئی جس کے بعد محمد بن قاسم کے حسن عمل سے متاثر ہو کر یہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلامی تہذیب برصغیر پاک وہند میں پھلنے پھولنے لگی۔

سندھ پر عربوں کا حملہ (The Arab Invasion on Sindh)

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں سندھ پر پہلا حملہ کیا گیا۔ 686ء میں عثمان بن عاصی جو کہ بحرین کے گورنر تھے اپنے بھائی کی مغیرہ کو اس غلطی کی جانب روانہ کیا اس زمانے میں سامہ (Sama) دیبل کا حاکم تھا۔ اس نے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا۔ مغیرہ ہندوؤں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور سندھ فتح ہونے سے رہ گیا۔ 632ء میں عرب مسلمانوں نے ایران پر حملہ کیا تو مکران کے راجا نے سندھ کے راجا سے مدد کی درخواست کی۔ اس طرح دونوں راجاؤں کی افواج نے مل کر مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کیا۔ حضرت

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(ii) جو فوجی چھاؤنیاں محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ کے وقت قائم کی گئی تھیں وہ دیبل، نہروالہ اور سہون کے شہروں تک محدود تھیں جنہیں بعد میں کئی اور بڑے شہروں میں قائم کیا گیا۔

(iii) مسلمانوں اور مقامی باشندوں کے درمیان ثقافتی ہم آہنگی عمل ممکن ہوا۔ اس عہد میں "اعشاری نظام" کو فروغ حاصل ہوا۔ شطرنج کے کھیل، فلسفہ، طب اور فلکیات کو اس دور میں خوب ترقی حاصل ہوئی۔

(iv) یہ محمد بن قاسم کی بااصول حکمرانی تھی جس نے اُس دور میں معاشرے میں مساوات اور یکسانیت کے قیام کو ممکن بنایا۔ محصولات کا ایک نیا نظام متعارف کرایا گیا۔ غیر مسلموں کے لئے محصول جسے "جزیہ" کہا جاتا تھا اسے بھی یہاں نافذ کیا گیا۔

(v) سندھی زبان کو ترقی حاصل ہوئی جو عربی اور پراکرت زبانوں کا آمیزہ تھی۔

سوال نمبر۴:۔ نظریہ کی تعریف کیجئے۔ اسلامی نظریہ کیا ہے؟ اسلامی نظریہ کے منبع و ماخذ کے نام لکھیے، ایک قوم کی عملی زندگی میں نظریہ کی اہمیت کو بیان کیجئے۔ پاکستان نے کس طرح اسلامی معاشرے کی تشکیل کی جانب ایک قدم بڑھایا؟

جواب: نظریہ (Ideology)

عقائد، اقدار، رسوم و رواج، مقاصد اور عمل کا ایسا مجموعہ جو کسی معاشرے میں شامل تمام افراد کے لیے یکساں ہو اور تمام افراد کی زندگیوں میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہو نظریہ (Ideology) کہلاتا ہے۔ یہ زندگی اور تصورات کی ایک منظم اور باقاعدہ شکل ہوتی ہے۔ کوئی بھی نظریہ اعلیٰ اور مؤثر ذہنوں کی اختراع کے ذریعے بھی پیدا ہوتا ہے اور الہامی رہنمائی کے ذریعے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی نظریہ (Islamic Ideology)

وہ نظریہ جو اسلام کی تعلیمات، قرآن و سنت کی بیان کردہ تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی اور ثقافت کی پوری طرح عکاسی کرتا ہے اسلامی نظریہ کہلاتا ہے۔

اسلامی نظریہ کے منبع و ماخذ (Sources of Islamic Ideology)

اسلامی نظریہ ایک ایسا نظریہ ہے جس پر حقیقی معنوں میں عمل کیا جائے تو ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں تمام افراد کے حقوق، فرائض اور ذمہ داریوں کو نہایت متوازن انداز میں متعین کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظریہ کے منبع و ماخذ مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) قرآن مجید (The Holy Quran)

اسلامی نظریہ کا اولین اور بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

(ii) سنت رسول ﷺ (The Sunnah of the Holy Prophet)

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے اسلام کی تعلیمات کو واضح کیا۔ قرآن مجید میں بیان کردہ تعلیمات کی مکمل تشریح سنت نبوی ﷺ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ سنت نبوی ﷺ اسلامی قانون اور اصولوں کا بنیادی منبع و ماخذ ہے۔

ایک قوم کی عملی زندگی میں نظریہ کی اہمیت (Importance of Ideology in Practical Life of a Nation)

نظریہ کی ایک قوم کی عملی زندگی میں بہت اہمیت ہوتی ہے کیونکہ نظریہ کسی معاشرے کے تمام افراد کو ایک ہی طرح سے سوچنے اور ایک ہی طرح سے عمل کرنے کی طرف مائل کرتا ہے جس کی وجہ سے معاشرے کے تمام افراد میں اتحاد قائم ہو جاتا ہے اور اس طرح معاشرے کی ایک نمایاں ثقافت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ معاشرے کی اپنی علیحدہ خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے باعث اس معاشرے کی دنیا میں ایک علیحدہ شناخت قائم ہوتی ہے۔ نظریہ کی عملی زندگی میں اہمیت کو اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے۔

(i) نظریہ کسی معاشرے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے افکار اور خیالات کی عکاسی کرتا ہے اور اس نظریہ کے اصولوں کی بنیاد پر تمام افراد کے رہن سہن، سوچ، طرز فکر اور معاشرتی میل جول کے تمام اصولوں کا تعین کیا جاتا ہے۔

(ii) نظریہ کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ لوگوں کو متحرک سوچ اور متحرک عمل کی بنیاد پر ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیتا ہے اور اس طرح نظریہ کی وجہ سے قومی اتحاد کے قیام میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

(iii) نظریہ کی وجہ سے تمام افراد ایک خاص طریقے سے عمل کرنے کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ایک ایسی قوت متحرک پیدا ہوتی ہے جس کے زیر اثر کسی خاص مقصد کے حصول کے لئے دل سے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

(iv) نظریہ زندگی گزارنے کے لئے واضح اصول متعین کر دیتا ہے جن کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان ایک قوت متحرکہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قوت متحرکہ کے زیر اثر تمام لوگ خود اپنی مرضی سے جدوجہد میں شریک ہوتے ہیں اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے مل جل کر کوششیں کرتے ہیں۔

(v) نظریہ لوگوں میں خود آگہی اور بصیرت پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرے کے بنیادی اصولوں اور مقاصد کو اچھی طرح جان جاتے ہیں اور اس طرح انہیں کسی بھی معاملہ میں درست فیصلے کرنے میں مدد ملتی ہے اور اسی بنیاد پر وہ رہنماؤں کے صحیح انتخاب کی طرف بھی مائل ہوتے ہیں۔

(vi) نظریہ کسی بھی معاشرے میں افراد کو آزادی، ثقافت اور رسوم و رواج کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

(vii) نظریہ کی مدد سے مذہبی تعلیمات اور معاشرتی اقدار کو واضح کر کے پیش کیا جاتا ہے جو تمام افراد کو معاشرے کی خصوصیات سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

(viii) نظریہ کی بنیاد پر کسی معاشرے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی زندگیوں کو عملی طور پر بامقصد اور تہذیب یافتہ بنایا جا سکتا ہے۔

پاکستان۔ اسلامی معاشرے کی تشکیل کی طرف ایک قدم

(Pakistan- A Step Towards the Establishment of an Islamic Society)

مسلمانوں کی آمد سے جنوبی ایشیاء میں زندگی کے ہر میدان میں نمایاں ترقی ہوئی۔ انہوں نے قدیم سیاست اور معاشرے کو بدل کر رکھ دیا اور عدل و انصاف پر مبنی نظام کی بنیاد ڈالی۔ مسلمانوں کے زوال پر 1857ء میں انگریزوں نے جنوبی ایشیاء پر اپنا تسلط قائم کر لیا جس کے نتیجہ میں مغربی تہذیب و اقدار کے اثرات یہاں پھیلنے لگے۔ بالآخر جب حالات نے انگریزوں کو بھی اپنی بساط لپیٹنے پر مجبور کر دیا تو ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد جنوبی ایشیاء میں نیا نظام کیا ہوگا جس کے تحت یہاں لوگ اپنی زندگیاں بسر کر سکیں گے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء پر سینکڑوں سال حکومت کی لیکن اپنے اس طویل دور حکومت میں انہوں نے اس قدر رواداری سے کام لیا تھا کہ سینکڑوں سال کی حکومت کے باوجود بھی وہ اقلیت میں تھے اور انہیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر انہوں نے خاطر خواہ دور اندیشی سے کام نہیں لیا اور سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ نہ کیا تو وہ اس نئے مغربی جمہوری نظام کے تحت ہندوؤں کے محکوم ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسے نازک وقت میں پاکستان کے قیام کا فیصلہ درحقیقت جنوبی ایشیاء کے ایک حصے میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کی طرف ایک قدم تھا جس میں مندرجہ ذیل مقاصد کارفرما تھے۔

(i) مسلمان طبعاً حریت پسند ہیں۔ وہ کسی کی غلامی قبول نہیں کرتے۔ انگریزوں کے اقتدار کے دوران بھی وہ حصول آزادی کے لئے مسلسل کوششیں کرتے رہے اور اب بھی ان کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہندوؤں کی غلامی میں رہنا قبول کر لیتے۔

(ii) قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کونسل کے فروری 1940ء کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ ہم نہ تو برطانیہ کو اپنے اوپر اقتدار قائم کرنے دیں گے اور نہ ہی کانگریس کو ہم دونوں کے اثر سے آزاد رہنا چاہتے ہیں۔

(iii) اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اسلامی ریاست کے تمام رہنما اصول موجود ہیں۔ مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ صحیح اسلامی معاشرے کو دوبارہ قائم کریں جس میں عدل، سماجی مساوات اور سماجی بہبود کی خوبیاں موجود ہوں۔

(iv) مسلمانوں کو اپنی بلند پایہ تہذیب اور ثقافت پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ ہندو قوم اس تہذیب کو مٹا دینے کے درپے تھی۔ قیام پاکستان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اعلیٰ اسلامی اقدار اور تہذیبی اور ثقافتی علامات کو بچایا جا سکے۔

(v) جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی تھی چنانچہ وہ نہایت خوشحال قوم تھے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمان اس علاقے کی نہایت مفلس اور بدحال قوم بن گئے۔ سندھ، سرحد اور بلوچستان جیسے مسلم اکثریت کے صوبوں کی ترقی کو خاص طور پر نظر انداز کیا گیا۔ پاکستان قائم کر کے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے استحصال سے نجات دلانا بھی مقصود تھا تاکہ تمام صوبوں کے مسلمان آزاد اور پرامن فضاء میں خوش حالی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

(vi) پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کر کے مسلمان جدید دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ دوسری اقوام اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید کر سکیں۔ ان کا مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کو عالم اسلام کا قلعہ اور مرکز بنا دیا جائے اور یہ مرکز تمام مسلم ممالک کے مسائل کو حل کرنے میں رہنما کردار ادا کرے۔

سوال نمبر۵:۔ نظریہ کی تعریف کیجئے۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے؟ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے فرمودات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجئے۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے؟ ہماری قومی زندگی میں نظریہ پاکستان کی کیا اہمیت ہے؟ نظریہ پاکستان پر علامہ اقبال کے خیالات کو مختصراً بیان کیجئے۔ نظریہ پاکستان سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ تاریخی تناظر میں تفصیل سے بیان کیجئے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی تقاریر کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجئے۔ دوقومی نظریہ نے نظریہ پاکستان کو جنم دیا۔ بحث کیجئے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

جواب: نظریہ (Ideology)

عقائد، اقدار، رسم و رواج اور عمل کا ایسا مجموعہ جو کسی معاشرے میں شامل تمام افراد کے لئے یکساں ہو اور تمام افراد میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہو "نظریہ" کہلاتا ہے۔ نظریہ زندگی اور تصورات کی ایک باقاعدہ منظم شکل ہوتی ہے۔

نظریہ پاکستان (Ideology of Pakistan)

وہ عقیدہ اور نصب العین جو پاکستان کے قیام کی تحریک اور جدوجہد کا باعث بنا "نظریہ پاکستان" کہلاتا ہے۔ نظریہ پاکستان کے لئے مسلمانوں کے عقیدہ کی بنیاد مذہب اسلام پر قائم تھی اور نظریہ پاکستان کا ارتقاء دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہوا۔ دو قومی نظریہ نے یہ لکیر پیدا کی کہ برصغیر میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آباد ہیں جن کے مذاہب، تہذیب، سیاسی نظریات، سماجی برتاؤ، ثقافت اور رسوم و رواج میں بہت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جب ہندوؤں نے اپنی ثقافت کی بنیاد پر اپنی قومیت کے تحفظ کے لئے اقدامات کا آغاز کیا تو مسلمانوں نے بھی اسلامی نظریہ کی بنیاد پر اپنی علیحدہ قومیت کا اظہار کیا۔ اس طرح ایک نظریہ کو استحکام حاصل ہوا جس نے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی ہندوؤں سے علیحدہ شناخت اور قومیت کی بنیاد پر اُن کے لئے ایک علیحدہ ریاست کا تصور دیا۔ اس نظریہ کو "نظریۂ پاکستان" کہا جاتا ہے۔

نظریہ پاکستان اور قائداعظمؒ (Quaid-e-Azam and Ideology of Pakistan)

قائداعظم محمد علی جناحؒ دنیا کی سیاست سے پوری طرح واقفیت تھے۔ جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ انڈین نیشنل کانگریس صرف ہندوؤں کے حقوق کا تحفظ کر رہی ہے تو انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور یہ واضح کرنا شروع کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے عظیم مقاصد اور عقائد ہی انہیں ایک بڑی قوم کی شکل میں متحد کرنے کے لئے کافی ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ مختلف مواقع پر اپنی تقاریر میں نظریہ پاکستان کی حیثیت کو واضح کیا اور اس کی مکمل طور پر حمایت کی۔ قائداعظم کے فرمودات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کو سمجھا جا سکتا ہے اور اس کی وضاحت کی جا سکتی ہے۔

(۱) "اسلام اور ہندومت محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت وہ مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے تھے اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 23 مارچ 1940ء)

(۲) "ہندوستان کبھی بھی ایک ملک یا قوم کا نہیں رہا، برصغیر کا معاملہ بین الاقوامی ہے۔ تہذیب و ثقافت اور معاشرتی اقدار کے اختلافات نظریاتی نوعیت کے ہیں۔ یہ تاریخ میں کبھی واحد طاقت کے زیر نگیں نہیں رہا حتیٰ کہ آج بھی جبکہ قانونی طور پر اور دستوری لحاظ سے برطانیہ اس پر حکومت کر رہا ہے، اس کا ایک تہائی حصہ برطانوی مقبوضات میں شامل نہیں۔ اب برطانیہ کو ہندوستان کو آزاد کرنا ہوگا کیونکہ ہم خود اپنی حکومت قائم کریں گے"۔

(اجلاس مسلم لیگ، 9 نومبر، 1942ء)

(۳) "پاکستان اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مسلمانوں کی یہاں حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا بلکہ وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا اور ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی"۔ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ، 1944ء)

(۴) "وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے۔ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں اور زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا"۔ (اجلاس مسلم لیگ کراچی، 1943ء)

(۵) "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا ہمارا مقصد تھا جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں"۔ (اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری، 1946ء)

(۶) "ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے"۔ (الفرقان سے خطاب: اکتوبر 1947ء)

نظریہ پاکستان اور علامہ اقبال (Ideology of Pakistan and Allama Iqbal)

علامہ اقبال ایک عظیم مفکر، شاعر اور فلسفی تھے۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے درمیان ایک نظریہ کے ارتقاء کے بعد ہی پاکستان کا حصول ممکن ہو سکتا ہے اور اس نظریہ کی تشکیل اسلامی نقطہ نظر سے ممکن ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے۔

(۱) "میں خود بھی اس خیال سے متفق تھا کہ ہندوستان سے امتیاز ختم ہو جانا چاہیے لیکن اب میرا خیال ہے کہ قومی تشخص کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے مفید ہے۔ ہندوستان میں ایک متحدہ قومیت کا خیال اگرچہ نہایت خوبصورت اور شعریت سے معمور ہے لیکن موجودہ حالت میں یہ ناقابل عمل ہے"۔ (ادبی مرکز سے خطاب، مارچ 1909ء)

(۲) "مسلمان کسی خاص ملک، زبان یا آباء اجداد سے اپنی قومیت وابستہ نہیں کر سکتے بلکہ مسلمانوں کی قومیت کلمہ توحید پر قائم ہے۔ مسلمانوں کی قومیت غیر مرئی ہے جسے نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی چھوا جا سکتا ہے جبکہ دوسری قوموں کا اصول قومیت مکمل طور پر مادی ہے"۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 1911ء)

(۳) "مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ضم ہو کر ایک ریاست بنائیں گے۔ اس مضبوط اور مربوط شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام کم از کم شمال مغربی ہندوستان کی آخری منزل ہے"۔ (خطبہ الٰہ آباد، 1930ء)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے ارشادات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے پاکستان کی تخلیق کے لئے ایک نظریہ کی تشکیل کی کوشش کی اور یہ نظریہ اسلامی نظریہ حیات کے مطابق قومیت کی تشکیل کا نظریہ تھا۔ اس طرح علامہ اقبال کی کوششوں کی بدولت بھی نظریہ پاکستان کو برصغیر میں استحکام حاصل ہوا۔

ہماری قومی زندگی میں نظریہ پاکستان کی اہمیت (Importance of Ideology of Pakistan in Our National Life)

نظریہ پاکستان کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ بغیر کسی رکاوٹ کے اسلامی اصولوں کو فروغ دیا جا سکے۔ اس لئے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا۔ نظریہ پاکستان کا مقصد اس خطہ کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل تھا۔ نظریہ پاکستان کے مطابق جنوبی ایشیاء میں اسلام کے اصولوں کو نافذ کرنے کے لئے ایک ایسی ریاست تشکیل دینا تھی جہاں سنہری اصولوں کی بنیاد پر ایک پرامن معاشرہ قائم کیا جا سکے۔ نظریہ پاکستان اسلامی نظریہ اور اسلامی نظریہ حیات کی ایک شکل تھی۔ نظریہ پاکستان کے مطابق ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں لانا تھا جس میں رہتے ہوئے جنوبی ایشیاء کے مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق آزادانہ بسر کر سکیں۔

ہر انسان کے سامنے اپنی زندگی کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اس مقصد کے بغیر انسان کی زندگی بے معنی قرار پاتی ہے۔ جب کوئی خاص مقصد بہت سے لوگوں کی زندگی کا مشترکہ نصب العین بن جائے تو وہ ان کا مشترکہ نظریہ حیات کہلاتا ہے۔ کسی بھی انقلابی تحریک کے پیچھے کوئی نہ کوئی نظریہ کارفرما ہوتا ہے اور کسی بھی قوم کی اجتماعی زندگی میں نظریہ کی حیثیت روح کی ہوتی ہے۔ سیاسی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں کو نظام زندگی ترتیب دیتے ہیں اور ان سب دائروں میں حقوق اور رشتوں کا تعین ہوتا ہے اور نظام زندگی کا تانا بانا بنا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں ایک نظریہ کے تحت طے پاتی ہیں اور ایک نظریہ کی بناء پر ہی ترقی کی جہت متعین ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں تمام تر رہنمائی اور ہدایت اپنے دین سے حاصل ہوتی ہے۔ اسلام انسانوں کے مابین تعلقات اور حقوق بھی معین کرتا ہے اور ریاست اور معاشرے کو بھی منظم کرتا ہے۔ اسلام کے مطابق ہر معاملہ میں اصل معیار اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا عمل یعنی قرآن و سنت ہوتا ہے۔ مسلمان قوم کا یہی نظریہ حیات تحریک پاکستان کی اساس بنا۔ پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا اور یہ نظریہ مسلمانوں کا دین اسلام ہے۔ یہی نظریہ پاکستان کا مقصود ہے۔ گویا یہاں سیاسی، معاشی، معاشرتی غرضیکہ پوری زندگی کا نظام اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہوگا اور ہر معاملہ میں رہنمائی قرآن اور سنت رسول ﷺ سے حاصل کی جائے گی۔

سوال نمبر ۶:۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیوں کیا تھا؟ مطالبہ پاکستان کا جواز کیا تھا؟ حصول پاکستان کی جدوجہد کے اغراض و مقاصد بیان کیجئے۔

جواب: مطالبہ پاکستان اور جدوجہد پاکستان (Struggle and Demand for Pakistan)

مسلمانوں کی جنوبی ایشیاء آمد کے بعد زندگی کے ہر میدان میں نمایاں ترقی ہوئی۔ انہوں نے قدیم سیاست اور معاشرے کو بدل کر رکھ دیا اور عدل و انصاف پر مبنی ایک نظام کی بنیاد ڈالی۔ 1857ء میں مسلمانوں کے زوال کے بعد انگریزوں نے جنوبی ایشیاء پر اپنا اقتدار قائم کر لیا جس کی وجہ سے یہاں مغربی تہذیب کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے اور جب حالات نے انگریزوں کو بھی جنوبی ایشیاء چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور کر دیا تو ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد نیا نظام کیا ہوگا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء پر سینکڑوں سال تک حکومت کی تھی۔ لیکن اپنے اس طویل اقتدار کے دوران بھی انہوں نے اس قدر رواداری سے کام لیا تھا کہ وہ ابھی تک اقلیت میں تھے۔ مسلمانوں کو اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے برصغیر کی اس سیاسی صورت حال میں خاطر خواہ دور اندیشی اور سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیا تو اس نئے مغربی جمہوری نظام میں وہ ہندوؤں کے محکوم بن کر رہ جائیں گے۔ ایسے نازک مرحلے پر پاکستان کے قیام کا فیصلہ درحقیقت جنوبی ایشیاء کے ایک حصہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کی طرف ایک قدم تھا۔ وہ وجوہات جن کی بناء پر برصغیر جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کیا تھا انہیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) آزادی کا تحفظ (Protection of Freedom)

مسلمان طبعاً حریت پسند ہیں۔ اس وجہ سے وہ کسی کی غلامی میں رہنا قبول نہیں کرتے۔ جب جنوبی ایشیاء پر انگریزوں کا اقتدار قائم ہو چکا تھا اس وقت بھی مسلمان آزادی کے حصول کے لئے مسلسل کوششیں کرتے رہے۔ اس لئے ان کے لئے قطعی طور پر ممکن نہیں تھا کہ وہ ہندوؤں کی غلامی کے لئے رضامند ہو جاتے۔

قائداعظم محمد علی جناح جب فروری 1940ء میں مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب کر رہے تھے تو انہوں نے اس نکتہ کی وضاحت ان الفاظ میں کی:

''ہم نہ برطانیہ کو اپنے اوپر اقتدار قائم کرنے دیں گے اور نہ ہی مسٹر گاندھی اور کانگریس کو۔ ہم دونوں کے اثر سے آزاد رہنا چاہتے ہیں''۔

(۲) ایک حقیقی اسلامی معاشرے کا قیام (Establishment of a True Islamic Society)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں اسلامی ریاست کے تمام رہنما اصول موجود ہیں۔ مسلمانوں کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ صحیح اور حقیقی اسلامی معاشرے کا قیام دوبارہ عمل میں لائیں جس میں عدل، جمہوری مساوات اور سماجی بہبود کی تمام تر خوبیاں پائی جاتی ہوں۔

(۳) ثقافتی اور تہذیبی اقدار کا تحفظ (Protection of Cultural Values)

مسلمانوں کو اپنی بلند پایہ تہذیب اور ثقافت پر ہمیشہ ناز رہا ہے۔ ہندو قوم اس تہذیب کو مٹانے کے درپے تھی۔ قیام پاکستان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اعلیٰ اسلامی اقدار اور تہذیبی اور ثقافتی علامات کو بچایا جائے۔

(۴) ایک مضبوط مسلم لیگ حکومت کا قیام (Foundation of a Strong Muslim State)

انگریزوں کے اقتدار میں ہندوؤں نے زمینوں کی ملکیت حاصل کر لی تھی۔ وہ صنعت و تجارت میں بھی کافی حد تک مستحکم ہو چکے تھے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمان اس علاقے کی نہایت مفلس اور بدحال قوم بن گئے تھے۔ مسلمان سالوں سے جنوبی ایشیاء میں اپنے معاشی حقوق کا استحصال ہوتے ہوئے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صرف ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ ہی ایک واحد راستہ ہے جس کے ذریعے ان کے معاشی مسائل کا حل ممکن ہے۔

(۵) امن کا حصول (Attainment of Peace)

پاکستان میں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کر کے مسلمان جدید دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ دوسری اقوام اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید کر سکیں۔ ان کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کو عالم اسلام کا قلعہ اور مرکز بنا دیا جائے اور یہ مرکز مسلم ممالک کے مسائل کو حل کرنے میں مدد فراہم کرے۔

برصغیر میں اس وقت موجود سیاسی اور سماجی صورت حال کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لینے کے بعد مسلمانوں نے اپنی علیحدہ شناخت کو ظاہر کیا اور نظریہ پاکستان کی تشکیل کی۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے مسلمان رہنماؤں کی قیادت میں جدوجہد کی اور بالآخر وہ اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔

سوال نمبر ۷:۔ دوقومی نظریہ کیا ہے؟ اس نظریہ نے قیام پاکستان میں کیا کردار ادا کیا؟ کیا یہ درست ہے کہ دوقومی نظریہ قیام پاکستان کی اساس ہے؟ پاکستان کی تخلیق میں دوقومی نظریہ کی اہمیت کو بیان کیجئے۔ دوقومی نظریہ کی تعریف اور وضاحت کیجئے۔ دوقومی نظریہ کے لئے سرسید احمد خان کی خدمات بیان کیجئے۔

جواب: دوقومی نظریہ (Two-Nation Theory)

برصغیر جنوبی ایشیاء میں حالات اور واقعات کی بنیاد پر پیدا ہونے والا نظریہ جس میں برصغیر میں دو بڑی قوموں کے آباد ہونے کے بارے میں دلائل دیئے گئے ہیں۔ دوقومی نظریہ کہلاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آباد ہیں جن کے مذہب، تہذیب، رواج، سیاسی نظریات، سماجی طرز عمل، ثقافت اور روایات و اقدار میں مکمل طور پر اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ دونوں قومیں ایک وحدت تشکیل نہیں کر سکتیں۔

دوقومی نظریہ کے اہم نکات (Important Points of Two-Nation Theory)

دوقومی نظریہ کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) برصغیر میں دو بڑی قومیں آباد ہیں اور وہ ہندو اور مسلمان ہیں۔

(ii) دونوں قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاہب، تہذیب، سیاسی نظریات، سماجی طرز عمل اور ثقافت میں کئی اختلافات پائے جاتے ہیں۔

(iii) ان دونوں اقوام کے درمیان کوئی بھی ایسی مشترک قدر موجود نہیں جو انہیں سیاسی اور ثقافتی تناظر میں متحد کر دے۔

دوقومی نظریہ کا ارتقاء اور سرسید احمد خان (The Development of Two-Nation Theory and Sir Syed Ahmed Khan)

دوقومی نظریہ کا مطلب یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنی ایک نمایاں ثقافت، تہذیب، ادب، تاریخ، مذہب اور سماجی اقدار کے لحاظ سے ایک علیحدہ قوم تھے۔ یہ نظریہ واضح کرتا تھا کہ مسلمانوں کے مذہب کی اساس اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم ہے۔ اس لئے اس کا انجذاب کسی بھی اور مذہب کے نظام کے ساتھ ممکن نہیں ہے۔

سرسید احمد خان برصغیر میں پہلے مسلمان رہنما تھے جنہوں نے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے لئے ''قوم'' کا لفظ استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید احمد خان کو برصغیر میں ایک ایسے رہنما کے طور پر لیا جاتا ہے جنہوں نے برصغیر میں دو قوموں کا تصور متعارف کیا۔ ابتداء میں سرسید احمد خان ہندو مسلم اتحاد کے پُرجوش حامی تھے لیکن بعد میں انہوں نے جب یہ مشاہدہ کیا کہ ہندوؤں اور کانگریس دونوں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ ہے تو وہ اپنے دو قوموں کے تصور کے ساتھ آگے آئے اور یہ اعلان کیا کہ مسلمان اپنی ثقافت اور تہذیب کی بناء پر ایک علیحدہ قوم ہیں۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف کئی اقدامات کیے تاکہ انہیں مکمل طور پر مٹایا جاسکے۔ جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شمولیت کی وجہ سے ان کے لئے ایک عزت دارانہ معاشرتی زندگی گزارنے کا راستہ بند کر دیا گیا۔ سول سروس میں مقابلہ کے امتحان کی پالیسی کو اپنا کر مسلمانوں کی معاشی حالت کو تباہ کر دیا گیا اور ان حالات میں مسلمان معاشی لحاظ سے انتہائی نچلی سطح پر پہنچ گئے۔ مایوسی کے ان حالات میں سرسید احمد خان آگے آئے اور انہوں نے مسلمانوں کو اس خراب صورتحال سے باہر نکالنے کے لئے کوششوں کا آغاز کیا۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو جدید تعلیم کے حصول کا مشورہ دیا اور پھر معاشرے میں ان کا سابقہ مقام بحال کرانے کے لئے سیاسی اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔ سرسید احمد خان نے اپنی علی گڑھ تحریک کی ابتداء کی جس نے مسلمانوں کے لئے ایک باوقار سماجی زندگی کے حصول کی نئی راہیں کھول دیں۔

1867ء میں جب اُردو۔ ہندی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا اور ہندو اُردو کی مخالفت کرنے لگے اور اس کی جگہ ہندی زبان کو رائج کرنے کا مطالبہ کیا یہاں تک کہ کچھ متعول عام ہندو رہنماؤں نے بھی اُردو کے بطور سرکاری زبان رائج ہونے پر پرزور احتجاج کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ دیوناگری رسم الخط میں تحریر کی جانے والی ہندی زبان کو دفاتر میں متعارف کرایا جائے اور اسے عدالتی اور سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا جائے۔ سرسید احمد خان کو ہندوؤں کا یہ متعصبانہ رویہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ اب وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ کبھی دوستانہ رویہ نہیں رکھیں گے۔ اس موقع پر سرسید احمد خان نے پہلی مرتبہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو علیحدہ قومیں ہونے کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار کیا۔

''میں اب اس بات کا قائل ہو گیا ہوں کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک قوم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مذاہب اور طرز حیات ایک دوسرے کے لحاظ سے کافی حد تک مختلف ہیں''۔ (سرسید احمد خان، 1868ء)

ہندوؤں کی مخالفت کا مشاہدہ کرتے ہوئے سرسید احمد خان نے اُردو زبان کے تحفظ کے لئے اقدامات اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ 1867ء میں انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک ''دارالترجمہ'' قائم کیا جائے تاکہ دوسری زبانوں میں مستند ترین کام کا یورپین سٹی کے طالب علموں کے فائدے کے لئے اُردو زبان میں ترجمہ کرایا جاسکے۔ 1885ء میں جب ایلن آکٹوین ہیوم (Allen Octaven Hume) نے ''انڈین نیشنل کانگریس'' کے نام سے ایک سیاسی پارٹی تشکیل دی تو سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کرنے سے منع کیا۔ سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لئے کوششیں کیں اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ نہایت پُرمہذب انداز سے اپنے حقوق کے حصول کے لئے جنگ کریں جو درحقیقت اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہو۔ اس طرح سرسید احمد خان نے مسلمانوں کو نہ صرف نظریاتی طور پر متعارف کرایا بلکہ انہیں ایک قوم کے طور پر متحد کرنے کے لئے عملی طور پر بھی جدوجہد کی۔

دوقومی نظریہ اور قائداعظم (Two Nation Theory and Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناح ایک عظیم رہنما تھے۔ انہوں نے جلد ہی یہ محسوس کر لیا کہ ہندو اور مسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں اور ان کے نظریات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قائداعظم نے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی ایک علیحدہ شناخت کو ظاہر کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کے فرمودات سے دوقومی نظریہ کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔

(i) ''ہندو اور مسلمان الگ، الگ فلسفوں، مذہبوں، معاشرتی رسوم اور ادبیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہے۔ ہندو اور مسلمان آپس میں شادی نہیں کر سکتے، مل کر کھانا نہیں کھاتے اور فی الحقیقت دو تہذیبوں سے تعلق

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

رکھتے ہیں جن کی بنیاد عموماً ایک دوسرے سے مختلف نظریات پر ہے۔ زندگی اور زندگی سے متعلق ان کے خیالات مختلف ہیں۔ اُن کی تاریخی نظمیں، داستانیں اور اُن کے مشاہیر الگ الگ ہیں۔ اکثر اوقات ایک قوم کا ہیرو کا دوسری کا دشمن، ایک قوم کی فتح دوسری کی شکست اور ایک قوم کی شکست دوسری کی فتح ہوتی ہے۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 23 مارچ 1940ء)

(۲) "ہندوستان کبھی بھی ایک ملک یا قوم کا نہیں رہا۔ برصغیر کا معاملہ بین الاقوامی ہے۔ تہذیب، ثقافت، معیشت اور معاشرتی اقدار کے اختلافات نظریاتی نوعیت کے ہیں۔ یہ تاریخ میں کبھی واحد طاقت کے زیر نگیں نہیں رہا حتیٰ کہ آج بھی جبکہ قانون اور دستوری لحاظ سے برطانیہ اس پر حکومت کر رہا ہے، اس کا ایک تہائی حصہ برطانوی مقبوضات میں شامل نہیں۔ اب برطانیہ سے ہندوستان کو آزاد کرنا ہوگا کیونکہ ہم خود اپنی حکومت قائم کریں گے"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 9 نومبر 1942ء)

(۳) "وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 1943ء)

(۴) "پاکستان اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے، وطن نہیں اور نہ ہی نسل۔ ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہ رہا بلکہ وہ ایک جداگانہ قوم کا فرد ہو گیا اور ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی"۔ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانوں کی ایک علیحدہ شناخت کو واضح کیا اور اس کی اسلامی نظریہ کے عین مطابق تشریح کی۔ انہوں نے معروف ہندو رہنما پنڈت نہرو کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے واضح طور پر یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک تیسری طاقت بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں انہوں نے دلائل سے واضح کیا کہ مسلمان مذہب، تمدن، زبان، لباس، تاریخ غرض یہ کہ ہر اعتبار سے ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔

دوقومی نظریہ اور علامہ اقبال (Two-Nation Theory and Allama Iqbal)

علامہ اقبال ایک حکیم مفکر، شاعر اور فلاسفر تھے۔ وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ پاکستان یا مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن مسلمانوں کے درمیان ایک نظریہ کی تشکیل کے بعد ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے ایک ضروری امر ہے کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کی جانب پوری طرح سے رجوع کریں تا کہ ان کے درمیان اتحاد کو فروغ دیا جا سکے۔ مختلف مواقع پر علامہ اقبال کے فرمودات کے تناظر میں دوقومی نظریہ کو واضح کیا جا سکتا ہے۔

(۱) "ہندوستان انسانوں کا ایک ایسا برِ اعظم ہے جو مختلف زبانیں بولتے ہیں اور ان کا تعلق مختلف مذاہب سے ہے۔ ہم آہنگ یا متحدہ ہندوستان کی بنیاد پر ایک دستور کی تشکیل کا تصور در اصل ہندوستان کو خانہ جنگی کے لئے تیار کرنا ہے۔ میں اس لئے مسلمانوں کے بہترین مفاد اور اسلام کو سامنے رکھتے ہوئے ایک خود مختار مسلم ریاست کی تشکیل کا مطالبہ کرتا ہوں۔ ہندوستان کے شمال مغربی حصے میں ایک شمال مغربی خود مختار مسلم ریاست کا قیام ہی یہاں کی حتمی تقدیر دکھائی دیتا ہے"۔ (خطبہ الٰہ آباد، دسمبر 1930ء)

(۲) "مسلمان کسی خاص ملک، زبان یا آباؤ اجداد سے اپنی قومیت وابستہ نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کی قومیت کلمہ توحید پر قائم ہے۔ مسلمانوں کی قومیت غیر مرئی ہے جسے نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی چھوا جا سکتا ہے جبکہ دوسری قوموں کا اصول قومیت مکمل طور پر مادی ہے"۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 1911ء)

(۳) "میں خود بھی پہلے اس خیال کا پُرزور حامی تھا کہ ہندوستان سے مذہبی تعصب اور امتیاز کو ختم ہو جانا چاہیے۔ لیکن اب میرا خیال ہے کہ قومی تشخص کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ تمام مہذب اقوام کا فرض ہے کہ وہ دوسری اقوام کے مذہبی اصولوں، ثقافتی اور سماجی قدروں کا پورا احترام کریں۔ چونکہ مسلمان اپنی امتیازی تہذیبی اقدار اور مذہبی رجحانات کی بنیاد پر ایک علیحدہ قوم ہیں اور وہ اپنی اقدار کی بنیاد

پر ایک نظام تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ اس لیے انہیں ایسے خود مختارانہ نظام کے تحت اپنی علیحدہ مذہبی اور ثقافتی شناخت قائم رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ضم ہو کر ایک ریاست بنائیں گے۔ اس مضبوط اور مربوط شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری منزل ہے"۔ (خطبہ الٰہ آباد، دسمبر 1930ء)

علامہ اقبال کے فرمودات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے دوقومی نظریہ کے تصور کو تخلیق کرنے کے لئے کوشش کی۔ انہوں نے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر جنوبی ایشیاء کے ایک علیحدہ ریاست قائم کرنے کا خواب دکھایا۔

دوقومی نظریہ اور اسلامی نظریہ (Two-Nation Theory and Islamic Ideology)

اسلام کا اپنا ایک علیحدہ فلسفہ حیات ہے جس کی بنیاد اخلاقی قدروں، معاشرتی قوانین اور مابعد الطبیعاتی حالات پر قائم ہے۔ اسلام میں عبادات کا ایک جامع نظام موجود ہے اور عبادات کا اپنا ایک جداگانہ فلسفہ ہے جو اس کے پیروکاروں کو ایک قوم کی شکل میں متحد کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے مسلمان بھی اسلامی نظریہ کے پیروکار تھے اور ان کی ایک اپنی علیحدہ شناخت تھی جو کسی بھی دوسری قوم کے ساتھ مدغم نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی نظریہ نے انہیں زندگی گزارنے کے اصول مہیا کیے تھے۔

دوقومی نظریہ اور قرآن مجید (Two-Nation Theory and the Holy Quran)

مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں اُن کے فلسفۂ حیات، طرز معاشرت، سیاسی اور سماجی نظریات کی بنیاد پر انہیں دیگر اقوام میں ایک علیحدہ اور نمایاں مقام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں عبادات کا مخصوص طریقہ کار، مالیاتی اور وراثتی نظام کی تشکیل کا طریقہ کار کا ایک مکمل درس موجود ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی اسلامی عقائد کے مطابق بسر ہو رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعد میں جنوبی ایشیاء کے خطہ میں ایک نمایاں قوم کی حیثیت سے نمودار ہو گئے۔

دوقومی نظریہ اور ہندو قوم (Two-Nation Theory and the Hindus)

ہندوؤں نے ہندو قوم پرستی کی بنیاد پر ایک نظریہ قائم کیا جس کی بنیاد ہندوستان کی مملکت کے حوالے سے رکھی گئی۔ اس نظریہ کے مطابق ہندوستان میں بسنے والا ہر شہری یا فرد "ہندو" کہلائے گا اور ہندوستان میں دو قومیں نہیں بلکہ صرف ایک قوم آباد ہے اور وہ ہندو قوم ہے۔ پنڈت جواہر لعل نہرو اور مہاتما گاندھی ہندوؤں کے بڑے رہنما تھے۔ پنڈت نہرو نے یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں۔ ایک کانگریس اور دوسری حکمران انگریزوں کی جماعت۔ اسی طرح مہاتما گاندھی نے ہندوؤں کی قوم پرستی کی حمایت میں یہ کہا کہ ہندوستان ایک گاؤ ماتا ہے جسے دو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

دوقومی نظریہ کی اہمیت (Importance of Two-Nation Theory)

دوقومی نظریہ ایک بنیادی نظریہ تھا اور آزادی کی تمام تر جدوجہد دوقومی نظریہ کے اطراف گردش کرتی رہی۔ اس نظریہ نے مطالبہ پاکستان کے لئے اساس فراہم کی۔ دوقومی نظریہ کا مطلب یہ تھا کہ برصغیر جنوبی ایشیاء کے مسلمان اپنی علیحدہ تہذیب، ثقافت، ادب، تاریخ، مذہب اور معاشرتی اقدار کے لحاظ سے ایک علیحدہ قوم تھے۔ مسلمانوں کا مذہب اسلام توحید کے تصور کی بنیاد پر تھا۔ اس لئے وہ مذہبی لحاظ سے کسی بھی دوسرے نظام یا مذہب میں مدغم نہیں ہو سکتے تھے۔

دوقومی نظریہ کی بہت اہمیت ہے۔ نظریہ پاکستان نے دوقومی نظریہ کے بطن سے جنم لیا کیونکہ جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے اپنی علیحدہ شناخت کو واضح کرنا شروع کیا اور نظریہ پاکستان کی بنیاد پر اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کے مطالبہ کے لئے متحد ہو گئے، اس نظریہ قیام پاکستان کے لئے اساس فراہم کی۔ دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمان برصغیر میں ایک قوم کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جدوجہد شروع کی۔ دوقومی نظریہ کی اہمیت کو اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دوقوموں کا ظہور (Appearance of Two-Nation)

ہندو اور مسلمان دونوں ہندوستان میں بغیر کسی قومیت کے امتیاز سے رہا کرتے تھے۔ دوقومی نظریہ کے استحکام کے بعد ہندو اور مسلمان برصغیر کی دو عظیم قومیں بن گئے۔ اسی طرح دوقومی نظریہ کے باعث ہندوستان میں دو بڑی قوموں کا ظہور ہوا۔

(۲) ہندوؤں کی جدوجہد (The Struggle of Hindus)

دوقومی نظریہ نے جہاں مسلمانوں کو سہارا اور تحفظ فراہم کیا وہیں اس نے ہندوؤں میں بھی قومیت کی ایک روح بیدار کر دی۔ ہندوؤں نے اپنی قومیت کے تحفظ کے لئے انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کرنا شروع کر دی اور اس طرح انڈین نیشنل کانگریس ایک ہندوؤں کی سیاسی پارٹی بن گئی۔

(۳) مسلمانوں کی جدوجہد (The Struggle of Muslims)

دوقومی نظریہ کی بنیاد پر، برصغیر کے مسلمانوں ان تمام نظریات کو مجتمع کرنا شروع کر دیا جن کی مدد سے انہیں ایک بڑی قوم کے طور پر ظاہر ہونے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے جمہوریت کے رہنما اصولوں کے طور پر اسلامی نظریہ کا پرچار شروع کیا۔ مسلمانوں نے اپنی ایک علیحدہ سیاسی پارٹی آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی جس کی بدولت مسلمانوں کے سیاسی

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

مفادات کے تحفظ کے لئے پالیسیاں وضع کی گئیں۔

(۴) نظریہ پاکستان (Ideology of Pakistan)

دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمان ایک متحد قوم کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور انہوں نے اپنی کوششوں کی بدولت یہ تسلیم کرایا کہ وہ ایک واضح فکر اور عظیم مقاصد رکھنے والی قوم ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے مطالبہ کے لئے اپنی شناخت بطور ایک قوم کرانے کی خاطر اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک نظریہ تشکیل دیا جو "نظریہ پاکستان" کہلاتا ہے۔

(۵) برطانوی راج سے آزادی (Freedom from the British Rule)

برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز دوقومی نظریہ کی بنیاد پر کیا۔ انہوں نے انگریزوں کی قائم کردہ حکومت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے لئے علیحدہ وطن کے حصول کے لئے بھی جدوجہد کا آغاز کر دیا تا کہ جہاں وہ اپنے عقائد کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

(۶) ایک علیحدہ وطن کا قیام (Establishment of a Separate Homeland)

دوقومی نظریہ نے مسلمانوں کو برصغیر میں ایک علیحدہ ریاست کے حصول کی جانب راغب کیا۔ وہ ایک علیحدہ وطن کے حصول کی خاطر متحد ہو گئے جہاں وہ بلا روک ٹوک اپنے عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہو سکیں۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوقومی نظریہ نے برصغیر کے سیاسی حالات میں کئی تبدیلیاں پیدا کر دیں جس کی وجہ سے ہندوستان میں دو بڑی قوموں کا تصور عام ہو گیا اور مسلمانوں نے اپنے عقائد اور اصول زندگی کے عملی مظاہرے کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا اور اس طرح دوقومی نظریہ نے نظریہ پاکستان کو جنم دیا۔

سوال نمبر ۸:۔ تخلیق پاکستان میں اسلامی نظریہ کے کردار کا ایک جائزہ پیش کیجئے۔

جواب: اسلامی نظریہ (Islamic Ideology)

وہ نظریہ جو اسلام کی تعلیمات، قرآن اور سنت کی بیان کردہ تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی اور ثقافت کی پوری طرح عکاسی کرتا ہے اسلامی نظریہ کہلاتا ہے۔ اسلامی نظریہ اسلام کے سنہری اصولوں پر قائم ہے اور اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی میں امن اور سکون قائم کرنے میں مدد دیتا ہے اور اجتماعی اور انفرادی فلاح و بہبود کے لئے تمام بنیادی اصول بیان کرتا ہے۔

اسلامی نظریہ کی خصوصیات (Characteristics of Islamic Society)

اسلامی نظریہ کی اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اسلامی نظریہ افراد کی زندگی کو اسلامی تعلیمات یعنی قرآن و سنت کی روشنی میں ڈھالنے میں مدد دیتا ہے۔

(ii) اسلامی نظریہ اسلامی ثقافت، اسلامی طرز زندگی اور رسوم و رواج کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔

(iii) اسلامی نظریہ کسی معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کو با مقصد بنا کر ایک مستقل امن کی تشکیل میں مدد دیتا ہے۔

(iv) اسلامی نظریہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اسلامی معاشرے کی تشکیل میں مدد دیتا ہے۔

(v) اسلامی نظریہ احترام انسانیت، برداشت، عدل و انصاف، اخوت اور باہمی تعاون جیسے بنیادی اصولوں کے قیام میں مدد دیتا ہے۔

اسلامی نظریہ کے منبع و ماخذ (Sources of Islamic Ideology)

اسلامی نظریہ ایک ایسا نظریہ ہے جس پر حقیقی معنوں میں عمل کیا جائے تو ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں تمام افراد کے حقوق، فرائض اور ذمہ داریوں کو نہایت متوازن انداز سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظریہ کے منبع و ماخذ مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) قرآن مجید (The Holy Quran)

اسلامی نظریہ کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی کتاب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید میں معاشرتی اور معاشی قوانین کی مکمل تفصیل موجود ہے جس سے انفرادی اور اجتماعی طور پر زندگی کی راہوں کو متعین کرنے میں پوری رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

(ii) سنت رسول ﷺ (The Sunnah of the Holy Prophet)

اسلامی نظریہ کا دوسرا اہم ماخذ رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ سنت میں رسول اکرم ﷺ کے تمام اقوال اور افعال شامل ہیں جن کی مدد سے قرآنی تعلیمات کو عملی زندگی میں اختیار کرنے کے طریقہ کار کا پتہ چلتا ہے۔ سنت ایک عربی اصطلاح ہے جس کے لفظی معنی ایسا راستہ ہے جس کی پیروی کی جائے اور رسول اکرم ﷺ کا اختیار کردہ راستہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ ہے۔

(iii) رسوم و رواج (Traditions and Culture)

اسلامی نظریہ کا تیسرا اہم ماخذ رسوم و رواج ہے یعنی زندگی گزارنے کا وہ طریقہ جس کے مطابق ایک ایسی متوازن زندگی اختیار کی جاتی ہے جس سے فرد کی ذاتی زندگی بھی مطمئن اور آسودہ ہو جاتی ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی امن قائم رہتا ہے۔ اسلام میں زندگی گزارنے اور ثقافت کے تمام اقدار متعین کر دیئے گئے ہیں البتہ ایسے طور طریقے جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں انہیں جغرافیائی اور کسی مخصوص علاقے کی ثقافت کے لحاظ سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کی تخلیق میں اسلامی نظریہ کا کردار (Role of Islamic Ideology in the Creation of Pakistan)

مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں تمام رہنمائی اپنے مذاہب سے حاصل کرتے ہیں۔ اسلام ایک نہایت منظم انداز میں افراد کے حقوق کا تعین کرتا ہے اور ان کے درمیان باہمی تعلقات کی راہیں ہموار کرتا ہے اور اس طرح معاشرے میں استحکام کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کی زندگی میں قرآن اور سنت حقیقی اہمیت اور معیار رکھتے ہیں۔ مسلمان قوم کے اس تصور نے تحریک پاکستان کے لئے اساس فراہم کی۔ پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر قائم ہوا اور یہ نظریہ اُن کے مذہب اسلام کی بنیاد پر قائم کیا گیا۔ اسلام نظریہ کو معنی اور مقصد فراہم کرتا ہے۔ اس صورت حال میں تمام معاملات خواہ وہ سیاسی ہوں، سماجی ہوں یا پھر معاشی انہیں قرآن اور سنت کے مطابق حل کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی تخلیق میں اسلامی نظریہ کا کردار اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دوقومی نظریہ (Two-Nation Theory)

اسلامی نظریہ نے برصغیر کے مسلمانوں کے درمیان دوقومی نظریہ کا تصور پیدا کیا۔ اس کے علاوہ یہ مفہوم پیش کیا کہ برصغیر کے مسلمان اپنی نمایاں تہذیب، ثقافت، ادب، تاریخ، مذہب اور سماجی اقدار کی بناء پر ایک علیحدہ قوم ہیں۔ اس نظریہ کی وجہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کا مذہب اللہ کی توحید پر قائم ہے۔ اس لئے یہ کسی بھی دوسرے مذہب کے نظام میں مدغم نہیں ہو سکتا۔ سرسید احمد خان برصغیر کے وہ پہلے مسلمان رہنما تھے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے لفظ "قوم" استعمال کیا۔

> "میں اب اس بات کا قائل ہو گیا ہوں کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک قوم کی شکل میں متحد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے مذاہب اور زندگی گزارنے کے طریقہ کار میں نمایاں حد تک فرق پایا جاتا ہے"۔ (سرسید احمد خان، 1868ء)

قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک عظیم رہنما تھے۔ انہوں نے بھی اسلامی نظریہ کی بنیاد پر دوقومی نظریہ کی تشریح کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو نظریاتی بنیاد پر بحیثیت قوم اپنا تشخص اجاگر کرنے میں مدد حاصل ہوئی۔

> "اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے واسطہ رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 23 مارچ 1940ء)

(۲) نظریہ پاکستان (Ideology of Pakistan)

اسلامی نظریہ نے نظریہ پاکستان کے قیام کے لئے اساس فراہم کیا۔ نظریہ پاکستان ان عقائد اور مقاصد کا مجموعہ تھا جو پاکستان کے قیام کے لئے جدوجہد اور تحریک کو منظم کرنے کا باعث بنا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نظریہ پاکستان کی وضاحت اسلامی نظریہ کی بنیاد پر کی۔

> "ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا ہمارا مقصود تھا جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں"۔ (اسلامیہ کالج پشاور، 13 جنوری، 1946ء)

علامہ اقبال جو ایک عظیم مفکر اور شاعر تھے۔ انہوں نے بھی نظریہ پاکستان کی وضاحت اسلامی نظریہ کی بنیاد پر کی۔

> "مسلمان کسی خاص ملک، زبان یا آباؤ اجداد سے اپنی قومیت وابستہ نہیں کر سکتے بلکہ مسلمانوں کی قومیت کلمہ توحید پر قائم ہے۔ مسلمانوں کی قومیت غیر مرئی ہے جسے نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی چھوا جا سکتا ہے جبکہ دوسری قوموں کا اصول قومیت مکمل طور پر مادی ہے"۔
>
> (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے خطاب، 1911ء)

(۳) مسلمانوں کا اتحاد (Unity of the Muslims)

تمام عظیم اقوام اپنے مذہب سے سیاسی نظریات کی تشکیل کرتی ہیں، جب مسلم رہنماؤں نے اسلام کے اصولوں کے مطابق نظریہ کی تشریح کرنا شروع کی تو برصغیر کے

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کے پاس تو پہلے ہی اصولوں کا ایک مجموعہ اسلامی نظریہ کی شکل میں موجود ہے۔ اس طرح جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں نے آزادی کی جدوجہد کے لئے باقی اقوام کی طرح ایک علیحدہ مملکت کا مطالبہ کیا۔

(۳) ایک بامقصد جدوجہد کی تشکیل (Formation of a Purposeful Struggle)

اسلامی نظریہ نے ایک بامقصد جدوجہد کے لئے اساس مہیا کی کیونکہ دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کے فروغ کے بعد مسلمانوں کی جدوجہد میں تیزی آ گئی۔ مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء پر صدیوں تک حکومت کی تھی۔ اس وقت تک وہ ایک خوش حال قوم تھے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں ہندوؤں اور انگریزوں کی ملی بھگت سے مسلمان اس علاقہ کی نہایت مفلس اور بدحال قوم بن گئے۔ علامہ اقبال اور قائداعظم جیسے مسلمہ اکثریت کے صوبوں کی ترقی کو خاص طور پر نظر انداز کیا گیا۔ پاکستان قائم کر کے جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے استحصال سے نجات دلانا تھا تاکہ تمام صوبوں کے مسلمان آزاد اور پُرامن فضاء میں خوش حالی کی راہ کی طرف گامزن ہو سکیں۔

(۵) قومیت اور عالمی بھائی چارہ کا جذبہ (The Spirit of Nationality and Universal Brotherhood)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اسلامی ریاست کے تمام بنیادی اصول موجود ہیں۔ مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ صحیح اسلامی معاشرے کو دوبارہ قائم کریں جس میں عدل، مساوات اور سماجی بھلائی کے تمام خوبیاں موجود ہوں۔ پاکستان دوسری مسلم اقوام کے سامنے ایک اسلامی معاشرہ کے قیام کی مثال ظاہر کرنے کے لئے قائم کیا گیا۔ پاکستان مثبت اسلامی معاشرہ قائم کر کے مسلمان جہاں کے سامنے ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ دوسری اقوام اس سے متاثر ہو کر اس کی تقلید کر سکیں۔ پاکستان کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور مرکز بنایا جائے اور یہ مرکز مسلم ممالک کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دے تاکہ قومیت اور عالمی بھائی چارہ کا جذبہ پروان چڑھ سکے۔

اہم مختصر سوالات و جوابات
(IMPORTANT SHORT QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر۱:۔ نظریہ کی تعریف کیجئے۔

جواب: عقائد، اقدار، رسوم و رواج، مقاصد اور عمل کا ایسا مجموعہ جو کسی معاشرے میں تمام افراد کے لئے یکساں ہو اور تمام افراد میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہو "نظریہ" کہلاتا ہے۔ یہ زندگی اور تصورات کی ایک باقاعدہ اور منظم شکل ہوتی ہے۔

سوال نمبر۲:۔ کسی نظریہ کی تشکیل کے دو ذرائع بیان کیجئے۔

جواب: کسی نظریہ کی تشکیل کے دو ذرائع مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کوئی نظریہ کسی معاشرے میں موجود اعلیٰ اور متوڑ ذہنوں کے تصورات کی وجہ سے تشکیل پا سکتا ہے۔

(ii) الہامی رہنمائی کی بدولت بھی کسی معاشرے میں نظریہ کی تشکیل ممکن ہوتی ہے۔

سوال نمبر۳:۔ اسلامی نظریہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ نظریہ جو اسلام کی تعلیمات، قرآن و سنت کی بیان کردہ تعلیمات اور اسلامی طرز زندگی و ثقافت کی پوری طرح عکاسی کرتا ہو "اسلامی نظریہ" کہلاتا ہے۔

سوال نمبر۴:۔ اسلامی نظریہ کے بنیادی ماخذ کے نام لکھیے۔

جواب: اسلامی نظریہ کے بنیادی ماخذ مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) قرآن مجید (ii) سنت رسول ﷺ (iii) اسلامی رسوم و رواج

سوال نمبر۵:۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے سیاسی حالات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے سیاسی حالات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) جنوبی ایشیاء چھوٹی چھوٹی کئی حکومتوں میں بٹا ہوا تھا۔

(ii) اُس وقت جنوبی ایشیاء میں کوئی مرکزی حکومت قائم نہیں تھی۔

(iii) شمالی حصہ میں ہندو راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم تھیں۔

(iv) یہ بکھری ہوئی حکومتیں آپس میں لڑتی رہتی تھیں جس کی وجہ سے یہاں بدامنی اور جغرافیائی تبدیلیاں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔

سوال نمبر۶:۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشرتی حالات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے سماجی یا معاشرتی حالات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) ہندو معاشرہ طبقات میں بٹا ہوا تھا اور ذات پات کا نظام پورے معاشرے میں رائج تھا۔

(ii) لوگوں کے معاشرتی حقوق کا تعین معاشرے میں رائج ذات پات کے نظام کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔

(iii) ہندو معاشرہ سماجی ناانصافیوں اور بندشوں کا مجموعہ تھا۔ نچلے طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد پر طرح طرح کی پابندیاں عائد تھیں۔

(iv) ذات پات کا نظام چار ذاتوں پر مشتمل تھا جو کہ برہمن، کھشتری، ویش اور شودر تھیں۔ یہ ذات پات کا نظام معاشرے کا ایک غیر لچکدار اور غیر متغیر حصہ تھا۔

سوال نمبر۷:۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے مذہبی حالات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے مذہبی حالات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں ایک ایسا دور آیا جب کہ بدھ مت اس علاقہ کا سب سے بڑا مذہب بن گیا۔

(ii) اس عہد کے ہندو حکمران ہندو مت کے پُرجوش حامی تھے اس لئے انہوں نے بدھ مت کے پیروکاروں پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیا تھا۔

(iii) برہمن مذہبی طبقہ کے افراد تھے اور یہ لوگ ویدی علوم اور مذہبی رسومات کی ادائیگی کے ماہر تھے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iv) برہمنوں کے مذہبی عقیدے کے مطابق دنیا پر تین خداؤں کی حکمرانی قائم تھی جو کہ برہما، خالق کائنات، وشنو جو دنیا کے عوال کی نگرانی کرتا تھا اور شیو جو کہ تخریبی کارروائیوں کا ذمہ دار تھا۔

سوال نمبر ۸:۔ اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشی حالات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشی حالات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) یہاں کا معاشی نظام انصاف کے اصولوں پر مبنی نہیں تھا کیونکہ تمام تر دولت اور وسائل پر حکمران طبقے نے اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔

(ii) دولت کی تقسیم غیر مساوی تھی کیونکہ تمام تر دولت سمٹ کر حکمرانوں کے پاس جمع ہو چکی تھی۔

(iii) تاجر مختلف قسم کی اشیاء کو فروخت کر کے اپنے لئے روزی کماتے تھے۔

(iv) ذات پات کے نظام کی موجودگی کے باعث معاشرے کے تمام افراد کے لئے اپنا معیار زندگی بہتر بنانے کے یکساں مواقع حاصل نہ تھے۔

سوال نمبر ۹:۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے تہذیبی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: جنوبی ایشیاء میں آنے سے پہلے مسلمان دیگر مہذب دنیا کے اکثر و بیشتر حصے پر چھا چکے تھے، اس لئے ان کے علوم و فنون اور تمدن میں قریباً ساری مہذب دنیا کی تمدنی خصوصیات موجود تھیں۔ مسلمانوں کی تہذیب نہایت بلند پایہ حیثیت رکھتی تھی، اس لئے اس نے جنوبی ایشیاء کی پسماندہ تہذیب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور اس کے خدوخال میں اہم مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔

سوال نمبر ۱۰:۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے سیاسی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے مندرجہ ذیل سیاسی اثرات ظاہر ہوئے۔

(i) مسلمان جہاں بھی گئے۔ انہوں نے مضبوط مرکزی حکومت کو رواج دیا اور اس طرح چھوٹی چھوٹی مقامی حکومتیں ختم ہوتی چلی گئیں۔

(ii) سیاسی وحدت کے ساتھ ساتھ انتظامی یکسانیت بھی قائم ہوئی جس کی وجہ سے علاقہ کے مختلف حصوں کے درمیان معاشرتی ہم آہنگی پیدا ہوئی۔

(iii) جنوبی ایشیاء کے مسلمان فاتحین ایک بڑے اسلامی معاشرے کا حصہ تھے جس سے وہ بے تعلق نہیں رہ سکتے تھے، اس لئے ان کی آمد کے ساتھ بیرونی دنیا کے ساتھ جنوبی ایشیاء کے تعلقات قائم ہو گئے۔ جس سے بڑے پیمانہ پر ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں۔

(iv) فنون جنگ نے بہت ترقی کی۔ اگرچہ اسلحہ میں زیادہ فرق نہیں تھا مگر مسلمانوں کی جنگی تدابیر، نظم و ضبط اور لڑنے کا طریقہ ایسا تھا کہ تعداد میں کئی گنا زیادہ دشمن پر فتح پا جاتے تھے اس لئے جنگی پالیسیوں، نظم و ضبط اور جنگ کے طریقہ کار میں نمایاں حد تک تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

سوال نمبر ۱۱:۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے معاشرتی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے معاشرتی اثرات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) سماج کے اعلیٰ طبقوں نے مسلمانوں کا انداز زندگی اختیار کیا۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندو لباس کے معاملہ میں سلیقہ مند نہ تھے۔ وہ اپنے جسم کو ایک یا دو چادروں سے ڈھک لیتے تھے۔ مسلمانوں نے پہلی مرتبہ لباس سینے کا طریقہ رائج کیا جو زیادہ باپردہ اور زیادہ خوبصورت تھا۔

(ii) مسلمان حکمرانوں نے تمام خطہ میں امن و امان قائم کیا، اس سے شاہراہیں محفوظ ہو گئیں۔

(iii) تجارت اور صنعت کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ بحری تجارت اپنے عروج پر پہنچ گئی اور دور دراز ممالک کے ساتھ تجارتی روابط قائم ہو گئے۔

(iv) اسلام انسانی مساوات اور سماجی انصاف کا علم بردار ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی آمد سے اس خطے کے عوام کو ہندو سماج کی ناانصافیوں سے بڑی حد تک نجات مل گئی۔ ذات پات کے نظام کی چکی میں پسنے والے پسماندہ طبقے نے سکھ کا سانس لیا اور اپنی مرضی سے آزادانہ طور پر اسلام قبول کرنا شروع کیا۔

سوال نمبر ۱۲:۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کے تمدنی یا ثقافتی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کی آمد کے بعد مندرجہ ذیل تمدنی یا ثقافتی اثرات ظاہر ہوئے۔

(i) مسلمانوں کے عہد حکومت میں فنون لطیفہ (Fine Arts) کی جملہ شاخوں کو خوب ترقی حاصل ہوئی۔

(ii) فن تعمیر کا ایک بالکل نیا اور اچھوتا انداز ابھرا۔ مسلمانوں کے عہد میں شاندار عمارتوں کی تعمیر ہوئی اور اس فن میں مسلمانوں کا ذوق سلیم آج بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

(iii) مسلمانوں کے عہد حکومت میں کئی دوسری صنعتوں مثلاً شال سازی، قالین بافی اور ململ بافی کو بھی بہت ترقی حاصل ہوئی۔

(iv) مسلمانوں کی فوج میں مختلف قومیتوں کے لوگ شامل تھے۔ اُن کے باہمی میل جول سے رفتہ رفتہ ایک مشترکہ زبان وجود میں آئی جسے "اردو" کا نام دیا گیا۔ اردو زبان کی وجہ سے جنوبی ایشیاء کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے عوام ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

(v) مسلم حکمرانوں کے عہد حکومت میں جنوبی ایشیاء میں علم و ادب کو خاص طور پر بہت ترقی حاصل ہوئی۔

سوال نمبر ۱۳:۔ جنوبی ایشیاء کے لوگوں کی زندگی پر اسلام کی آمد کے بعد ظاہر ہونے والے مذہبی اثرات کو بیان کیجئے۔

جواب: اسلام سے پہلے جو مذاہب باہر سے جنوبی ایشیاء میں آئے تھے انہوں نے اپنی جداگانہ حیثیت کھو دی تھی اور ہندومت میں جذب ہو کر رہ گئے تھے۔ مگر اسلام چونکہ ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لئے جہاں بھی اس کی صدائے حق پہنچی، مقامی افکار اور اوہام اس کے زیر سایہ آتے چلے گئے۔ ایسا دین ہندومت جیسے جامد مذہب سے متاثر نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنی آمد کے تھوڑے ہی عرصہ میں یہاں اپنا رنگ جما لیا۔ اسلامی تعلیمات کے محاسن سے متاثر ہو کر بہت سے ہندو اسلام قبول کرنے لگے۔ اسلامی توحید اور مساوات کے اثرات اس قدر غالب تھے کہ خود ہندومت میں ایسے بھگت پیدا ہونے لگے جنہوں نے بت پرستی سے نفرت کا اظہار کیا اور ذات پات کے نظام پر کڑی نکتہ چینی کی اور اس طرح ہندومت میں کئی اصلاحی تحریکیں شروع ہو گئیں۔ اس میدان میں نامور صوفیائے کرام اور علماء و مشائخ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان بزرگوں میں بعض صاحب تصنیف عالم بھی تھے جنہوں نے اپنے قلم سے معارف تصوف پر روشنی ڈالی۔ صوفیاء کرام کے اس گروہ نے تبلیغ اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی پاکیزہ زندگی، بلند کردار اور حسن اخلاق سے لوگ خود بخود ان کی جانب کھنچے چلے آتے تھے۔

سوال نمبر ۱۴:۔ نظریہ پاکستان کی تعریف کیجئے اور نظریہ پاکستان کے حوالہ قائداعظم کا کوئی ایک فرمان تحریر کیجئے۔ نظریہ پاکستان کو بیان کیجئے۔

جواب: وہ عقیدہ اور نصب العین جو پاکستان کے قیام کی تحریک کا باعث بنا "نظریہ پاکستان" کہلاتا ہے۔ نظریہ پاکستان کے لئے مسلمانوں کا عقیدہ مذہب اسلام تھا اور نصب العین کا تعلق دو قومی نظریہ کے مطابق جنوبی ایشیاء میں ایک اسلامی ریاست کی تشکیل تھا۔

قائداعظمؒ کا فرمان (The Statement of Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناحؒ دنیا کی سیاست سے پوری طرح واقف تھے۔ انہوں نے اپنے فرمودات سے نظریہ پاکستان کی پوری طرح تائید کی۔ قائداعظم کے فرمودات میں سے ایک فرمان مندرجہ ذیل ہے۔

"اسلام اور ہندومت محض مذاہب نہیں ہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہے۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ دو مختلف تہذیبوں سے وابستہ رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں"۔ (اجلاس مسلم لیگ، 23 مارچ 1940ء)

سوال نمبر ۱۵:۔ دو قومی نظریہ (Two-Nation Theory) سے کیا مراد ہے؟

جواب: برصغیر جنوبی ایشیاء میں حالات اور واقعات کی بنیاد پر پیدا ہونے والا وہ نظریہ جس میں برصغیر میں دو بڑی قوموں کے آباد ہونے کے بارے میں دلائل دیئے گئے ہیں دو قومی نظریہ کہلاتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق ہندوستان میں دو بڑی قومیں آباد ہیں جو ہندو اور مسلمان ہیں جن کے مذہب، تہذیب، رواج، سیاسی نظریات، سماجی طرز عمل، ثقافت اور روایات و اقدار میں مکمل طور پر اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ قومیں مل کر ایک وحدت کی تشکیل نہیں کر سکتیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم کثیر الانتخابی سوالات
IMPORTANT MULTIPLE CHOICE QUESTIONS (MCQs)

مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے لئے دیئے ہوئے ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

(۱) قدیم زمانے سے جنوبی ایشیاء کے تجارتی تعلقات قائم تھے:
☆ انگریز تاجروں کے ساتھ ☆ پرتگالی تاجروں کے ساتھ
☆ عرب تاجروں کے ساتھ ☆ یونانی تاجروں کے ساتھ

(۲) محمد بن قاسم نے راجا داہر کو شکست دی:
☆ 618ء میں ☆ 708ء میں ☆ 712ء میں ☆ 815ء میں

(۳) جنوبی ایشیاء کی تاریخ میں ایک ایسا دور آیا جب یہاں سب سے بڑا مذہب بن گیا:
☆ جین مت ☆ یہودیت ☆ عیسائیت ☆ بدھ مت

(۴) ہندو معاشرہ جن طبقات میں بٹا ہوا تھا ان کی تعداد تھی:
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

(۵) مذہبی رسومات اور ویدی علوم پر مہارت رکھتے تھے:
☆ مسلمان ☆ برہمن ☆ کھشتری ☆ ویش

(۶) بیوی کو خاوند کی لاش کے ساتھ زندہ جلا دینے کی رسم کہلاتی تھی:
☆ دیوالی ☆ ستی ☆ ہولی ☆ رنگولی

(۷) مسلمانوں نے جنوبی ایشیاء میں بنیاد ڈالی:
☆ نظام خلافت کی ☆ مضبوط مرکزی حکومت کی ☆ طبقاتی نظام کی ☆ مبادلاتی نظام کی

(۸) اسلام طلبگار ہے سماجی انصاف اور:
☆ طبقاتی کشمکش کا ☆ بادشاہت کا ☆ انسانی مساوات کا ☆ ارتکاز دولت کا

(۹) نظریہ پاکستان کی اساس ہے:
☆ جمہوریت ☆ خلافت ☆ اشتراکیت ☆ اسلامی نظریہ

(۱۰) قائداعظم کے فرمان کے مطابق اسلام اور ہندو دھرم دو مختلف ہیں:
☆ معاشی نظام ☆ سائنسی نظام ☆ معاشرتی نظام ☆ تعلیمی نظام

(۱۱) نظریہ (Ideology) کا لفظ اخذ کیا گیا ہے:
☆ انگریزی زبان سے ☆ عربی زبان سے ☆ فرانسیسی زبان سے ☆ جرمن زبان سے

(۱۲) اسلام کی مستقل اساس قائم ہے:
☆ قرآن مجید پر ☆ حدیث پر ☆ رسوم و رواج پر ☆ معاشرتی اقدار پر

(۱۳) ایک قوم کے لئے تحریک قوت ہوتی ہے:
☆ فلسفہ ☆ منطق ☆ نظریہ ☆ رابطہ

(۱۴) نظریہ پاکستان کی بنیاد قائم تھی:
☆ قوم پرستی پر ☆ سرمایہ دارانہ نظام پر ☆ دوقومی نظریہ پر ☆ مغربی جمہوریت پر

(۱۵) دوقومی نظریہ کے موجد تھے:
☆ قائداعظم ☆ سرسید احمد خان ☆ علامہ اقبال ☆ مولانا محمد علی جوہر

(۱۶) وہ پہلا مسلم سپہ سالار جو ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا تھا:
☆ موسیٰ بن نصیر ☆ طارق بن زیاد ☆ قتیبہ بن مسلم ☆ محمد بن قاسم

(۱۷) راجا داہر کی بیوی جس نے محمد بن قاسم سے جنگ کی اس کا نام تھا:
☆ کشمی بائی ☆ رانی بائی ☆ جھانسی کی رانی ☆ پھولن دیوی

(۱۸) سندھ کو اس نام سے بھی جانا جاتا ہے:
☆ باب الفتح ☆ باب العلم ☆ باب المناظر ☆ باب الاسلام

(۱۹) نظریہ پاکستان کی بنیاد اُن مقاصد پر قائم تھی جو وابستہ تھے:
☆ جمہوری نظام سے ☆ اسلامی نظام سے ☆ معاشی نظام سے ☆ فلسفیانہ نظام سے

(۲۰) برصغیر میں پہلے مسلم رہنما تھے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے "قوم" کا لفظ استعمال کیا:
☆ قائداعظم ☆ علامہ اقبال ☆ سرسید احمد خان ☆ سر آغا خان

(۲۱) اسلامی نظریہ نے جنوبی ایشیاء میں اثرات مرتب کیے:
☆ افراد کے ذہن پر ☆ افراد کی عادات پر ☆ افراد کی نشوونما پر ☆ افراد کے خیالات پر

(۲۲) پاکستان اُسی روز وجود میں آ گیا تھا جس روز پہلا _____ تبدیل ہو کر مسلمان ہو گیا تھا:
☆ انگریز ☆ ہندو ☆ سکھ ☆ غیر مسلم

(۲۳) پاکستان کے اس صوبہ کو "باب الاسلام" کہا جاتا ہے:
☆ سندھ ☆ خیبر پختونخواہ ☆ بلوچستان ☆ پنجاب

(۲۴) سلسلہ چشتیہ کے اہم بزرگ ہیں:
☆ خواجہ معین الدین اجمیریؒ ☆ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ ☆ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ

(۲۵) برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ ان بزرگ کی قیادت میں پروان چڑھا:
☆ حضرت لال شہباز قلندرؒ ☆ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ
☆ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ ☆ حضرت سلطان باہوؒ

(۲۶) برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کا مرکز تھا:
☆ لاہور ☆ سندھ ☆ اُچ شریف ☆ کراچی

(۲۷) سلسلہ قادریہ کے ان بزرگ کا اصل نام ملتان مروندی تھا:
☆ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانیؒ ☆ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ
☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ ☆ حضرت لال شہباز قلندرؒ

(۲۸) اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشرے میں ملک و قوم کے دفاع اور امن و امان کے ذمہ دار تھے:
☆ برہمن ☆ کھشتری ☆ ویش ☆ شودر

(۲۹) جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کی آمد کے بعد جو نیا آرٹ پیدا ہوا اُسے اس نام سے جانا جاتا ہے:
☆ اسلامک آرٹ ☆ گندھارا آرٹ ☆ تجریدی آرٹ ☆ انڈو اسلامک آرٹ

(۳۰) اسلام کی آمد سے قبل جنوبی ایشیاء کے معاشرے میں تاجر، صنعت کار اور کاریگر وغیرہ اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے:
☆ برہمن ☆ کھشتری ☆ ویش ☆ شودر

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

باب نمبر3

تاریخِ پاکستان
HISTORY OF PAKISTAN

اہم تفصیلی سوالات اور جوابات
(IMPORTANT DETAILED TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر1:- 1905ء سے 1947ء تک رونما ہونے والے اہم سیاسی واقعات کا جائزہ لیجئے۔ 1930ء سے 1947ء تک برصغیر میں رونما ہونے والے اہم سیاسی واقعات کا جائزہ پیش کیجئے۔ اُن اہم سیاسی واقعات پر بحث کیجئے جو برصغیر میں 1930ء سے 1947ء کے عرصہ کے دوران رونما ہوئے۔ قراردادِ پاکستان کی منظوری سے قیامِ پاکستان تک کے اہم سیاسی واقعات پر بحث کیجئے۔ قراردادِ پاکستان۔ 1940ء اور قراردادِ مقاصد۔ 1949ء کے وقفے کے دوران پیش آنے والے اہم سیاسی واقعات کو بیان کیجئے۔ 1905ء سے 1947ء تک برصغیر میں پیش آنے والے سیاسی واقعات پر تبصرہ کیجئے۔

جواب: تاریخ پاکستان میں رونما ہونے والے اہم سیاسی واقعات

(Important Political Events in the History of Pakistan)

دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان کا قیام بیسویں صدی کا ایک نہایت اہم اور عظیم واقعہ ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا بلاشبہ یہ غیر فانی کارنامہ ہے کہ انہوں نے دنیا کے کسی بھی حصے میں بسنے والے مسلمانوں کی سب سے زیادہ تعداد کو منظم و متحد کر کے ایک قوم کی تشکیل کی اور ایک علیحدہ آزاد مملکت قائم کی جس میں اسلامی اقدار کی ترویج کے لئے ایک مشن کا آغاز کیا گیا۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرضِ وجود میں آیا لیکن یہ ایک طویل جدوجہد کی ایک داستان ہے اور آزادی کی اس جدوجہد کے دوران کئی سیاسی واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ تاریخ پاکستان کے دوران ظاہر ہونے والے اہم سیاسی واقعات کی ترتیب اس طرح ہے۔

(1) تقسیم بنگال۔1905ء (The Partition of Bengal)

وائسرائے ہند لارڈ کرزن (Lord Curzon) کی زیرِ سرپرستی تقسیم کے منصوبہ کی منظوری کے بعد صوبہ بنگال کو 16 اکتوبر 1905ء کو دو صوبوں مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا گیا تا کہ انتظامی فائدہ سہولیات حاصل ہو سکیں۔ یہ تقسیم صوبہ بنگال کے مسلمانوں کے لئے بہت فائدہ مند تھی لیکن 12 دسمبر 1911ء کو تقسیم بنگال کی تنسیخ کر دی گئی۔

(2) آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام۔1906ء (The Foundation of All India Muslim League)

1885ء میں برطانوی حکومت کے ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم سر ایلن اکٹوین ہیوم (Sir Allen Octavian Hume) نے ایک سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھی جس کا نام انڈین نیشنل کانگریس تھا۔ کانگریس نے ہندوؤں کے حقوق اور اُن کے مفادات کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ دسمبر 1906ء میں جنوبی ایشیاء کے مسلمان رہنما نواب وقار الملک کی صدارت میں ڈھاکہ میں جمع ہوئے اور اس تاریخی موقع پر انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام کا اعلان کیا۔

(3) شملہ وفد۔ (Simla Deputation - 1906)

نواب محسن الملک نے ستر مسلمان اراکین کا انتخاب کیا اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے گفت و شنید کی۔ انہوں نے سر آغا خان کی قیادت میں 35 مسلمان رہنماؤں پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا۔ یہ وفد یکم اکتوبر 1906ء کو وائسرائے ہند سے ملا اور اُس کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے۔ اس مسلم وفد کو شملہ وفد کے نام سے جانا جاتا ہے

(4) منٹو۔ مارلے اصلاحات۔1909ء (Minto-Morley Reforms:)

وائسرائے ہند لارڈ منٹو (Lord Minto) نے برطانوی حکومت کی ایماء پر ایک ڈرافٹ بل تیار کیا۔ یہ بل برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا اور پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد اس پر شاہی دستخط ہوئے اور پھر اسے ہندوستان کے دستور کے طور پر 1909ء میں نافذ کیا گیا اسے منٹو۔ مارلے اصلاحات کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(5) میثاق لکھنؤ۔1916ء (Lucknow Pact)

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی کوششوں کی بدولت مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کے مشترکہ اجلاس 1916ء میں لکھنؤ کے مقام پر منعقد ہوئے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ایک سیاسی اتحاد کی تشکیل کی غرض سے مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کو میثاق لکھنؤ۔1916ء کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(6) مانٹیگو۔چیمسفورڈ اصلاحات۔1919ء (Montague-Chelmsford Reforms)

سیکریٹری ہند مسٹر ایڈون مانٹیگو (Mr. Edwin Montague) نے وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ (Lord Chelmsford) کے ساتھ مل کر ہندوستان کے لئے دستوری اصلاحات تیار کیں جو برطانوی حکومت سے منظوری کے بعد 1919ء میں نافذ کی گئیں۔ ان اصلاحات کو مانٹیگو۔ چیمسفورڈ اصلاحات کہا جاتا ہے۔

(7) رولٹ ایکٹ۔1919ء (Rowaltt Act)

پہلی جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد برطانوی حکومت کے خلاف عوامی جذبات اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ برطانوی حکومت نے محسوس کیا کہ عمومی حکومتی ڈھانچہ سے ہندوستان میں امن و امان قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ برطانوی حکومت نے جسٹس ایس اے ٹی رولٹ کی سربراہی میں انقلابی نوعیت کے جرائم کی تفتیش کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی تا کہ وہ اس نوعیت کے جرائم کے تدارک کے لئے قانونی تجاویز مرتب کرے۔ اس کمیٹی نے اپنی سفارشات 18 جنوری 1919ء کو تشکیل دیں اور 18 مارچ 1919ء کو ان سفارشات کو ایک قانون کا درجہ دے دیا گیا جسے رولٹ ایکٹ۔1919ء کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(8) سانحہ امرتسر۔1919ء (Amritser Tragedy)

وہ رہنما جن پر عوامی جلسوں پر تقاریر کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی تھی انہیں گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ اس سے لوگوں میں غم و غصہ کے جذبات کی ایک لہر دوڑ گئی اور 20,000 سے 30,000 کی تعداد میں لوگ جلوس کی شکل میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے لئے جلیانوالہ باغ امرتسر میں جمع ہوئے۔ وہ لوگ اپنے کسی لیڈر کی تقریر سننے میں مشغول تھے جب جنرل ڈائر نے انہیں خبردار کیے بغیر وہاں فائرنگ شروع کرا دی۔ اس اچانک فائرنگ کے نتیجہ میں 380 لوگ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور 1200 لوگ بری طرح زخمی ہوئے۔ اس واقعہ کو سانحہ امرتسر کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(9) تحریکِ خلافت۔1919-1924ء (The Khilafat Movement)

وہ تحریک جو برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں کے خلاف ایک احتجاجی تحریک کی صورت میں ترکی میں قائم شدہ عثمانی خلافت کے تحفظ کی حمایت میں شروع کی گئی اور جو 1919ء سے 1924ء تک جاری رہی تحریک خلافت کہلاتی ہے۔ اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد، مولانا حسرت موہانی اور دوسرے کئی نامور علمائے کرام اور مفکرین نے شرکت کی۔

(10) تحریکِ عدم تعاون۔1920ء (Non-Cooperation Movement)

گاندھی جی نے پوری قوم کی طرف سے کیے جانے والے مطالبات کی حمایت کی اور اس طرح انہیں عدم تعاون کے ایک منصوبہ ساز کی حیثیت سے مقبولیت حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے عدم تعاون کی بدولت دو بہرے مقاصد کے حصول کا دعویٰ کیا تھا۔ ایک طرف تو وہ ہندوستان کی آزادی کے خواہاں تھے اور دوسری جانب وہ مسلمانوں کے مطالبات کے مطابق ترکی میں خلافت کے تحفظ کے لئے بھی حمایت کر رہے تھے، اس طرح کانگریس نے ستمبر 1920ء میں تحریکِ عدم تعاون شروع کی۔

(11) تحریکِ ہجرت۔1920ء (The Hijrat Movement)

مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری جو تحریکِ خلافت کے مقبول رہنما تھے۔ انہوں نے ایک فتویٰ جاری کیا جس کے مطابق ہندوستان کو "دارالحرب" (Home of War) قرار دیا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہاں مسلمان اور اُن کے مذہب کو تحفظ حاصل نہیں ہے۔ اس طرح ایک تحریک شروع کی گئی جس میں مسلمانوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ ہندوستان سے کسی اور مقام پر ہجرت کر جائیں۔ اس تحریک کو "تحریکِ ہجرت" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تحریکِ ہجرت کے زیر اثر تقریباً اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے افغانستان ہجرت کی لیکن افغانستان کی حکومت نے ان پناہ گزینوں کو واپس بھیج دیا۔ یہ تحریک اپریل 1920ء میں شروع کی گئی لیکن دسمبر 1920ء تک اس کے اثرات مکمل طور پر زائل ہو گئے۔

(12) موپلا بغاوت۔1921ء (Moplah Uprising)

موپلا عربی قبائل تھے جنہوں نے مالابار کے ساحلوں پر سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ انہوں نے تحریکِ خلافت میں شمولیت اختیار کی اور برطانوی حکومت کے خلاف احتجاج کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے ایک بڑی تعداد میں برطانوی افسران اور ان کے حمایتی ہندو رہنماؤں کا قتل عام کیا۔ وہ حکومت کے خلاف گوریلا جنگ میں مصروف عمل رہے۔ حکومت نے کیرالہ (Kerala) میں 26 اگست 1921ء کو کرفیو نافذ کر دیا اور اس طرح موپلا بغاوت پر قابو پا لیا گیا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(13) سانحہ چوراچوری۔1922ء (Chauri Chaura)

گاندھی جی کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی سول نافرمانی تحریک کا آغاز 1922ء میں ضلع فرخ آباد کے ایک چھوٹے سے قصبہ چوری چورا سے کریں۔ اس سول نافرمانی کی تحریک کے زیر اثر تمام حکومتی ٹیکسوں کی ادائیگیاں روک دی گئیں۔ 5 فروری 1922ء کو قصبہ چوری چورا کے عوام جلوس کی شکل میں حکومتی ٹیکسوں کی عدم ادائیگی کے نعرے لگاتے ہوئے پولیس تھانے کے سامنے سے گزرے۔ پولیس والوں نے جلوس کے شرکاء پر فائرنگ کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشتعل ہجوم نے تھانہ کو آگ لگا دی جس کی وجہ سے بائیس پولیس والے زندہ جل کر ہلاک ہو گئے۔ اس واقعہ کو سانحہ چوراچوری کے طور پر جانا جاتا ہے۔

(14) تجاویز دہلی۔1927ء (Delhi Proposals)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 20 مارچ 1927ء کو مسلم رہنماؤں کی ایک کانفرنس دہلی میں واقع اپنی رہائش گاہ پر بلائی تاکہ مستقبل کی دستوری اصلاحات پر مسلم نقطہ نظر پیش کیا جائے۔ اس اجلاس میں مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کے بجائے ایک تجاویز پیش کی گئیں۔ ان تجاویز کو تجاویز دہلی کے طور پر جانا جاتا ہے۔

(15) سائمن کمیشن۔1927ء (Simon Commission)

برطانوی حکومت نے نومبر 1927ء کو سر جان سائمن (Sir John Simon) کی قیادت میں ایک کمیشن تشکیل دیا تاکہ وہ آئینی اصلاحات کے لئے کوئی حل تلاش کرے۔ یہ کمیشن برطانوی پارلیمنٹ کے سات اراکین پر مشتمل تھا اور اس کے چیئرمین سر جان سائمن تھے۔ اس کمیشن کو سائمن کمیشن کہا جاتا ہے۔ یہ کمیشن 3 فروری 1928ء کو ہندوستان آیا۔

(16) نہرو رپورٹ۔1928ء (Nehru Report)

سائمن کمیشن کی روانگی کے بعد برطانوی حکومت کی طرف سے کئے گئے چیلنج کے جواب میں آئینی اصلاحات کے لئے ایک ڈرافٹ بل تیار کرنے کی خاطر 28-1927ء میں ایک آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی۔ برطانوی حکومت نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہندوستانی اس حد تک تقسیم ہو چکے ہیں کہ وہ آئینی اصلاحات کے لئے کسی ایک متفقہ فیصلہ پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ آئینی اصلاحات کی تشکیل کے لئے موتی لعل نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ پنڈت موتی لعل نہرو اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ کمیٹی کے ہندو اراکین میں سر تیج بہادر سپرو، مسٹر جے آر جیکر، مسٹر ایم ایس انے اور مسٹر سبھاش چندر بوس شامل تھے۔ مسلمان اراکین میں سر علی امام اور شعیب قریشی شامل تھے۔ یہ رپورٹ اگست 1928ء میں شائع ہوئی اور اسے نہرو رپورٹ کے طور پر جانا جاتا ہے۔

(17) قائداعظمؒ کے چودہ نکات (The Fourteen Points of the Quaid-e-Azam)

1928ء میں نہرو رپورٹ کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کو پوری طرح سے کانگریس کے مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ رویہ کا احساس ہو گیا۔ اس رپورٹ میں بیشتر لکھنؤ کی ان تمام ترامیمات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا جو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے منظور کی گئی تھیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نہرو رپورٹ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مارچ 1929ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں اپنے چودہ نکات پیش کیے۔ وہ معقول اور متوازن مطالبات جو چودہ نکات کی شکل میں پیش کیے گئے تھے انہیں ہندو رہنماؤں نے مسترد کر دیا۔

(18) علامہ اقبالؒ کا خطبہ صدارت الٰہ آباد۔1930ء (Allama Iqbal's Presidential Address at Allahabad)

دسمبر 1930ء میں الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے کی جو اس وقت تک ایک عظیم شاعر، مفکر اور مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے تقویت حاصل کر چکے تھے۔ الٰہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے 1930ء علامہ اقبالؒ کا خطبہ صدارت ہی علامہ اقبالؒ کا خطبہ صدارت الٰہ آباد۔1930ء کہلاتا ہے۔ اس خطبہ صدارت میں علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا۔

(19) گول میز کانفرنسیں (The Round Table Conferences)

ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین اپنے تئیں آئندہ آئین کے متعلق اتفاق رائے نہیں ہو سکا تھا، اس لئے حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ جنوبی ایشیاء میں آباد اہم قوموں کے نمائندوں پر مشتمل گول میز کانفرنس لندن میں منعقد کی جائے تاکہ باہمی گفت و شنید سے اختلافی مسائل طے ہو سکیں۔ یہ اجلاس مجموعی طور پر گول میز کانفرنسیں کہلاتے ہیں جو لندن میں 1930ء سے 1932ء کے عرصے کے دوران منعقد کی گئیں۔ ان تین گول میز کانفرنسوں کے انعقاد کے باوجود کوئی بھی متفقہ فیصلہ نہ کیا جا سکا۔

(20) قانون مجریہ ہند۔1935ء (The Government of India Act)

گول میز کانفرنسوں کے ذریعے حاصل کی گئی سفارشات کو ایک قرطاس ابیض میں اکٹھا کر دیا گیا جو 1933ء میں شائع ہوا اور بعد میں اسے برطانوی پارلیمنٹ میں زیر بحث لایا گیا۔ وائسرائے ہند لارڈ لن لتھگو (Lord Linlithgow) کی زیر قیادت ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ قرطاس ابیض (White Paper) کی سفارشات پر غور کرے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ 1934ء میں شائع ہوئی جس کی بنا پر ایک قانون بل تیار کیا گیا۔ اس قانونی بل کی برطانوی حکومت سے منظوری کے بعد 24 جولائی 1935ء کو اسے قانون مجریہ ہند۔1935ء کے طور پر نافذ کر دیا گیا۔

(21) 1937ء کے انتخابات (Elections of 1937)

قانون مجریہ ہند۔ 1935ء کے وفاقی حصہ پر عملدرآمد نہ کیا جا سکا البتہ اس کے صوبائی حصہ پر عملدرآمد ہوا جس کے تحت 1937ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات کے نتائج حیران کن تھے۔ کانگریس نے پانچ صوبوں میں واضح برتری سے کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اس نے دیگر صوبوں میں دوسری جماعتوں سے اتحاد کیا اور اس طرح آٹھ صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کر لیں۔

(22) کانگریسی راج۔39-1937ء (The Congress Rule)

انتخابات کے بعد کانگریس نے گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں وزارتیں قائم کر لیں۔ کانگریس نے ایسے اقدامات کرنا شروع کر دیئے جن سے مسلمانوں کو سخت ٹھیس پہنچی۔ اس نے بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا۔ اردو کو ختم کر کے ہندی زبان کو فروغ دیا جانے لگا اور اسکولوں میں گاندھی جی کی تصویر کی پوجا کے لئے طلباء کو مجبور کیا جانے لگا۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں جب کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو گئیں تو مسلمانوں نے دسمبر 1939ء میں مسلم لیگ کے توسط سے "یوم نجات" منایا۔

(23) قرارداد پاکستان۔1940ء (Pakistan Resolution)

آل انڈیا مسلم لیگ نے دو قومی نظریہ کی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے مطالبہ کے لئے ایک قرارداد 23 مارچ 1940ء میں منٹو پارک لاہور میں منعقدہ اپنے ستائیسویں سالانہ اجلاس میں پیش کی جسے قرارداد پاکستان کہا جاتا ہے۔ یہ قرارداد بنگال کے وزیر اعلیٰ مولوی فضل الحق نے پیش کی اور اس کی فوری طور پر تائید چوہدری خلیق الزماں نے کی جو اتر پردیش کی قومی اسمبلی کے ایک رکن تھے۔ اس کے بعد مختلف صوبوں سے تعلق رکھنے والے دیگر معروف رہنماؤں نے بھی اس قرارداد کی تائید کی۔

(24) اگست پیشکش۔1940ء (August Offer)

8 اگست 1940ء کو وائسرائے ہند لارڈ لن لتھگو (Lord Linthgow) نے برطانوی حکومت کی طرف سے یہ پیشکش کی کہ ایگزیکٹو کونسل میں توسیع کی جائے گی اور اس میں سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی شامل ہوں گے۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ہندوستان کی آئین کی تشکیل کیلئے ایک ادارہ تشکیل دیا جائے گا اور نئے آئین میں اقلیتوں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

(25) کرپس مشن۔1942ء (Cripps Mission)

برطانوی حکومت نے سر اسٹیفورڈ کرپس کی قیادت میں جو انگلستان کی جنگی کابینہ کے ایک نمایاں کارکن تھے ایک وفد تشکیل دیا جو کرپس مشن کہلاتا ہے۔ کرپس مشن 23 مارچ 1942ء کو نئی دہلی پہنچا۔ کرپس مشن نے ہندوستانی رہنماؤں سے آئینی اصلاحات کے سلسلہ میں گفت و شنید کی لیکن ان مذاکرات سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا اس پر اپریل 1942ء میں کرپس مشن نے اپنی طے کردہ تجاویز برطانوی حکومت کے سامنے پیش کر دیں۔ یہ تجاویز کرپس تجاویز کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

(26) ہندوستان چھوڑو تحریک۔1942ء (The Quit India Movement)

8 اگست 1942ء کو کانگریس نے حکومت برطانیہ پر مزید دباؤ ڈالنے کے لئے "ہندوستان چھوڑو تحریک" شروع کر دی۔ اس تحریک کے ذریعے عام بغاوت پھیل گئی اور پُرتشدد واقعات رونما ہو گئے۔ اخبارات کے ذریعے برطانوی حکومت سے ہندوستان فوری طور پر چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ قائداعظمؒ نے اس تحریک کو اقتدار حاصل کرنے کا ایک ہتھکنڈہ قرار دیا۔ قائداعظمؒ نے اس تحریک کے نعرہ میں اضافہ کیا اور "پہلے تقسیم کرو پھر جاؤ" کا نعرہ لگا۔

(27) گاندھی۔جناح مذاکرات۔1944ء (Gandhi-Jinnah Talks)

گاندھی جی جنہیں حکومت برطانیہ نے ان کی "ہندوستان چھوڑو تحریک" کی وجہ سے گرفتار کر لیا تھا جب جیل سے رہا ہوئے تو انہوں نے عوام کی رائے کا مشاہدہ کرتے ہوئے 17 جولائی 1944ء کو قائداعظمؒ کو ایک خط لکھا جس میں ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ گاندھی۔ جناح مذاکرات 19 ستمبر 1944ء کو شروع ہوئے اور 24 ستمبر 1944ء کو بغیر کسی حتمی نتیجے کے ختم ہو گئے۔

(28) لارڈ ویول پلان۔1945ء (Lord Wavell Plan)

مارچ 1943ء کو لارڈ ویول (Lord Wavell) بطور وائسرائے ہند ہندوستان تشریف لائے۔ لارڈ ویول نے یہ اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کو ایک خود مختار اکائی کے طور پر دیکھنے کی خواہشمند ہے۔ لارڈ ویول نے مستقبل کے سیاسی مسائل کے تصفیہ کے لئے ایک اسکیم کی پیشکش کی جسے لارڈ ویول پلان کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اپنی اس اسکیم میں انہوں نے ایک نئی ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل کی تجویز پیش کی اور یہ اعلان کیا کہ اس کونسل میں مسلمانوں کی نشستوں کی تعداد اونچی ذات کے ہندوؤں کی نشستوں کے مساوی ہوگی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(29) شملہ کانفرنس۔1945ء (Simla Conference)

1945ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول (Lord Wavell) نے اعلان کیا کہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل ہندوستانی اراکین پر مشتمل ہوگی اور اس میں [illegible] جماعتوں سے نمائندے لیے جائیں گے۔ اس مقصد کے لئے لارڈ ویول نے ہندوستانی رہنماؤں کی ایک کانفرنس 25 جون 1945ء کو شملہ میں بلائی جسے شملہ کانفرنس کہا جاتا ہے۔

(30) عام انتخابات 1945-1946ء (General Elections)

1945-46ء کے انتخابات واضح طور پر پارٹی منشور کے تحت منعقد کرائے گئے۔ دسمبر 1945ء میں مرکزی قانون ساز کے انتخابات ہوئے جبکہ فروری 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ کل 102 نشستوں میں سے 30 نشستیں مسلمانوں کے لئے مخصوص تھیں۔ مسلم لیگ نے تمام نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ صوبائی اسمبلیوں کی 495 مسلم نشستوں میں سے 446 نشستوں پر مسلم لیگ نے کامیابی حاصل کی۔ کانگریس نے زیادہ تر نشستیں ہندو اکثریت کے علاقوں میں حاصل کیں۔

(31) دہلی کنونشن۔1946ء (Delhi Convention)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپریل 1946ء میں مسلم لیگ کے کامیاب مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کا ایک کنونشن دہلی میں بلایا۔ اس کنونشن کو دہلی کنونشن کہا جاتا ہے۔ اس کنونشن میں حسین شہید سہروردی نے ایک قرارداد پیش کی جس کی رو سے شمال مغرب اور شمال مشرق کے مسلم اکثریتی علاقوں پر ایک آزاد مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔

(32) کابینہ مشن۔1946ء (The Cabinet Mission)

برطانوی وزیراعظم لارڈ اٹلی (Lord Attlee) نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے آئینی مسئلہ پر وائسرائے ہند اور ہندوستانی رہنماؤں سے گفت وشنید کرنے کے لئے کابینہ کے تین ارکان پر مشتمل ایک مشن کو ہندوستان روانہ کیا جائے گا۔ کابینہ مشن میں کیبنٹ منسٹر بیڑی ہند سر پیتھک لارنس، وزیر تجارت سر اسٹیفورڈ کرپس اور وزیر بحریہ اے۔ وی الیگزینڈر پر مشتمل تھا۔ 24 اپریل 1946ء کو ہندوستان آمد کے بعد کابینہ مشن نے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کے رہنماؤں سے مذاکرات کیے لیکن ان سے کوئی بھی نتیجہ نہ نکل سکا۔ کابینہ مشن نے ہندوستان کے آئین کی تشکیل کے لئے خود اپنی تجاویز 16 مئی 1946ء کو پیش کر دی۔ ان تجاویز کو کابینہ مشن پلان۔1946ء کے طور پر جانا جاتا ہے۔

(33) عبوری حکومت۔1946ء (Interim Government)

کابینہ مشن کے اراکین اور وائسرائے ہند نے اعلان کیا کہ ایک عبوری حکومت قائم کی جائے گی جس میں شامل تمام تر نمائندے ہندوستانی قومیت کے حامل ہوں گے۔ جب عبوری حکومت کی تشکیل کے لئے مشاورت کا آغاز کیا گیا تو یہ عمل توقعات سے بڑھ کر مشکل ثابت ہوا۔ کانگریس کی یہ خواہش تھی کہ مسلم لیگ کو برائے نام نشستوں کے ساتھ عبوری حکومت میں شامل کیا جائے اور اس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں مساوی تعداد میں نشستیں فراہم کرنے پر نکتہ اعتراض اٹھایا۔ 2 ستمبر 1946ء کو عبوری حکومت قائم کر دی گئی اور کانگریس نے اپنی عبوری حکومت قائم کر لی۔ اس بدعہدی پر ملک میں بے چینی پھیل گئی اور ہنگامہ آرائی اور فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے اور یہ فرقہ وارانہ فسادات مدراس، بمبئی، متحدہ صوبوں (یوپی)، مرکزی صوبوں (سی پی) اور بہار میں پوری طرح پھیل گئے اس پر وائسرائے ہند کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شمولیت کے لئے دعوت دی۔

(34) یوم راست اقدام۔1946ء (Direct Action Day)

16 اگست 1946ء کو مسلم لیگ نے یہ اعلان کرتے ہوئے کہا کہ وہ کابینہ مشن پلان کی حمایت سے دستبردار ہو رہی ہے اور مسلمان کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے اور اپنی آزادی کی جدوجہد کو جاری رکھیں گے "یوم راست اقدام" منایا۔ اس موقع پر مسلم لیگ نے یہ واضح کیا کہ مسلمان خود اپنے طور پر آزادی کی جنگ لڑیں گے کیونکہ وہ کانگریس اور انگریز دونوں کی بدعہدی کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد مختلف مقامات پر فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کئی معصوم اور بے گناہ مسلمان اس کی زد میں آ کر اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

(35) مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیت۔1946ء

(Participation of Muslim League in the Interim Government)

مسلم لیگ نے 26 اکتوبر 1946ء کو وائسرائے ہند کی دعوت پر عبوری حکومت میں شمولیت اختیار کی۔ عبوری حکومت میں لیاقت علی خان کو وزیر خزانہ مقرر کیا گیا، آئی آئی چندریگر کو وزیر تجارت بنایا گیا۔ سردار عبدالرب نشتر کو وزیر مواصلات مقرر کیا گیا، راجا جاگندر ناتھ منڈل کو وزیر صحت بنایا گیا اور جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون مقرر کیا گیا۔ لیاقت علی خان نے 28 فروری 1947ء کو قومی اسمبلی میں بجٹ پیش کیا جو ایک شاندار بجٹ تھا۔

(36) لندن کانفرنس۔1946ء (London Conference)

آئینی اصلاحات کے مسئلہ پر کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے تو حکومت برطانیہ نے دسمبر 1946ء میں لندن میں ہندوستانی رہنماؤں کی ایک کانفرنس بلائی۔ اس کانفرنس میں برطانوی وزیراعظم اٹلی، لارڈ ویول، پنڈت نہرو، قائداعظمؒ، لیاقت علی خان اور سردار بلدیو سنگھ نے شرکت کی لیکن کوئی تصفیہ ممکن نہ ہو سکا۔

(37) اٹلی کا بیان (Attlee's Statement - 1946)

برطانوی وزیراعظم لارڈ اٹلی نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ 20 فروری 1948ء کو ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو لارڈ ویول کی جگہ پر وائسرائے ہند مقرر کیا جا چکا تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے آخری وائسرائے کی حیثیت سے 22 مارچ 1947ء کو ہندوستان آئے۔ ان کے ذمہ یہ مشن لگایا گیا تھا کہ وہ برطانوی حکومت کی جانب سے ہندوستانیوں کو جون 1948ء تک پرامن طریقہ سے اقتدار کی منتقلی کا حل تلاش کریں گے۔

(38) 3 جون کا منصوبہ۔1947ء (3rd June Plan)

لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند کی حیثیت سے 22 مارچ 1947ء کو ہندوستان آئے۔ اس وقت پورے ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ جاری تھا۔ مسلم لیگ نے فوری طور پر آزادی کا مطالبہ کیا اور کانگریس نے یہ مطالبہ کیا کہ ہندو اکثریتی علاقوں میں اقتدار کی منتقلی فوری طور پر ہندوؤں کو کی جائے۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستانی رہنماؤں سے مذاکرات کیے اور اپریل 1947ء سے انہوں نے اپنے تقسیم کے منصوبہ پر کام شروع کر دیا۔ اس تقسیم کے منصوبہ کو برطانوی حکومت سے منظور کرانے کے بعد 3 جون 1947ء کو منظر عام پر لایا گیا اسے 3 جون کا منصوبہ کہا جاتا ہے۔

(39) ریڈکلف ایوارڈ۔1947ء (Radcliff's Award)

4 جولائی 1947ء کو ہندوستان کی آزادی کا بل برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جو 13 جولائی 1947ء کو ایک قانون کی حیثیت اختیار کر گیا۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے 3 جون کے منصوبہ کو قبول کر لیا۔ صوبہ خیبر پختونخواہ، سندھ، آسام، بلوچستان اور بنگال کے مسلم اکثریتی علاقوں کو ملا کر پاکستان کی تشکیل کی گئی۔ سر سائرل ریڈکلف کی نیابت میں سرحدوں کے تعین کے لئے دو حد بندی کمیشن تشکیل دیئے گئے۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں نے ان حد بندی کمیشن کو قبول کیا۔ سرحدوں کی حد بندی کے فیصلہ کو ریڈکلف ایوارڈ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(40) قانون آزادی ہند مجریہ۔1947ء (Indian Independence Act)

جب حکومت برطانیہ برصغیر کو اپنی حکومت میں رکھنے میں پوری طرح ناکام ہو گئی تو اس نے برصغیر کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔ برطانوی ماہرین نے برصغیر کی تقسیم کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔ یہ منصوبہ 14 جون 1947ء کو برطانوی وزیراعظم اٹلی نے حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کیا۔ 18 جولائی 1947ء کو برطانوی پارلیمنٹ نے اس منصوبہ کو قانون آزادی ہند مجریہ۔1947ء کے طور پر منظور کر لیا۔

(41) قیام پاکستان۔1947ء (The Establishment of Pakistan)

ہندوستان اور پاکستان کی عارضی حکومتوں نے 20 جولائی 1947ء سے اپنے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ 11 اگست 1947ء کو آئینی اسمبلی کا اجلاس کراچی میں ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل منتخب کیا گیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 14 اگست 1947ء کو اسمبلی کے خصوصی اجلاس سے خطاب کیا اور اپنے خطاب کے دوران انہوں نے پاکستان کے قیام کا رسمی طور پر اعلان کیا اور متعلقہ دستاویزات جو اس نئی ریاست کی تشکیل سے تعلق رکھتی تھی قائداعظمؒ کے حوالے کیں۔ برطانوی جھنڈا یونین جیک اُتار کر اس کی جگہ پاکستان کا سبز پرچم لہرایا گیا اور اس رات بھرپور چراغاں کیا گیا۔ یہ 27 رمضان المبارک کی بابرکت شب تھی اور اگلے دن جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ قائداعظمؒ نے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا جبکہ 15 اگست 1947ء کو نوابزادہ لیاقت علی خان نے پاکستان کے وزیراعظم کے طور پر حلف اٹھایا۔

(42) قائداعظمؒ کی وفات۔ 1948ء (Death of the Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتقال 11 ستمبر 1948ء کو ہوا۔ قائداعظمؒ کی وفات ایک ٹھم انگیز سانحہ تھی۔ وہ پاکستان کے گورنر جنرل تھے اور کابینہ کے اجلاس کی صدارت کرتے تھے اور آئینی معاملات کو احسن طریقے سے سرانجام دیتے تھے۔ قائداعظمؒ کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بنے جبکہ لیاقت علی خان بدستور وزیراعظم کے عہدہ پر فائز رہے۔

(43) قرارداد مقاصد۔ 1949ء (The Objectives Resolution)

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے آئین کی تشکیل کے لئے 12 مارچ 1949ء کو ایک دستاویز کی منظوری دی جسے قرارداد مقاصد کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے دستور کی تشکیل میں یہ دستاویز بنیاد بنی اور اسے لیاقت علی خان نے پیش کیا تھا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۲:۔ قانون آزادی ہند۔ 1947ء کے اہم نکات تحریر کیجئے۔ اس قانون نے کس طرح پاکستان کے قیام اور اس کے آئینی ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا؟ بیان کیجئے۔

جواب: قانون آزادی ہند۔ 1947ء (Indian Independence Act)

حکومت برطانیہ جب برصغیر کو اپنی تحکمی میں مزید رکھنے میں مکمل طور پر ناکام ہوگئی تو اس نے برصغیر کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ برطانوی ماہرین نے برصغیر کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اسے تقسیم کردینے کا ایک منصوبہ تیار کیا جو 3 جون کا منصوبہ کہلاتا ہے۔ اس منصوبہ کو برطانوی وزیراعظم اٹلی (Attlee) نے 14 جولائی 1947ء کو برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ 18 جولائی 1947ء کو برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان کی تقسیم کے منصوبہ کو منظور کرنے کے بعد اسے قانون کی شکل دے دی جو قانون آزادی ہند۔ 1947ء کہلاتا ہے۔ اس قانون کی رو سے 15 اگست 1947ء کو برصغیر میں دو بڑی آزاد مملکتیں پاکستان اور بھارت قائم ہوجائیں گی اور برطانوی ہند پر برطانوی راج ختم ہوجائے گی۔

قانون آزادی ہند کی اہم دفعات (Important Provisions of Indian Independence Act)

قانون آزادی ہند۔ 1947ء کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) برطانوی ہند کو دو آزاد ریاستوں (Independent Dominions) میں تقسیم کردیا جائے گا۔ یہ دو مختار ریاستیں پاکستان اور بھارت 15 اگست 1947ء کو قائم کردی جائیں گی۔

(ii) ان دونوں ممالک کے کسی حصے اور کسی معاملے پر برطانوی حکومت کی عمل داری نہیں رہے گی۔

(iii) دونوں ممالک کے قانون ساز اداروں کو اپنے اپنے ملک میں قانون سازی کے مکمل اور جامع اختیارات ہوں گے۔

(iv) جب تک دونوں ممالک کے اپنے آئین تشکیل نہیں پاتے، حکومت کا نظام حکومت ہند کے قانون مجریہ۔ 1935ء کے تحت چلایا جائے گا۔ اس قانون میں قانون آزادی ہند۔ 1947ء کی روشنی میں ضروری ترامیم کی جاسکتی ہیں۔

(v) 31 مارچ 1948ء تک ہر دو ممالک کے اپنے اپنے گورنر جنرل کو اپنے اپنے ملک میں ضروری ترامیم کا حق حاصل رہے گا۔ اس کے بعد دونوں ممالک کی متنازعہ جات بھی اس کو جاری رکھنے یا اس میں ترمیم کرنے کا حق رکھیں گی۔

(vi) تاج برطانیہ کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ بھارت یا پاکستان کی متنازعہ جات کے منظور کردہ قوانین کو نامنظور کردے۔ یہ اختیار صرف متعلقہ گورنر جنرل کو ہوگا۔

(vii) برطانیہ کے بادشاہ کے خطابات میں سے "شہنشاہ ہند" کا خطاب ختم کردیا جائے گا۔

(viii) حکومت برطانیہ اور شاہی ریاستوں (Princely States) کے حکمرانوں کے درمیان کیے گئے تمام معاہدے منسوخ ہوجائیں گے ۔ اب یہ ریاستیں اپنے تعلقات متعلقہ مملکت سے گفت وشنید کے ذریعے طے کریں گی۔

(ix) صوبہ خیبر پختونخواہ کے قبائل سے آئندہ بننے والی حکومتیں معاہدہ کریں گی۔

(x) جن صوبوں کو تقسیم کیا جائے گا، واسرائے اُن کے لئے ایک حد بندی کمیشن مقرر کریں گے اور کمیشن کی رپورٹ کے مطابق حد بندی کی جائے گی۔

قانون آزادی ہند کا نفاذ (Application of Indian Independence Act)

20 جولائی 1947ء کو پاکستان اور ہندوستان کی عارضی حکومتوں نے کام کرنا شروع کردیا۔ 11 اگست 1947ء کو کراچی میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو پاکستان کا گورنر جنرل منتخب کیا گیا۔ 14 اگست 1947ء کو دستور ساز اسمبلی کا ایک خاص اجلاس ہوا۔ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اسمبلی سے خطاب کیا اور انہوں نے پاکستان کے قیام کا باقاعدہ طور پر اعلان کیا اور آزادی سے متعلق دستاویزات قائداعظم کے حوالے کیں۔ اس دن برطانوی جھنڈا یونین جیک اُتار دیا گیا اور اس رات ملک بھر میں چراغاں کیا گیا۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی۔ اگلی صبح جمعۃ المبارک کا بابرکت دن طلوع ہوا اور اس دن باہمائے قوم قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کا منصب سنبھالا اور نوابزادہ لیاقت علی خان نے وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اُسی روز ستارہ ہلال والا سبز پرچم ایک مملکت کے نشان کے طور پر لہرا دیا گیا۔

سوال نمبر۳:۔ ریڈکلف ایوارڈ کیا تھا؟ تقسیم ہند کے دوران سرحدوں کی حد بندی کے حوالے سے ریڈکلف ایوارڈ کا ناقدانہ جائزہ لیجئے۔ کیا 3 جون کا منصوبہ کانگریس اور ماؤنٹ بیٹن کی ملی بھگت تھی؟ مسلمانوں کے لئے ریڈکلف کی ناانصافی کو بیان کیجئے۔

جواب: ریڈکلف ایوارڈ (Radcliff's Award)

3 جون 1947ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک حد بندی کمیشن کی تشکیل کا اعلان کیا تاکہ اس کے وسیلہ سے برصغیر کی تقسیم کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ چونکہ صوبہ

بنگال اور صوبہ پنجاب کی مجالس قانون ساز نے تقسیم کے حق میں رائے دی تھی اس لئے صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی تقسیم کے لئے دو حد بندی کمیشن تشکیل دیئے گئے۔ ان دونوں حد بندی کمیشن کا چیئرمین سر سائرل ریڈکلف (Sir Cyril Radcliff) تھا جو لندن کا ایک ممتاز وکیل تھا۔ ہر حد بندی کمیشن میں ہندوستان اور پاکستان کی جانب سے مساوی تعداد میں اراکین شامل تھے اور ایک یا زیادہ غیر جانبدار اراکین بھی تھے۔ یہ کمیشن جون 1947ء میں قائم کیے گئے۔ ریڈکلف 8 جولائی 1947ء کو ہندوستان پہنچا۔ دونوں کمیشنوں نے پنجاب اور بنگال کے دونوں حصوں کے لئے سرحدوں کے تعین کے لئے مسلم اکثریتی اور غیر مسلم اکثریتی علاقوں کی بنیاد پر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا شروع کیا۔ پاکستان اور بھارت دونوں نے ان کمیشنوں کو قبول کیا اور آزادی کے تین دن کے بعد 17 اگست 1947ء کو سرحدوں کے تعین سے متعلق فیصلہ سنایا گیا جسے تاریخ میں "ریڈکلف ایوارڈ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کسی بھی قسم کے تعطل کی صورت میں ریڈکلف کو اپنا فیصلہ صادر کرنے کے اختیارات دے دیئے تھے۔

ریڈکلف کے حد بندی کمیشنوں کے اراکین (Members of the Radcliff's Boundary Commissions)

پنجاب حد بندی کمیشن کے اراکین میں پاکستان کی طرف سے جسٹس دین محمد اور جسٹس منیر محمد شامل تھے جبکہ بھارت کی جانب سے جسٹس مہر چند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ شامل تھے۔ صوبہ بنگال کے حد بندی کمیشن میں پاکستان کی طرف سے جسٹس ابو صالح محمد اور جسٹس محمد اکرم شامل تھے جبکہ بھارت کی طرف سے جسٹس سی سی بسواس اور جسٹس بی کے مکرجی شامل تھے۔

ریڈکلف ایوارڈ کی ناانصافی (Injustice of Radcliffs Award)

دونوں مملکتوں کے مابین حد بندی کا کام نہایت اہم اور نازک نوعیت کا تھا۔ اس لئے قائداعظم محمد علی جناح نے یہ تجویز دی کہ یہ کام اقوام متحدہ کی نگرانی میں کسی غیر جانبدار ادارے کے سپرد ہونا چاہیے لیکن کانگریس نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے یہ تجویز پیش کی کہ برطانیہ کی پریوی کونسل (Privy Council) کے ججوں کے ذریعے حد بندی کا کام کروایا جائے لیکن اس بار ماؤنٹ بیٹن نے کانگریس کا کردار ادا کیا اور اس تجویز سے اتفاق نہ کرتے ہوئے سے نامنظور کردیا۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون 1947ء کو آل انڈیا ریڈیو سے منصوبے کا اعلان کرتے ہوئے پاکستان کی جو جغرافیائی حدود بیان کی تھیں، ان کی رو سے مکمل آسام کے علاوہ مشرقی پنجاب کے علاقے گورداسپور، فیروز پور اور جالندھر کے مسلم اکثریت والے اضلاع کی پاکستان میں شمولیت کا ہر ممکن امکان تھا، مگر ریڈکلف نے حد بندی کے کام میں انصاف کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صریحاً جانبداری سے کام لیا اور پاکستان کو بعض انتہائی اہم علاقوں سے محروم کردیا۔ یہ فیصلہ "ریڈکلف ایوارڈ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پاکستان کے لئے ایسے مسائل پیدا ہوگئے جو آج تک اس کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں ناقابل عبور رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

کمیشن کے اراکین میں سرحدوں کے تعین کے حوالے سے شدید اختلافات رائے موجود تھا اس لئے اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ باہمی اختلافات کی صورت میں چیئرمین کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ ریڈکلف نے بھارت کے حق میں اور پاکستان کے مفادات کے خلاف فیصلہ صادر کردیا۔ ماؤنٹ بیٹن سے رابطہ کرنے پر جاب دارانہ فیصلہ کرتے ہوئے ریڈکلف نے پاکستان کے مزید علاقوں کو کاٹ کر اسے ہندوؤں کے حوالہ کردیا۔ گورداسپور کی تحصیل پٹیالہ میں مسلمانوں کی آبادی 70 فیصد تھی اور تحصیل کی سرحدیں بھی پاکستان سے متصل تھیں۔ ضلع کے عیسائی اور نچلی ذات کے ہندوؤں نے بھی پاکستان میں شمولیت کے لئے حمایت کا اعلان کردیا تھا۔ ریڈکلف نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے گورداسپور کو بھارت کے حوالہ کردیا۔ صوبہ بنگال میں سب سے اہم مسئلہ کلکتہ شہر کا تھا۔ کلکتہ کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل تھا اور بندرگاہ کی پشت کا علاقہ مسلم اکثریتی علاقہ تھا۔ ریڈکلف نے نہ صرف کلکتہ ہندوستان کے حوالہ کردیا بلکہ اس کے ساتھ مسلم اکثریتی ضلع مرشد آباد بھی ہندوستان کے حوالہ کردیا۔ اسی طرح پنجاب کی حد بندی میں ریڈکلف نے مسلم اکثریت کی تحصیلیں، گورداسپور، بٹالہ، فیروز پور اور زیرہ بھارت میں شامل کردیں۔ اسی طرح ایک انتہائی گہری سازش کے تحت ریاست جموں وکشمیر کو بعد میں بھارت سے ملانے کے لئے گورداسپور کے ذریعے راستہ مہیا کیا گیا اور یوں کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضہ کی راہ ہموار کی گئی۔ مغربی پنجاب کی کئی نہروں کے ہیڈ ورکس بھارت کو دے دیئے گئے اور یوں نہری پانی کا مسئلہ پیدا کیا گیا۔ بنگال کی حد بندی کے ایوارڈ میں کلکتہ کا شہر اور بندرگاہ، ضلع مرشد آباد اور ندیہ کے علاقے بھارت میں شامل کردیئے۔

غیر منصفانہ تقسیم کے اثرات (The Effects of Unfair Demarcation)

پاکستان اور بھارت میں صوبوں کی غیر منصفانہ تقسیم سے نفرتوں کی دیواریں اور بھی مضبوط ہوگئیں اور دونوں قوموں کے درمیان انتقامی جذبات پروان چڑھنے لگے۔ قیام پاکستان کے بعد برصغیر فرقہ وارانہ فسادات کی لپیٹ میں آگیا۔ پنجاب، دہلی اور بہار میں وسیع پیمانے پر فسادات ہوئے جن میں چندرہ لاکھ افراد قتل ہوئے اور تقریباً پچاس ہزار خواتین کو اغواء کیا گیا اور ایک کروڑ سے زائد افراد کو ترک وطن ہونا پڑا۔ نوزائیدہ مملکت میں اتنی بڑی تعداد میں مہاجرین کو سنبھالنا ایک مشکل کام تھا۔ کشمیر کو عوام کی مرضی کے خلاف بھارت میں شامل کرلیا گیا جبکہ جوناگڑھ اور منادر کی دو ریاستوں کو طاقت کے بل بوتے پر قبضہ میں لے لیا گیا۔ آزادی کے وقت برصغیر میں تقریباً ساڑھے چار سو کے قریب نیم خودمختار ریاستیں تھیں جن کو کہا گیا تھا کہ وہ آزاد رہ سکتی ہیں یا پاکستان اور بھارت میں سے کسی ایک کے ساتھ شامل ہوسکتی ہیں۔ کشمیر اور حیدرآباد کی ریاستوں نے آزاد رہنے کا فیصلہ کیا مگر بھارت نے ان ریاستوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا۔ پاکستان بننے کے بعد مسئلہ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کے درمیان تین جنگیں ہوچکی ہیں۔ بھارت اس مسئلہ کو خود اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا جہاں ابھی تک

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۴:۔ برصغیر کی تاریخ میں درج ذیل عرصہ اہمیت کے حامل کیوں ہیں؟

(1) 1905ء سے 1909ء تک کے واقعات (2) 1930ء سے 1939ء کے واقعات

جواب: (1) 1905ء سے 1909ء تک کے واقعات (Events Occurred during 1905 to 1909)

وہ سیاسی واقعات جو 1905ء سے 1909ء تک کے عرصہ کے دوران ظاہر ہوئے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) تقسیم بنگال۔ 1905ء (The Partition of Bengal)

وائسرائے ہند لارڈ کرزن کی زیر سرپرستی تقسیم کے منصوبہ کی منظوری کے بعد صوبہ بنگال کو دو صوبوں مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ تقسیم 16 اکتوبر 1905ء کو عمل میں آئی اور اس کا مقصد صوبہ بنگال میں انتظامی کمزوریات کا حصول تھا۔ یہ تقسیم بنگال کے مسلمانوں کے لئے بہت سود مند ثابت ہوئی لیکن 12 دسمبر 1911ء کو تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا۔

(ii) آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام۔ 1906ء (The Foundation of All India Muslim League)

برطانوی حکومت ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم سر الن آکٹوین ہیوم (Sir Allan Octavian Hume) نے 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔ کانگریس نے ہندوؤں کے حقوق اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ دسمبر 1906ء میں جنوبی ایشیاء کے مسلم رہنماؤں نے الگ سے قیادت بنانے کا سوچا کہ کیا جائے اور اس جذبے کے تحت ڈھاکہ میں جمع ہوئے اور اس اجلاس میں انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی تشکیل کا اعلان کیا۔ یہ برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے تحفظ کے لئے ان کی اپنی پارٹی وجود میں آئی۔

(iii) شملہ وفد۔ 1906ء (Simla Deputation)

نواب محسن الملک نے مسٹر آرچبالڈ کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے بات چیت کی۔ انہوں نے سر آغا خان کی قیادت میں 35 مسلم رہنماؤں پر مشتمل ایک وفد تشکیل دیا جس نے یکم اکتوبر 1906ء کو وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور اس کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے۔ اس مسلم وفد کو شملہ وفد کے طور پر جانا جاتا ہے

(iv) منٹو۔مارلے اصلاحات۔ 1909ء (Minto-Morley Reforms)

وائسرائے ہند لارڈ منٹو (Lord Minto) نے حکومت برطانیہ کی وضع کردہ پالیسی کے عین مطابق ایک ڈرافٹ بل تیار کیا جو ہندوستان میں دستور سازی کی تشکیل سے متعلق تھا۔ یہ بل پارلیمنٹ برطانیہ میں منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ پارلیمنٹ سے منظوری کے بعد اس پر شاہی دستخط ہوئے اور 1809ء میں اسے ہندوستان کے دستور کی حیثیت سے نافذ کیا گیا۔ اس بل کو منٹو۔مارلے اصلاحات کے نام سے جانا جاتا ہے۔

1905ء سے 1909ء تک کے سیاسی واقعات نے مسلمانوں کو سیاسی تربیت کے حصول میں مدد فراہم کی۔ انہوں نے اسی عرصہ میں اپنی ایک علیحدہ سیاسی پارٹی بنالی اور خود کو اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی حقوق کے حصول کے لئے منظم کیا۔

(2) 1930ء سے 1939ء کے واقعات (Events Occurred during 1930 to 1939)

وہ سیاسی واقعات جو 1930ء سے 1939ء تک کے عرصہ کے دوران تصور پذیر ہوئے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) علامہ اقبال کا خطبہ صدارت الٰہ آباد۔ 1930ء (Allama Iqbal's Presidential Address at Allahabad)

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دسمبر 1930ء میں الٰہ آباد کے مقام پر منعقد ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے کی جو اُس وقت ایک عظیم شاعر، مفکر اور مسلمانوں کے رہنما کی حیثیت سے مقبولیت حاصل کر چکے تھے۔ دسمبر 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے علامہ اقبال کا خطاب علامہ اقبال کا خطبہ صدارت الٰہ آباد۔ 1930ء کہلاتا ہے۔ اس خطبہ میں علامہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔

(ii) گول میز کانفرنسیں (The Round Table Conferences)

ہندو اور مسلمان دونوں اپنے طور پر آئندہ آئین کے متعلق اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ نہ کر سکے اس لئے حکومت برطانیہ نے فیصلہ کیا کہ جنوبی ایشیاء میں آباد اہم قوموں کے نمائندوں پر مشتمل گول میز کانفرنس لندن میں منعقد کی جائے تاکہ باہمی گفت وشنید سے اختلافی مسائل کو طے کیا جا سکے۔ 1930ء سے 1932ء کے عرصہ کے دوران ایسی تین گول میز کانفرنسیں ہوئی لیکن کوئی حتمی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

(iii) قانون مجریہ ہند۔ 1935ء (The Government of Indian Act)

گول میز کانفرنسوں کے دوران حاصل ہونے والی سفارشات کو 1933ء میں ایک قرطاس ابیض (White Paper) کی صورت میں شائع کیا گیا جسے بعد میں برطانوی پارلیمنٹ میں زیر بحث لایا گیا۔ اس کے بعد وائسرائے ہند لارڈ لن لتھگو (Lord Linlithgow) کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ قرطاس ابیض میں شامل سفارشات پر غور کرے اور آئندہ آئین کے لئے لائحہ عمل تیار کرے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ 1934ء میں پیش کی جس میں ایک مسودہ قانون کا بل شامل تھا۔ برطانوی حکومت سے منظوری کے بعد اس بل کو 24 جولائی 1935ء کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ 1935ء کے طور پر نافذ کر دیا گیا۔

(iv) 1937ء کے انتخابات (Elections of 1937)

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔ 1935ء کے وفاقی حصہ پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ البتہ اس کے صوبائی حصہ پر عملدرآمد کو ممکن بنایا گیا اور اس کے تحت 1937ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات کے نتائج بہت حیران کن تھے۔ کانگریس نے پانچ صوبوں میں شاندار کامیابی حاصل کی تھی۔ اس نے دیگر صوبوں میں دوسری جماعتوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا اور اس طرح آٹھ صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کر لیں۔

(v) کانگریسی راج۔ 1937-39ء (The Congress Rule)

انتخابات کے بعد کانگریس نے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں میں اپنی وزارتیں قائم کر لیں۔ اس کے بعد کانگریس نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے اقدامات کرنا شروع کر دیئے۔ بندے ماترم کو قومی ترانہ کے طور پر رائج کر دیا گیا۔ اُردو کی جگہ ہندی کو رائج کرنے کے لئے کوششیں شروع کر دی گئیں۔ اسکولوں میں مسلمان طلباء کو مجبور کیا جانے لگا کہ وہ بندے ماترم کا ترانہ گائیں اور گاندھی جی کی تصویر کی پوجا کریں۔ دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں جب کانگریسی وزارتیں مستعفی ہو گئیں تو مسلم لیگ نے دسمبر 1939ء میں "یوم نجات" منایا۔

1930ء سے 1939ء کے عرصہ کے دوران مسلم لیگ ایک فعال جماعت بن کر سامنے آئی۔ اس عرصہ میں برصغیر میں آئینی حکومت بنانے کا رجحان پیدا ہوا جس میں انگریزوں کی پالیسی واضح ہوئی اور مسلمانوں کو برصغیر کی سیاست میں مزید سوچ بچار کا موقع ملا۔ انہوں نے قانونی راستے سے اپنی سیاست کے لئے پالیسیاں بنانا شروع کیں جس سے برصغیر کی سیاست میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس طرح قوموں میں معاشرتی قوانین، حقوق و فرائض سے متعلق شعور بیدار ہوا جو بعد میں دو قومی نظریہ کی تشکیل کا باعث بنا۔

سوال نمبر۵:۔ قیام پاکستان کے بعد اس نوزائیدہ مملکت کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا انہیں بیان کیجئے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد پاکستان کو جو مسائل پیش آئے انہیں تفصیل سے بیان کیجئے۔ قیام پاکستان کے وقت پاکستان کو کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا؟ وہ کیا مسائل تھے جن کا سامنا پاکستان کو اپنے قیام کے فوراً بعد کرنا پڑا؟ قیام پاکستان کے وقت اس نئی مملکت کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا انہیں مختصراً بیان کیجئے۔ پاکستان کو درپیش ابتدائی مشکلات پر ایک مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: قیام پاکستان (Establishment of Pakistan)

برصغیر جنوبی ایشیاء میں اسلامی تہذیب کے عملی نفاذ کے لئے 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ انتظامی امور کو چلانے کے لئے قانون مجریہ ہند۔ 1935ء میں ضروری تبدیلیاں کر کے اسے نافذ کر دیا گیا۔ کانگریس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو بھارت کا پہلا گورنر جنرل منتخب کیا جبکہ مسلمانوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل مقرر کیا اور لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیراعظم مقرر ہوئے۔ مرکزی دستور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر حصے کو آزاد حیثیت دے دی گئی۔ قائداعظم کی قیادت میں ملت اسلامیہ کا یہ قافلہ تعمیر وطن کے لئے معروف عمل ہو گیا۔

قیام کے فوراً بعد پاکستان کو درپیش ابتدائی مسائل (Initial Problems Faced by Pakistan Just after its Creation)

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس نئی مملکت کو کئی طرح کے انتظامی، سیاسی اور بین الاقوامی نوعیت کے مسائل اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا جنہیں پاکستان کو درپیش ابتدائی مسائل کہا جاتا ہے۔ قوم کے اتحاد اور حکومت پاکستان کی انتظامی صلاحیتوں کی بدولت ان مسائل پر قابو پا لیا گیا۔ اب پاکستان کا شمار دنیا کے اہم مسلمان ممالک میں ہوتا ہے۔ وہ ابتدائی مسائل جن کا پاکستان کو اپنے قیام کے فوراً بعد سامنا کرنا پڑا ان کا تفصیلی جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(1) انتظامی مسائل (Administrative Problems)

بھارت نے شروع ہی سے پاکستان کے لئے لاتعداد مسائل کھڑے کر دیئے۔ پاکستان کے پاس شروع شروع میں وسائل کی بہت کمی تھی، یہاں تک کہ روزمرہ کے عام

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

قومی جذبہ سے سرشار ہو کر تعمیرِ وطن کے لئے تیار ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی اُس کے قائد کی مثال اور ان کی رہنمائی ان کی ہم سفر تھی۔ کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت قرار دیا گیا۔ مرکزی حکومت کے کئی دفاتر مناسب سرکاری عمارات نہ ہونے کی وجہ سے بیرکوں میں قائم کیے گئے۔ بعض ریل گاڑیوں پر جن میں پاکستان کے حصے کا ضروری دفتری ریکارڈ اور سرکاری ملازمین دہلی سے پاکستان آ رہے تھے، سفر کے دوران ان پر ہندوؤں کی جانب سے حملے ہوئے جس کی وجہ سے بیش قیمت سرکاری ریکارڈ اور قیمتی جانیں ضائع ہو گئیں۔ ایسے دل گداز حالات میں بھی پاکستانی عوام اور سرکاری ملازمین مایوس نہ ہوئے بلکہ زیادہ تندہی سے ملکی کاموں میں حصہ لینے لگے۔

(2) سرحدوں کا غلط تعین (Unfair Demarcation of Boundries)

3 جون کے منصوبہ کے مطابق صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی تقسیم کے لئے دو الگ الگ سرحدی کمیشن مقرر کیے گئے۔ دونوں کمیشنوں کا سربراہ ریڈکلف کو بنایا گیا۔ ریڈکلف نے بددیانتی اور جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم اکثریت کے اہم ترین علاقے مرشد آباد، گورداسپور، بٹالہ اور شکر گڑھ وغیرہ بھارت کے حوالے کر دیے۔

(3) مہاجرین کی آبادکاری (Settlement of Refugees)

تقسیم برصغیر پاک و ہند کے بعد ہندوؤں اور سکھوں نے ایک باقاعدہ اسکیم کے تحت پورے بھارت میں بالعموم اور مشرقی پنجاب میں بالخصوص مسلمانوں کے استحصال کی مہم شروع کی جس کے نتیجہ میں انسانیت دشمن ہندوؤں اور سکھوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کو انتہائی بے دردی و سنگدلی سے قتل کیا۔ نوجوان لڑکیوں کو ننگ کیا گیا انھیں جنسی اذیت دی گئی اور ان کی آبروریزی کی گئی۔ روزانہ لاکھوں تباہ حال، فاقہ زدہ زخمی مہاجرین بھارت سے پاکستان پہنچ رہے تھے۔ مسلمان مہاجرین کے ان قافلوں کے لئے قیام، خوراک، طبی امداد، تعلیم، روزگار اور مستقل آبادکاری کا انتظام ضروری تھا لیکن اس کے لئے بے پناہ وسائل کی ضرورت تھی، جن سے نوزائیدہ مملکت محروم تھی۔ مہاجرین کے عارضی قیام کے لئے جو کیمپ لگائے گئے تھے، وہ بھی بہت ناکافی ثابت ہوئے۔ نتیجتاً مہاجرین نے مجبوراً سڑکوں کے کنارے، درختوں کے نیچے اور فٹ پاتھوں پر پناہ لی۔ پاکستان کی انتظامیہ کے لئے مہاجرین کا مسئلہ ایک چیلنج سے کم نہ تھا مگر حکومت اور عوام نے مل کر اسے حل کیا۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں کبھی بھی کسی قوم کے لوگوں کا کسی ملک سے اخراج نہیں ہوا، جتنی تعداد میں بھارت سے مسلم مہاجرین پاکستان میں آ کر آباد ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق 1948ء تک تقریباً 12.5 ملین مہاجرین بھارت کی سرحد عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوئے اور ان کی تعداد مسلسل بتدریج بڑھتی رہی۔ پاکستان میں آنے کے بعد اگر مہاجرین حوصلہ ہار دیتے اور مایوسی کا شکار ہو جاتے یا اہل پاکستان خود غرضی کا مظاہرہ کرتے یا حکومت پاکستان کے عزم میں کوئی فرق آ جاتا تو مملکت پاکستان کے لئے مزید مشکلات کے دروازے کھل سکتے تھے، مگر ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ پاکستان کے عوام اور نو وارد مہاجرین متحد تھے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں ایک نیا عزم رکھتے تھے۔

(4) اثاثہ جات کی تقسیم (Distribution of Assets)

تقسیم ہند کے وقت طے پایا تھا کہ برطانوی ہند کے اثاثہ جات کی تقسیم پاکستان اور بھارت کے مابین ہو گی، مگر کانگریس اور ہندو لیڈروں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے بہت ہی کم سامان پاکستان پہنچایا گیا۔ متحدہ ہندوستان کا 4 ارب روپے کا محفوظ سرمایہ تھا۔ معاہدے کے مطابق اس میں سے ایک چوتھائی یعنی ایک ارب روپیہ پاکستان کے حصے میں آیا تھا لیکن بھارت نے صرف بیس کروڑ روپے دیئے اور مزید رقم دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے برعکس متحدہ ہندوستان کے قرضہ جات کا 20 فیصد پاکستان کے ذمہ ڈال دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اثاثہ جات کی رقوم روک کر کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان پر دباؤ ڈالا جائے۔ نومبر 1947ء میں اس سلسلہ میں پاکستان اور بھارت کے نمائندوں کے مابین دہلی میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ قومی قرضوں میں پاکستان کا حصہ ساڑھے سترہ فیصد ہوگا۔ دسمبر 1947ء میں دونوں حکومتوں نے اس معاہدے کی توثیق کر دی مگر اس کے باوجود بھی ہندوستان کی حکومت نے بقایا رقم دینے سے انکار کر دیا۔

(5) افواج اور فوجی اثاثہ جات کی تقسیم (Distribution of Armed Forces Personnel and Assets)

تقسیم ہند کے وقت افواج اور فوجی اثاثہ جات کی تقسیم کا مسئلہ بڑا حساس اور نازک معاملہ تھا۔ انگریز کمانڈر۔ ان چیف افواج کی تقسیم کے خلاف تھا مگر قائداعظم کی دلیل تھی کہ ایک ملک کی اپنی خود مختار فوج ہونی چاہیے کیونکہ فوج کا کام نہ صرف ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہوتا ہے بلکہ اسے ملک کی تعمیر میں بھی حصہ لینا ہوتا ہے۔ تقسیم افواج کے سلسلہ میں ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا سربراہ کمانڈر۔ ان چیف تھا اور یہ طے پایا کہ افواج کی تقسیم کا کام یکم اپریل 1948ء تک مکمل ہو جانا چاہیے۔ افواج کی تقسیم کے ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ متحدہ ہندوستان کے فوجی ساز و سامان میں سے ایک تہائی حکومت پاکستان کو ملے گا۔ تقسیم ہند کے وقت اسلحہ بنانے والی تقریباً تمام فیکٹریاں بھارتی علاقے میں تھیں نیز فوجی ذخائر کے ڈپو بھی ان علاقوں میں تھے جو بھارت میں شامل تھے۔ ایک سازش کے تحت بھارتی حکومت نے اسلحہ ساز فیکٹریوں کو پاکستان منتقل کرنے سے انکار کر دیا اور اسلحہ کے ڈپوؤں میں موجود اسلحے کو پاکستان بھیجنے کے کام کو بھی التواء میں ڈال دیا تاکہ جہاں تک ممکن ہو سکے پاکستان کو اس کے جائز فوجی اثاثہ جات سے بھی محروم کر دیا جائے۔ بھارت نے افواج کے بھیجنے اور فوجی اثاثہ جات کی تقسیم پر ایسے ایسے روڑے اٹکائے کہ انگریز کمانڈر۔ ان چیف نے نہرو حکومت کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر استعفیٰ دے دیا۔ اس سے افواج کی تقسیم کے کام میں پاکستان کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کمانڈر۔ ان چیف نے برطانوی حکومت کو اپنی ایک خفیہ رپورٹ میں تحریر کیا کہ نہرو حکومت یہ مصمم ارادہ کر چکی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے وہ پاکستان کو مضبوط بنیادوں پر قائم ہونے سے دور رکھے۔

(6) نہری پانی کا مسئلہ (River Water Problems)

پنجاب کی غیر منصفانہ اور غلط طریقے سے تقسیم کے نتیجہ میں نہری پانی کا مسئلہ پیدا ہوا۔ ریڈکلف نے حد بندی کے فیصلے میں دریائے راوی پر مادھوپور کا ہیڈ ورکس اور دریائے ستلج پر فیروز پور کا ہیڈ ورکس بھارت کو دے دیئے جبکہ یہاں سے نکلنے والی نہریں پاکستان میں واقع ہیں اور وسیع پاکستانی علاقے کیلئے آبپاشی کا ذریعہ ہیں۔ کیم اپریل 1948ء کو بھارت نے ان ہیڈ ورکس سے پاکستانی نہروں کا پانی بلا نوٹس بغیر کوئی پیشگی اطلاع دیئے بند کر دیا۔ اس فعل سے بھارت کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان نہروں سے سیراب ہونے والی صوبہ پنجاب کی زرعی زمین بے آب و گیاہ صحراؤں میں تبدیل ہو جائے اور پاکستان کی معیشت کو نقصان پہنچے۔ اس کے ساتھ ہی بھارتی حکومت نے مشرقی دریاؤں یعنی راوی، بیاس اور ستلج پر ملکیت کا دعویٰ کیا۔ بھارت کا یہ دعویٰ بین الاقوامی قانون کے خلاف تھا اس لئے پاکستان نے اقوام متحدہ سے رجوع کی۔ عالمی بینک نے اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ طویل مذاکرات کے بعد 1960ء میں سندھ طاس کا معاہدہ طے پایا جس کی توثیق دونوں حکومتوں نے 1961ء میں کر دی۔ اس معاہدے پر عملدرآمد کے بعد نہری پانی کا مسئلہ بہت حد تک حل ہو گیا ہے

(7) ریاستوں کا الحاق (Accession of the States)

قانون آزادی ہند۔ 1947ء میں حکومت برطانیہ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ تقسیم ہند کے بعد برطانوی اقتدار اعلیٰ کا خاتمہ ہو جائے گا لہٰذا 1946ء کے کابینہ مشن پلان کے مطابق والیان ریاست کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ اپنی جغرافیائی حیثیت اور رعایا کی خواہشات کے مطابق پاکستان یا بھارت جس کے ساتھ وہ چاہیں شامل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بہاولپور، لسبیلہ، کمران، قلات اور صوبہ خیبر پختونخواہ کی ریاستیں پاکستان میں شامل ہو گئیں۔ ان کے علاوہ جونا گڑھ، منادر اور منگرول نے بھی پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا لیکن بھارت نے زبردستی ان پر قبضہ کر لیا۔ تقسیم ہند کے وقت ان تینوں ریاستوں کے مسلم حکمرانوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کے بعد اب پاکستان کا حصہ بن چکی ہیں۔ ان ریاستوں پر بھارت کی طرف سے دباؤ ڈالنے کا مطلب پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہوگا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں بھارت کو ان ریاستوں پر غاصبانہ قبضہ کی جرأت نہ ہوئی لیکن ان کی وفات کے بعد نومبر 1948ء میں بیس ہزار بھارتی فوج جونا گڑھ میں داخل ہو گئی اور ریاست پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ جونا گڑھ کے حکمران نے بھاگ کر کراچی میں پناہ لی۔ بھارت نے یہ کہہ کر اس ریاست پر قبضہ کر لیا کہ وہاں کے عوام بھارت کے ساتھ الحاق چاہتے تھے لیکن یہی اصول بھارت نے مشرقی پنجاب کی ریاست کپورتھلا اور کشمیر میں تسلیم نہیں کیا۔ کپورتھلا کی 64 فیصد آبادی مسلمان تھی نیز وہاں کے مسلمان عوام بھی پاکستان کے ساتھ الحاق چاہتے تھے اور جغرافیائی لحاظ سے اس کی سرحد بھی پاکستان سے ملی ہوئی تھی، لیکن بھارتی حکومت نے کپورتھلا کے راجا کو پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے سے باز رکھا۔

ہندوستانی شاہی ریاستوں پر ہندوستانی شہزادوں کی حکومت قائم تھی اگرچہ یہ ریاستیں بھی متحدہ ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے زیر اثر تھیں لیکن تقسیم ہند کے وقت انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق پاکستان یا بھارت سے الحاق کر سکتی ہیں۔ اہم ریاستوں کے الحاق کے مسائل کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) جونا گڑھ (Junagadh)

جونا گڑھ ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس پر ایک مسلمان حکمران کی حکومت قائم تھی اگرچہ اس ریاست کے زیادہ تر شہریوں کی تعداد غیر مسلم تھی۔ اس ریاست نے 15 ستمبر 1947ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا لیکن اس فیصلہ پر اسے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ چند ماہ بعد ہندوستان نے اس ریاست کا جبری طور پر الحاق کرنے کے لئے یہاں پر تشدد کارروائیاں شروع کر دیں اور بعد میں اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اس ریاست میں کچھ عرصہ بعد معاشی بحران پیدا ہوا اور ریاست کا بھارت کے ساتھ ریل کا رابطہ منقطع ہو گیا جس کے نتیجہ میں جونا گڑھ کی آمدنی بری طرح متاثر ہوئی اور یہاں غذائی قلت پیدا ہو گئی۔ 7 نومبر 1947ء کو 20,000 مسلح افراد پر مشتمل آزاد فوج جدید ہتھیاروں سے مکمل طور پر لیس ریاست میں داخل ہو گئی اور دو دن بعد انہوں نے پوری ریاست کا انتظام سنبھال لیا۔ اس طرح بھارت نے نہایت چالاکی سے کام لے کر اس ریاست پر اپنا قبضہ جما لیا۔ پاکستان اس وقت تنظیم نو کے مراحل سے گزر رہا تھا۔ مذاکرات کے ذریعہ معاملہ کو حل کرنے کی کوششیں کی گئیں جو ناکام ثابت ہوئیں۔ پاکستان نے اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کیا جہاں ابھی تک یہ مسئلہ التوا کا شکار ہے۔

(ii) حیدرآباد (Hyderabad)

حیدرآباد ہندوستان کی ایک نہایت اہم اور دولت مند ریاست تھی۔ اس ریاست کی زیادہ تر آبادی ہندوؤں اور غیر مسلموں پر مشتمل تھی لیکن یہاں کا حکمران نظام مسلمان تھا۔ بنیادی طور پر نظام کی خواہش تھی کہ حیدرآباد کو ایک آزاد ریاست کا درجہ حاصل ہو جائے لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اس سے اصرار کیا کہ انھیں پاکستان یا بھارت میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لینا چاہیے لیکن نظام حیدرآباد نے اس کے لئے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حیدرآباد پر دباؤ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس ریاست کا معاشی مقاطعہ کیا گیا اور فوجی حملہ کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ 8 اگست 1948ء کو حیدرآباد کی ریاست کی طرف سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں درخواست جمع کرائی گئی۔ اس سے پہلے کہ اس درخواست پر کوئی ایکشن لیا جاتا ہندوستان نے 13 ستمبر 1948ء کو حیدرآباد پر حملہ کر دیا۔ معمولی مزاحمت کے بعد حیدرآباد کی افواج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ حیدرآباد کی ریاست کی طرف سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں جمع کرائی گئی درخواست ابھی تک التواء کا شکار ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) کشمیر (Kashmir)

ریاست جموں و کشمیر تمام شاہی ریاستوں میں اہم ترین ریاست تھی جس کی تقریباً ایک ہزار کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی 96 فیصد اور جموں میں مسلمانوں کی آبادی 70 فیصد تھی۔ نسل، تمدن اور خوراک، رسم و رواج اور لباس کے اعتبار سے ریاست کشمیر کے مسلمان، پاکستان کے مسلمانوں کے بہت قریب ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر کے سب دریا بہہ کر پاکستان آتے ہیں۔ کشمیر کی مسلمان آبادی کی طرف سے کشمیر کے مہاراجا پر یہ دباؤ تھا کہ وہ ریاست کا پاکستان کے ساتھ الحاق کر دے لیکن ہندو ہوتے ہوئے مہاراجہ فطری طور پر ریاست کا بھارت کے ساتھ الحاق چاہتا تھا۔ تاہم عوام کی جانب سے بہت زیادہ دباؤ کی وجہ سے کشمیر کے مہاراجا نے پاکستان کے ساتھ فلاح و بہبود اور ہم آہنگی کیلئے معاہدہ کر لیا۔ کشمیر کے حکمران راجا کی طرف بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے قتل عام نے کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت کو کمزور کر دیا۔ کشمیر کے عوام نے اس قتل عام پر احتجاج کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈھائی لاکھ کشمیریوں کو ہلاک کر دیا گیا اور 5 لاکھ کشمیری اپنا گھر بار چھوڑ کر فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ ہندو مہاراجا ہری سنگھ اس صورت حال پر قابو نہ پا سکا اور اس نے بھارت سے مدد کیلئے درخواست کی۔ بھارت نے صرف اس شرط پر مدد کرنے کیلئے رضامندی ظاہر کی کہ کشمیر کا بھارت کے ساتھ الحاق کر دیا جائے۔ ہندو ڈوگرہ مہاراجا پہلے سے ہی ایسا کرنے کی خواہش رکھتا تھا اس لئے وہ بہت خوش ہوا۔ جب اُس نے ہندوستان سے کشمیر کے الحاق سے متعلق اپنے فیصلہ کا اعلان کیا تو توقع کے عین مطابق اسے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا جب ہندوستانی فوجی دستوں نے کشمیر کی جانب پیش قدمی شروع کی تو قائداعظم نے پاکستانی فوج کے کمانڈر۔ ان چیف جنرل گریسی (General Gracy) کو کشمیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن جنرل گریسی نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ وہ پاک۔ ہند کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ کشمیری مسلمانوں نے نہایت دلیری سے ہندوستانی افواج کا 1948ء میں مقابلہ کیا۔ مسایہ قبائلی علاقے سے رضا کار بھی ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ پاکستان نے بھی ہندوستان کے ساتھ ایک پر امن معاہدہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ جب ہندوستانی افواج نے پاکستان کی جانب پیش قدمی کی تو پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجہ میں بھارت کو بھاری مقدار میں نقصان اٹھانا پڑا اور کشمیر کی وادی میں بھارتی افواج کی پوزیشن کمزور ہو گئی۔ اس کے برعکس پاکستانی فوج نے اہم مقامات اور دفاعی لحاظ سے اہم چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ بھارت نے ریاست جموں و کشمیر میں اپنی کمزور فوجی حکمت عملی کو دیکھتے ہوئے یکم جنوری 1948ء کو مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کر دیا۔ کشمیر کے مسئلہ کے حل کی غرض سے سلامتی کونسل نے دو قراردادیں منظور کیں اور دونوں ممالک کے درمیان جنگ بندی کرا دی۔ اس جنگ کے دوران کشمیر کا کچھ حصہ آزاد کرا لیا گیا جو اب آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔ مسئلہ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کے درمیان اب تک کئی جنگیں ہو چکی ہیں لیکن اب بھارت کی روایتی ہٹ دھرمی کے رویّہ کی وجہ سے یہ مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا اور پاکستان اور بھارت کے درمیان تناؤ پیدا کرنے کا باعث بنا ہوا ہے۔

(8) مسلم کش فسادات (Uprooting of the Muslims)

قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ہندو اکثریت والے علاقوں میں مسلم کش فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پنجاب کا 62 فیصد حصہ پاکستان میں شامل ہو جانے کی وجہ سے سکھ آپے سے باہر ہو گئے اور انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ہزاروں پاکستان جانے والے قافلوں کو کیمپوں میں پناہ لینا پڑی۔ اس خون کی ہولی میں مشرقی پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا۔ سکھ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا صفایا کرنا چاہتے تھے اس لئے روزانہ ہزاروں کی تعداد مسلمانوں کا قتل عام کر رہے تھے اور انہیں پاکستان بھاگنے پر مجبور کر رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کے پورے گاؤں کو آگ لگا دیتے تھے۔ سکھ جاٹ ہجرت کر کے جانے والے مسلمانوں کے قافلوں پر حملہ کرتے اور ان کا قتل عام کرتے۔ ان حملہ آور سکھوں کو اعلیٰ حکام کی طرف سے پوری طرح تحفظ فراہم کیا جا رہا تھا۔ سکھ نہایت بے رحمی کے ساتھ معصوم مردوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیتے۔ معصوم بچوں کو بے رحمی کے ساتھ ان کے والدین کی موجودگی میں قتل کر دیا جاتا۔ عورتوں کی عصمت دری کی جاتی اور نوجوان لڑکیوں کو اغواء کر لیا جاتا۔ مہاجرین سے بھری ہوئی ریل گاڑیاں جو پاکستان کی طرف آ رہی ہوتیں انہیں راستے میں روک لیا جاتا اور ہندو اور سکھ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس ہمودار ہوتے اور ان ریل گاڑیوں پر حملہ کر دیتے۔ وہ ہر شے لوٹ کر فرار ہو جاتے اور ریل گاڑی میں موجود مہاجرین کو تڑپتا اور سسکتا ہوا چھوڑ دیتے۔ جب یہ ریل گاڑیاں ایک بڑی تعداد میں مردہ اور زخمی مہاجرین کو لے کر پاکستان پہنچتیں تو ان سے از خود ہندوؤں اور سکھوں کی طرف سے ڈھائے جانے والے خوفناک مظالم کی داستانیں بیان ہوتیں۔

(9) معاشی مسائل (Economic Problems)

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو بہت سے معاشی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا کیونکہ متحدہ ہندوستان میں انگریزوں کی یہ پالیسی رہی تھی کہ مسلم اکثریتی علاقوں کو معاشی لحاظ سے ترقی یافتہ نہ بننے دیا جائے اس لئے تقسیم کے بعد جو علاقے پاکستان میں شامل ہوئے وہ زرعی اور صنعتی لحاظ سے پسماندہ تھے۔ ذرائع نقل و حمل اور مواصلات کی صورت حال بھی انتہائی خراب تھی۔ ٹیلی فون ایکسچینج اور ریڈیو اسٹیشن بھی ضرورت سے کم تھے۔ بینکوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس خراب ترین معاشی صورتحال کے باوجود حکومت پاکستان عزم کے ساتھ معاشی ترقی کے کام کو سنبھالا۔ قائداعظم نے بذات خود پاکستان کے معاشی نظام کو از سر نو تعمیر کرنے کے کام کو کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔

(10) آئینی مسائل (Cons:itutional.Problems)

14 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان کا آئندہ دستور جمہوری خطوط کی بنیاد پر

تیار کیا جائے گا۔ اس وقت تک جب تک کہ دستور ساز اسمبلی آئندہ دستور کی تیاری کے لئے کام کرتی، پاکستان میں قانون مجریہ ہند۔ 1935ء کو پاکستان کے آئین کے طور پر نافذ کر دیا گیا۔ 12 مارچ 1949ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جسے قرارداد مقاصد کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک بنیادی اصولوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ حوالوں کے ساتھ وہ تمام سفارشات پیش کرے جن پر پاکستان کا مستقبل دیا جا سکے۔ 1954ء تک مغربی پاکستان چار صوبوں سندھ، پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ پر مشتمل تھا۔ اس کے علاوہ اس میں کئی شاہی ریاستیں اور قبائلی علاقہ جات بھی شامل تھے۔ انتظامی مقاصد کی وجہ سے ان تمام صوبوں کو آپس میں ضم کر کے مغربی پاکستان کی وحدت قرار دیا گیا اور اس طرح 14 اکتوبر 1955ء کو یہ ون یونٹ کے طور پر سامنے آیا۔ آخرکار پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کی بنیاد پر نو سال کے عرصہ کے بعد 1956ء میں پاکستان کا پہلا آئین تیار کیا۔

(11) لسانی مسئلہ (Language Problem)

پاکستان میں نئی تشکیل پانے والی حکومت کو قوم کے لئے ایک قومی زبان کو منتخب کرنے میں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مغربی پاکستان کی خواہش تھی کہ اردو کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا جائے جبکہ مشرقی پاکستان کے عوام بنگالی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس مرحلہ پر یہ مسئلہ پاکستان کے عوام کے درمیان دوریاں پیدا کرنے کا سبب بن گیا۔

(12) وفات قائداعظمؒ (Death of the Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناح ایک عظیم قائد اور پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے۔ انہوں نے پاکستان کے قیام کے بعد ابتدائی نازک سالوں میں قوم کی رہنمائی کی۔ وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے صدر تھے اور مسلم لیگ کی صدارت بھی ان کے پاس تھی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتقال 11 ستمبر 1948ء کو ہوا۔ قائداعظمؒ کے انتقال کے بعد خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل بن گئے جبکہ لیاقت علی خان بدستور وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔ لیاقت علی خان کو بھی 16 اکتوبر 1951ء کو راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔

سوال نمبر۶:۔ مسلمانان برصغیر کیلئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کیلئے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات کو بیان کیجئے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو بانیٔ پاکستان کیوں کہا جاتا ہے؟ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت پر ایک مضمون تحریر کیجئے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت کے بغیر پاکستان کا حصول ناممکن تھا، بحث کیجئے۔ وہ کون سے عوامل تھے جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کا واحد ترجمان بنا دیا؟ وضاحت کیجئے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی خدمات پر ایک مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: قائداعظم محمد علی جناحؒ (The Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah)

قائداعظم محمد علی جناحؒ 25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کراچی سے حاصل کی۔ اس کے بعد 1892ء میں انہیں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلینڈ بھیج دیا گیا۔ انہوں نے وہاں قانون کی تعلیم حاصل کی۔ انگلینڈ میں قیام کے دوران وہ ہندوستانی امور میں دلچسپی لیتے رہے۔ محمد علی جناحؒ 1896ء میں کراچی واپس آئے۔ انہوں نے بمبئی میں ایک وکیل کی حیثیت سے اپنی پریکٹس کا آغاز کیا۔ 1906ء میں کلکتہ میں انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس میں شرکت کرتے ہوئے وہ عملی طور پر سیاست میں داخل ہوئے۔ 1910ء میں وہ شاہی مجلس قانون ساز کے ایک رکن منتخب ہوئے۔ انہوں نے پہلے انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور بعد میں 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کی اور ان ہی کی کوششوں کی بدولت مسلمان پاکستان کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتقال 11 ستمبر 1948ء کو ہوا۔

قائداعظمؒ کی سیاسی خدمات اور ولولہ انگیز قیادت

(Political Services and Spiritual Leadership of the Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے شخص تھے۔ وہ برطانیہ کے قوانین سے پوری طرح واقف تھے اور انگریزوں کی سیاسی چالوں کو بھی خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے سلسلے میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اُن کی قیادت میں برصغیر کے مسلمان جو ایک شکست خوردہ جماعت کی شکل میں تھے متحد ہو گئے اور انہوں نے قیام پاکستان کی عملی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو بانیٔ پاکستان کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم مہیا کیا اور انہیں متحد کیا اور اس کے ساتھ انہیں حصول پاکستان کے لئے مکمل طور پر تیار کیا۔ اُن کی کوششوں کی بدولت مسلمان عملی طور پر سیاست میں شامل ہوئے اور انہوں نے اپنے حق کے لئے آواز اٹھائی اور بالآخر اپنے لئے ایک علیحدہ وطن حاصل کر لیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی سیاسی خدمات اور اُن کی ولولہ انگیز قیادت کو طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(1) سیاست میں شمولیت (Participation in Politics)

انگلینڈ میں قیام کے دوران محمد علی جناح نے ہندوستانی امور میں گہری دلچسپی ظاہر کرنا شروع کر دی تھی۔ انہوں نے دادا بھائی نوروجی کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

ایک معروف قومی رہنما تھے۔ دادا بھائی نوروجی وہ پہلے ہندوستانی نمائندے تھے جنہوں نے برطانیہ کے دارالعوام کے انتخاب میں ایک نمائندے کے طور پر کامیابی حاصل کی۔

(2) سیاست میں داخلہ (Entry in Politics)

قائداعظم محمد علی جناحؒ 1906ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے کلکتہ کے اجلاس میں شرکت کرتے ہوئے عملی طور پر سیاست میں داخل ہوئے۔ 1910ء میں انہیں مجلس قانون ساز کا ایک رکن نامزد کیا گیا۔

(3) ابتدائی سیاسی سرگرمیاں (Early Political Activities)

محمد علی جناحؒ گرٹن گوپال گوکھلے سے بہت متاثر تھے جو ایک معروف سیاسی رہنما تھے۔ محمد علی جناحؒ برطانوی نظام سیاست کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی سیاسی خواہش تھی کہ وہ بین الاقوامی برادری میں ہندوستان کے وقار کو بلند کریں اور اس کے ساتھ ہی وہ ہندوستان کے لوگوں میں قومیت کا احساس بیدار کرنے کے خواہشمند بھی تھے۔

(4) مسلم لیگ میں شمولیت (Participation in Muslim League)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 1913ء میں مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسین کے قائل کرنے کے بعد مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اُس وقت اُن کے پاس انڈین نیشنل کانگریس کی رکنیت بھی تھی۔

(5) میثاق لکھنؤ۔1916ء (Lucknow Pact)

قائداعظم محمد علی جناحؒ ہندو۔ مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے۔ ان کی یہ رائے تھی کہ برطانوی راج سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھے ہو کر کوششیں کرنا چاہئیں۔ ان کی کوششوں کی بدولت مسلم لیگ اور کانگریس نے باہمی مشاورت اور باہمی جدوجہد کے لئے اپنے سالانہ اجلاس ایک ساتھ منعقد کیے۔ 1915ء میں مسلم لیگ اور کانگریس کے مشترکہ اجلاس بمبئی میں ہوئے اور 1916ء میں ان دونوں سیاسی جماعتوں کے مابین معاہدہ لکھنؤ پر دستخط ہوئے۔

(6) آئینی اصلاحات۔1919ء (Constitutional Reforms)

مانٹیگو۔ چیمسفورڈ اصلاحات جن کا نفاذ 1919ء میں کیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ان دستوری اصلاحات کو قبول کیا۔ وہ دستوری طریقہ کار کے مطابق جدوجہد کو جاری رکھنے کے خواہش مند تھے۔ ان کی کوششوں کی بدولت دونوں گروپوں نے باہمی طور پر ان تجاویز سے اتفاق کر لیا۔

(7) کانگریس سے استعفیٰ (Resignation from the Congress)

1920ء میں گاندھی جی ایک مقبول سیاسی رہنما کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ انہوں نے کانگریس اور ہوم رول لیگ دونوں کا انتظام سنبھالنے کا بندوبست کر لیا۔ گاندھی جی بنیادی طور پر ایک ہندو ذہنیت رکھنے والے انتہا پسند سیاست دان تھے۔ گاندھی جی نے دسمبر 1920ء میں جب اپنی تحریک عدم تعاون شروع کی تو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 1920ء میں کانگریس کے ناگپور کے اجلاس میں کانگریس کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

(8) تجاویز دہلی۔1927ء (Delhi Proposals)

پنڈت نہرو نے کانگریس کی سیاست میں نئے ارتقاء کے تناظر کو دیکھتے ہوئے 1927ء میں قائداعظم سے درخواست کی کہ اگر مسلم لیگ اپنے جداگانہ انتخاب کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائے تو کانگریس مسلم لیگ کی طرف سے پیش کردہ کسی بھی دوسرے مطالبہ کو تسلیم کر لے گی۔ قائداعظمؒ اس وقت تک ہندو۔ مسلم اتحاد کے حامی تھے اور وہ مسلم لیگ اور کانگریس میں تعلق استوار رکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کانگریس کی اس پیشکش پر سنجیدگی سے غور کیا اور 20 مارچ 1927ء کو مسلم رہنماؤں کا ایک اجلاس دہلی میں طلب کیا۔ اس اجلاس میں کانگریس کی طرف سے کی گئی پیشکش پر تفصیل سے گفت و شنید ہوئی اور آخر کار جداگانہ انتخاب کے مطالبہ سے دستبرداری کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اس اجلاس میں جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کی جگہ پر کچھ تجاویز طے کی گئیں جو تجاویز دہلی کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

(9) سائمن کمیشن۔1927ء (Simon Commission)

برطانوی حکومت نے سر جان سائمن کی قیادت میں ہندوستان میں آئینی ارتقاء سے متعلق رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا۔ یہ کمیشن 1927ء میں ہندوستان آیا۔ چوں کہ سائمن کمیشن کے اراکین میں ایک بھی ہندوستانی نمائندہ شامل نہیں تھا اس لئے مسلم لیگ نے قائداعظمؒ کی قیادت میں کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔

(10) قائداعظمؒ کے چودہ نکات۔1929ء (Fourteen Points of the Quaid-e-Azam)

فروری 1928ء میں آئینی اصلاحات سے متعلق ایک ڈرافٹ بل تیار کرنے کے لئے کانگریس نے موتی لعل نہرو کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے آئینی اصلاحات سے متعلق اپنی تجاویز کی جو رپورٹ پیش کی وہ نہرو رپورٹ کہلاتی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نہرو رپورٹ کے جواب میں خود اپنا ایک آئینی فارمولا پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے 1929ء میں دہلی میں مسلم لیگ کا اجلاس طلب کیا اور اس اجلاس میں چودہ نکات پر مشتمل اپنا فارمولا پیش کیا جو قائداعظمؒ کے چودہ نکات کے نام سے جانا جاتا ہے۔

(11) لندن میں قیام۔ 1930-1935ء (Stay in London)

1930ء سے 1935ء کے عرصہ کے دوران قائداعظم محمد علی جناحؒ نے انگلینڈ میں قیام کیا۔ اس عرصہ کے دوران انہوں نے خود کو برطانیہ کی پریوی کونسل (Privy Council) میں قانونی پریکٹس کے لئے مکمل طور پر وقف کر دیا۔ انہوں نے لندن میں منعقدہ گول میز کانفرنسوں (32-1930) ء میں مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کی۔ جب نئی آئینی اصلاحات متعارف کرائی گئیں تو لیاقت علی خان نے انہیں دوبارہ ہندوستان واپسی کے لئے رضامند کیا۔

(12) مسلم لیگ کی تنظیم نو (Re-Organizaion of the Muslim League)

1935ء کے آغاز میں قائداعظم محمد علی جناحؒ ہندوستان واپس تشریف لائے۔ قائداعظمؒ کی کوششوں کی بدولت مسلم لیگ کے مختلف دھڑوں میں دوبارہ اتحاد قائم ہوا۔ مسلم لیگ کی نئی کونسل تشکیل دی گئی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا جبکہ سابقہ صدر حافظ ہدایت اللہ کو مسلم لیگ کا سیکریٹری بنا دیا گیا۔

(13) مسلمانوں کا اتحاد (Unity of the Muslims)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کی اور 1937ء کے انتخابات کے لئے پارٹی کا منشور تیار کیا۔ اس وقت قائداعظم مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان باہمی تعاون کی شرائط پر غور کر رہے تھے۔ جب مسلم لیگ نے کانگریس کے ساتھ مل کر اتحادی حکومت بنانا چاہی تو کانگریس نے انکار کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ مسلم لیگ پہلے اپنی علیحدہ شناخت کو ختم کرے۔ قائداعظمؒ کو کانگریس کے اس مسلمان دشمن رویہ کو دیکھ کر شدید صدمہ ہوا۔ انہوں نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ مسلمان کانگریس کی حکومت میں رہتے ہوئے کسی قسم کے انصاف اور توازن کی امید نہیں کر سکتے۔

(14) یوم نجات۔ 1939ء (The Day of Deliverance)

1939ء تک قائداعظم محمد علی جناحؒ مسلمانوں کے واحد لیڈر کے طور پر ابھر کر سامنے آ چکے تھے۔ 29 دسمبر 1939ء میں کانگریسی وزارتوں کے استعفیٰ کے فوراً بعد قائداعظمؒ نے اپنے مسلمان بھائیوں کو مشورہ دیا کہ وہ یوم نجات منائیں۔

(15) قرارداد لاہور۔ 1940ء (Lahore Resolution)

مارچ 1940ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرارداد لاہور پاس کی گئی۔ اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناحؒ نے چیئرمین کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس قرارداد میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔

(16) ہندوستان چھوڑو تحریک (The Quit India Movement)

حکومت برطانیہ نے کرپس مشن کو 22 مارچ 1942ء کو ہندوستان بھیجا۔ اس مشن نے خود اپنی تجاویز برطانوی حکومت کو پیش کر دیں۔ 8 اگست 1942ء کو انڈین نیشنل کانگریس نے "ہندوستان چھوڑو تحریک" شروع کی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس تحریک کو مسلمانوں کے خلاف قرار دیا اور اس تحریک کے نعرے کی جگہ "پہلے تقسیم کرو اور پھر جاؤ" کا نعرہ لگایا

(17) گاندھی۔ جناح مذاکرات۔1944ء (Gandhi-Jinnah Talks)

گاندھی۔ جناح مذاکرات ستمبر 1944ء میں بمبئی میں شروع ہوئے اور یہ مذاکرات 24 ستمبر 1944ء تک جاری رہے۔ لیکن ان مذاکرات سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا کیونکہ قائداعظمؒ نے ان مذاکرات میں دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا کہ ہندوستان میں دو قومیں آباد ہیں۔ اس کے برعکس گاندھی جی اس بات پر بضد رہے کہ ہندوستان میں صرف ایک ہی قوم ہونی چاہیے۔

(18) شملہ کانفرنس۔1945ء (Simla Conference)

لارڈ ویول نے ہندوستانی سیاسی رہنماؤں کی ایک کانفرنس شملہ کے مقام پر 24 جون 1945ء کو بلائی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس کانفرنس میں شرکت کی اور ہندوستان میں عام انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا۔

(19) عام انتخابات۔1945-46ء (General Elections)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانوں کو متحد کیا اور انہوں نے مختلف مقامات پر لوگوں کے بڑے بڑے عوامی جلسوں سے خطاب کیا۔ ان کی کوششوں کی بدولت مسلم لیگ نے 1945-46ء کے انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کی۔

(20) کابینہ مشن۔1946ء (The Cabinet Mission)

حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے کابینہ مشن کو 1946ء میں ہندوستان بھیجا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس کمیشن پر واضح کر دیا کہ مسلم اکثریت کے تمام علاقوں کو باہمی طور پر اکٹھا کر کے مسلمانوں کے لئے ایک خود مختار ریاست قائم کی جانی چاہیے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(21) یوم راست اقدام۔1946ء (Direct Action Day)

جب قائداعظم محمد علی جناحؒ نے یہ مشاہدہ کیا کہ برطانوی وائسرائے ہند کانگریس کی مجوری حکومت میں شمولیت کا خواہش مند ہے تو انہوں نے مسلمانوں کو راست اقدام اٹھانے کے لئے مشورہ دیا۔ اس لئے مسلم لیگ نے 16 اگست 1946ء کو یوم راست اقدام منایا اور یہ اعلان کیا کہ وہ کابینہ مشن پلان کی حمایت سے دستبردار ہو رہی ہے۔ اس دوران کلکتہ میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے جس میں کئی معصوم مسلمان ہلاک کر دیئے گئے۔ اب کانگریس نے بھی قبل الیعاد منصوبہ کو قبول کر لیا۔ وائسرائے ہند نے مسلم لیگ کو مجوری حکومت میں شامل ہونے کی دعوت دی اور مسلم لیگ نے مجوری حکومت میں شمولیت کی اس دعوت کو قبول کر لیا۔

(22) قیام پاکستان۔1947ء (Establishment of Pakistan)

مارچ 1947ء میں لارڈ ویول کو واپس بلوا لیا گیا اور اس کی جگہ پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے ہند بنا دیا گیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے فوری طور پر یہ محسوس کر لیا کہ بغیر دیر کیے اب ہندوستان کو تقسیم ہو جانا چاہیے۔ اس نے 3 جون کے منصوبہ کا اعلان کیا۔ اس کے بعد قانون آزادی ہند کا اعلان کیا گیا۔ اس طرح 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا اور قائداعظم محمد علی جناحؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ دو قومی نظریہ کے پرزور حامی تھے وہ مسلمانوں ایک علیحدہ اور نمایاں قوم تصور کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ پاکستان اُسی روز وجود میں آ گیا تھا جب پہلا ہندوستانی حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی دانشمندانہ قیادت نے مسلمانوں کو سیاست کے عملی میدان میں شامل ہونے کے لئے راستہ مہیا کیے۔ قائداعظمؒ کی سیاسی بصیرت کی وجہ سے انگریزوں اور ہندوؤں کی تمام تر چالیں ناکام ہو گئیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے بروقت اقدامات اور سیاسی طریقہ کار نے انگریزوں کے سامنے یہ بات واضح کر دی کہ برصغیر میں مسلمان ایک عظیم مقاصد رکھنے والی قوم ہیں اور وہ سیاسی اور سماجی تنظیم سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس طرح مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ سیاسی جماعت کی حیثیت سے مقبولیت حاصل ہوئی اور برصغیر کے مسلمان اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول میں کامیاب ہو گئے۔

سوال نمبر2:۔ قائداعظمؒ نے نئی قائم شدہ ریاست پاکستان کے استحکام کے لئے کیا رہنما اصول دیئے؟ تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کے استحکام اور مضبوطی کے لئے قائداعظم کی خدمات

(Services of the Quaid-e-Azam in the Stability and Consolidation of Pakistan)

قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک مضبوط شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے کردار میں استحکام پذیری کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ ظاہری طور پر وہ سخت مزاج معلوم ہوتے تھے لیکن درحقیقت وہ ایک رحمدل انسان تھے لیکن انہوں نے ہمیشہ اصولوں کی پیروی کی۔ تحریک پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کا کردار اور ان کی قائدانہ صلاحیتیں صاف اور عیاں ہیں۔ اس تحریک میں قائداعظمؒ کی شخصیت اور ان کی بصیرت ہی نے اتنے مشکل اور کٹھن کام کو آسان بنا دیا اور پاکستان کی عظیم اسلامی مملکت روئے ارض پر نمودار ہوئی جہاں قیام پاکستان کے لئے بے شمار قربانیوں اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت تھی، اس کے قائم رکھنے اور مضبوط بنانے کے لئے بھی سخت محنت اور لگن درکار تھی۔ قائداعظمؒ کی عظیم شخصیت اور ان کی قیادت نے اس کام کو بہت آسان بنا دیا۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد ایک قومی جذبہ بیدار کیا جس کے سامنے دنیا کی کوئی بھی مشکل ہیچ تھی۔ قائداعظمؒ نے کوشش کی کہ ابتداء میں تمام مسائل کا اصولی طور پر حل تلاش کر کے ایسا لائحہ عمل بنا لیا جائے جس پر چل کر ملکی ترقی کی راہوں کی آسانی سے نشاندہی ہو سکے۔ مگر قدرت نے قیام پاکستان کے بعد بہت ہی قلیل عرصہ کے لئے انہیں زندگی کی مہلت عطا کی۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس کراچی میں 11 اگست 1947ء کو ہوا۔ یہ دستور ساز اسمبلی اُن ممبران پر مشتمل تھی جو ان علاقوں سے منتخب ہوئے تھے جو اس وقت پاکستان میں شامل ہوئے۔ 14 اگست 1947ء کو قائداعظم پاکستان کے پہلے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ لیاقت علی خان کو ملک کا پہلا وزیراعظم مقرر کیا گیا۔ اگرچہ قانون مجریہ ہند۔1935ء کے ترمیم شدہ قانون کے مطابق گورنر جنرل کے اختیارات محدود تھے مگر قائداعظمؒ کی عوام میں بے پناہ مقبولیت کی وجہ سے اور ان کی ہر دلعزیزی کی بدولت انہیں خود بخود وسیع اختیارات حاصل ہو گئے تھے چنانچہ انہوں نے کئی مرتبہ کابینہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ قائداعظمؒ نے توجہ طلب مسائل کے حل کی طرف فوری طور پر توجہ دی اور رہنما اصول بیان کر کے قوم کی رہنمائی کی۔ قوم نے قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہا جس کی بدولت اس نوزائیدہ مملکت نے ترقی اور خوشحالی کی منازل طے کرنا شروع کر دیں۔ پاکستان کے استحکام اور مضبوطی کے لئے قائداعظمؒ کی خدمات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہ رہنما اصول تھے جنہیں قائداعظمؒ نے نوزائیدہ مملکت کے استحکام کے لئے وضع کیا۔

(1) مہاجرین کی آبادکاری (Rehabilitation of Refugees)

قیام پاکستان کے وقت مہاجرین کی آبادکاری ایک اہم ترین مسئلہ تھا اور اس مسئلہ کی جانب قائداعظمؒ نے سب سے زیادہ توجہ دی۔ قائداعظمؒ ریلیف فنڈ قائم کیا گیا۔ عوام اور صاحب ثروت لوگوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے مسلمان مہاجر بھائیوں کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد کریں۔ اکتوبر 1947ء میں قائداعظمؒ کچھ عرصہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے تاکہ وہاں مہاجرین کے آنے والے زبردست سیلاب سے پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لے سکیں اور ان لٹے پٹے بے سہارا افراد کے لئے رہائش اور خوراک کا بندوبست کر سکیں۔ 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا کہ اب ہم پاکستانیوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لاکھوں تباہ حال مہاجرین جو اپنا سب کچھ بھارت میں چھوڑ کر پاکستان آ رہے ہیں، ان کی ہر ممکن امداد کریں اور انہیں یہ مصیبتیں صرف اس لئے نہ سہنا پڑیں کہ وہ مسلمان ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے شہریوں سے بھی اپیل کی کہ وہ نہایت مبر سے کام لیں اور ہر لحاظ سے اپنے مہاجر بھائیوں کی آبادکاری میں حکومت کی مدد کریں۔ قائداعظمؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پاکستان کے عوام نے بھرپور حصہ لیا۔ ریلیف فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیا اور ہر سطح پر مہاجرین کی امداد کی۔

(2) سرکاری افسران کو رویہ تبدیل کرنے کی تلقین

(Advice to the Government Officers to Change their Attitude)

قائداعظمؒ نے بڑے واضح الفاظ میں فرمایا کہ قیام پاکستان کے بعد اب سرکاری افسران کا کردار حاکم سا نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہ عوام کے خادم بن کر رہیں۔ 25 مارچ 1948ء کو سرکاری افسران سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

> ''آپ تمام سرکاری افسران کو قوم کے خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔ انہیں کسی سیاسی جماعت سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہیے کوئی بھی سیاسی جماعت برسر اقتدار آ سکتی ہے مگر سرکاری افسران کا رویہ عوام کے ساتھ ایسا ہونا چاہیے کہ ان کو احساس ہو کہ سرکاری افسران حکمران نہیں بلکہ قوم کے خادم ہیں۔ تمام سرکاری افسران ایمانداری اور نابت قدمی کے ساتھ اپنے فرائض کو سرانجام دیں۔ اگر سرکاری افسران میری نصیحت پر عمل پیرا ہوں گے تو مجھے یقین ہے کہ عوام کی نگاہ میں اُن کا مقام اور مرتبہ بلند ہو گا''۔

قائداعظمؒ کے فرمان کا جملہ سرکاری افسران اور اہلکاروں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور انہوں نے نہایت محنت سے، دن رات ایک کر کے ابتدائی بحران سے پاکستان کو نکالا۔

(3) صوبائی اور نسلی تعصب سے گریز کرنے کی تلقین (Advice to Shun Parochialism and Ethnic Prejudices)

صوبائی اور نسلی خطرات کو بھانپتے ہوئے قائداعظمؒ نے قوم کو بروقت اس کی جانب متوجہ کرایا۔ قائداعظمؒ نے 15 جون 1948ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب ہم پاکستانی ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی بلوچی، پٹھان، سندھی، بنگالی اور پنجابی نہیں بلکہ ہم سب پاکستانی ہیں۔ ہماری سوچ اور ہمارا عمل ایک پاکستانی کی حیثیت سے ہونا چاہیے اور ہمیں پاکستانی ہونے پر فخر کرنا چاہیے۔ قائداعظمؒ نے مختلف صوبوں کا دورہ کیا اور ان کے مسائل پر توجہ دی۔ ان صوبوں کے عوام کو نئی امیدوں اور پاکستان سے وابستگی کے جذبات کو تیز کر کے انہیں نئی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے صوبہ خیبر پختونخواہ میں وزیرستان ایجنسی سے نو جیس بنا دیں اور اس طرح اس علاقے کے لوگوں کو یہ احساس دلایا گیا کہ یہ بھی پاکستان کا ایک اٹوٹ انگ ہیں۔ انہوں نے سرحدی علاقوں کی ایک نئی وزارت قائم کی۔ کراچی کو ملک کا دارالخلافہ بنا دیا۔ ریاستوں کی پاکستان میں شمولیت کو یقینی بنایا۔ اس میں خاص طور پر مسئلہ ریاست قلات کا تھا۔

(4) پاکستان کی معیشت کے رہنما اصولوں کا تعین

(Emunciation of the Fundamental Principls for the Economy of Pakistan)

معیشت اور اقتصادیات جیسا اہم مسئلہ بھلا قائداعظمؒ کی نظروں سے کیسے اوجھل رہ سکتا تھا۔ پاکستان کے مستقبل کے مجوزہ نظام سے متعلق قائداعظمؒ نے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے افتتاح کے موقع پر یکم جولائی 1948ء کو فرمایا کہ مغربی معاشی نظام نے انسانیت کے لئے لاقعدادنا قابل حل مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ مغربی طرز کا معاشی نظام ہمارے ملک میں ترقی اور خوشحالی پیدا نہیں کر سکتا، اس لئے ہمیں اپنی بہبود کے لئے کوئی نیا طریقہ وضع کرنا ہو گا اور دنیا کو ایسا معاشی نظام پیش کرنا ہو گا جس کی بنیاد اسلامی مساوات اور معاشرتی انصاف پر مبنی ہوں۔ ایسا کرنے سے ہم مسلمان قوم کی حیثیت سے دنیا کو ایک ایسا معاشی نظام دینے میں کامیاب ہو جائیں گے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے امن کا پیغام بن کر آئے گا اور یاد رہے کہ امن ہی سے انسانیت کی بقاء اور خوشحالی قائم رہ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فوری مسئلہ لاکھوں مہاجرین کی آبادکاری کا تھا۔ دوسری طرف بھارت نے تقسیم کے اصول کے مطابق پاکستان کے حصے میں آنے والے سرمایہ میں سے ایک کثیر رقم پاکستان کو ادا نہ کی تھی۔ اس طرح اس ملک کو ابتداء ہی میں مالی بحران سے دوچار ہونا پڑا۔ قائداعظمؒ نے اس مسئلہ کو بڑی سنجیدگی سے لیا۔ انہوں نے مہاجرین کی بحالی کے لئے ایک ریلیف فنڈ قائم کیا جس سے صورت حال کسی حد تک سنبھل گئی۔

(5) خارجہ حکمت عملی (Foreign Policy Strategy)

قیام پاکستان کے فوراً بعد قائداعظمؒ نے پاکستان کو اقوام متحدہ کا رکن بنانے کی طرف توجہ دی۔ قائداعظمؒ کی ہدایت کے مطابق قیام پاکستان سے چند مہینوں کے اندر بہت سے ممالک کے ساتھ پاکستان کے سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ قائداعظمؒ کی خارجہ پالیسی میں مسلمان ممالک کے مابین اتحاد کا عنصر غالب رہا۔ قائداعظمؒ کی خارجہ پالیسی کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ تمام ممالک سے بالعموم اور ہمسایہ ممالک سے بالخصوص برابری کی بنیاد پر پاکستان کے دوستانہ تعلقات قائم ہوں۔ ابتداء ہی میں پاکستان کو خارجی معاملات میں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑا ان تمام مسائل کا محرک بھارت تھا۔

نومبر 1947ء میں ریاست جوناگڑھ پر جس نے بنیادی طور پر پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تھا، بھارت نے فوج کشی کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے قائداعظمؒ نے بھارتی حکومت کے ساتھ مذاکرات شروع کیے اور برطانوی حکومت کے دفتر دولت مشترکہ سے بھی مسلسل مراسلت کرتے رہے اس کا مقصد دولت مشترکہ کے دفتر کو مجبور کرنا تھا کہ وہ دونوں مملکتوں میں پائی جانے والی کشیدگی کو کم کرنے اور اس علاقے میں امن واستحکام قائم کرنے کے لئے کوئی تدبیر کرے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(6) طلبہ کو تعلیم کے حصول کی تلقین

(Advising the Students to Pay Full Attention Towards their Studies)

قائداعظم محمد علی جناح نوجوانوں کی ایک معاشرے کے لئے اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ نوجوان ہی کسی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اسی بات کے پیش نظر پشاور میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی تمام تر توجہ علم کے حصول کی جانب مرکوز کر دیں۔ قیام پاکستان کے سلسلہ میں طلباء نے جو اہم کردار ادا کیا، قائداعظمؒ نے اس کی تعریف کی مگر فرمایا کہ طلباء کو اب اجتماعی سیاست سے کلیتاً گریز کرنا ہوگا اسی میں پاکستان کی بقاء اور خوشحالی ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں اور تدبّر کی بدولت مسلمانان برصغیر کے لئے نہ صرف ایک علیحدہ مسلم ریاست حاصل کی بلکہ اس کو مستحکم کرنے کے لئے بھی کام کیا اور رہنما اصول بھی بیان کیے۔ اب یہ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم سے ہر ایک مملکت خداداد پاکستان کو مستحکم کرنے کے لئے اپنا بھرپور، مثبت اور فعال کردار ادا کرے تاکہ جو خواب مسلمانان جنوبی ایشیاء نے قائداعظمؒ کی والہانہ قیادت میں دیکھا تھا وہ صحیح معنوں میں شرمندہ تعبیر ہو اور یہ قطعہ زمین حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ اور اس کی سرزمین ثابت ہو۔

سوال نمبر۸:۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کیجئے۔

(1) مسئلہ کشمیر (2) سندھ طاس معاہدہ (3) ریڈکلف ایوارڈ

جواب: (1) مسئلہ کشمیر (The Kashmir Issue)

ریاست جموں وکشمیر برصغیر کی تمام شاہی ریاستوں میں سے ایک نہایت اہم ریاست تھی جس کی قریباً ایک ہزار کلومیٹر لمبی سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے۔ 1941ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی کُل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی 96 فیصد جبکہ جموں میں مسلمانوں کی آبادی 70 فیصد تھی۔ نسل، تمدن، خوراک، رسم ورواج اور لباس کے اعتبار سے ریاست کشمیر کے مسلمان پاکستان کے مسلمانوں سے بہت قریب تھے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے سب دریا بہہ کر پاکستان میں آتے ہیں۔ ریاست کے تینوں راستے سرینگر، جموں۔ سیالکوٹ، سرینگر۔ ایبٹ آباد اور سرینگر۔ راولپنڈی پاکستان آتے ہیں۔ اس کے علاوہ 1947ء میں ریاست جموں وکشمیر کا بیرونی دنیا سے بذریعہ سڑک کوئی راستہ نہ تھا مگر مکمل، مانوٹ پٹن اور ریڈکلف کے گٹھ جوڑ نے انتہائی دھاندلی سے کام لیتے ہوئے گورداسپور کا علاقہ بھارت میں شامل کر دیا اس کے نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کو سڑک کے ذریعہ جموں کا راستہ مہیا کر دیا گیا اور اس طرح کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کی سازش اور انتظامات مکمل ہو گئے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے مہاراجا نے بھی خفیہ طور پر کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔

تاریخی پس منظر (Historical Background)

کشمیر برصغیر کے شمالی حصہ میں موجود ایک اہم ریاست تھی۔ اس کی سرحدیں تبت، افغانستان اور روس سے ملتی تھیں۔ یہ ایک بڑی آبادی پر مشتمل ریاست ہے جس کی اکثریت مسلمان ہے۔ 1846ء میں ڈوگرہ خاندان نے اس ریاست کو انگریزوں سے 75 لاکھ روپوں کے عوض خریدا تھا۔ معاہدہ امرتسر کے مطابق یہ ریاست مہاراجا گلاب سنگھ کو فروخت کی گئی تھی۔ گلاب سنگھ اور اس کے بعد اس کے جانشینوں نے اس ریاست پر اپنا راج قائم کر لیا اور نہایت جابرانہ اور ظالمانہ انداز سے ریاست پر حکمرانی کی۔ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھائے جاتے تھے اور ان کے ساتھ بے انصافی کا روّیہ اختیار کیا جاتا تھا۔ ان پر بھاری محصولات عائد کر دیئے جاتے تھے جس کے باعث یہاں کے مسلمان غربت سے زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ ہندوؤں کے ساتھ اس طرح کا سلوک روا نہیں رکھا گیا تھا حکومت کی طرف سے فراہم کردہ سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں کو ترجیح دی جاتی۔ ڈوگرہ خاندان کے خلاف اور اس کی جابرانہ حکومت کے خاتمہ کے لئے پہلی آزادی کی لڑائی کشمیر میں 1930ء میں لڑی گئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی قیادت شیخ عبداللہ اور چوہدری غلام عباس نے کی۔ آس پاس کے علاقوں سے بھی مسلمان اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے کشمیر میں داخل ہو گئے۔ حکومت برطانیہ کی مدد سے اس تحریک کو کچل دیا گیا اور بڑے پیمانہ پر گرفتاریاں کی گئیں۔ اس کے بعد سر گلینسی (Sir Glancy) کی سربراہی میں کشمیر میں آئینی اصلاحات کی تشکیل کے لئے سفارشات کے حصول کے لئے ایک کمیشن تشکیل دیا گیا۔ 1947ء میں تقسیم ہند کے وقت کشمیر پر ڈوگرہ مہاراجا ہری سنگھ کی حکومت تھی۔ کشمیر کا یہ ہندو حکمران بھی ساتھ حکمرانوں کی طرح ظالم اور جابر تھا۔ تقسیم ہند کے وقت مہاراجا جابر کشمیر کے مسلم اکثریت کی طرف سے پاکستان سے الحاق کا دباؤ تھا۔ ایک ہندو ہوتے ہوئے وہ فطری طور پر کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کا خواہش مند تھا تاہم عوام کی جانب سے شدید دباؤ کا سامنا کرتے ہوئے اس نے پاکستان کے ساتھ فلاح اور ہم آہنگی کے لئے معاہدہ کر لیا۔ اس کے بعد کشمیر میں مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر قتل عام شروع ہوا تاکہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت کو کمزور کی جا سکے۔ تقریباً دو لاکھ مسلمان ہلاک کر دیئے اور 5 لاکھ کشمیری مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا۔ مہاراجا نے ریاست کی فوج اور پولیس سے تمام ملازمین کو برخواست کر کے ان سے ہتھیار رکھوا لیے۔ حکومت کی سرپرستی میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے خلاف پونچھ کے مسلم مجاہدین نے ہتھیار اٹھا لئے۔ مظلوم مسلمانوں کو مہاراجا کی طرف سے یہ کہا گیا کہ وہ کیمپوں میں جمع ہو جائیں تاکہ انہیں بحفاظت سیالکوٹ تک پہنچا دیا جائے۔ اس طرح دھوکہ دے کر نہتے مسلمانوں کو کیمپوں میں جمع کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ اس قتل عام کی خبر سن کر بہت سے قبائلی علاقوں کے مسلمان اور پاکستان سے بہت سے رضاکار اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے کشمیر کی ریاست میں داخل ہوئے۔ 24 اکتوبر 1947ء کو آزاد کشمیر کی حکومت

کا اعلان کیا گیا۔ مہاراجا ہری سنگھ بھاگ کر جموں پہنچ گیا اور طے شدہ سازش کے تحت اُس نے بھارت سے فوجی امداد طلب کی۔ جب اُس نے کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تو اسے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ہندوستانی افواج کشمیر کی جانب پیش قدمی کرنے لگیں تو قائداعظمؒ پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی (General Gracy) کو کشمیر پر حملہ کا حکم دیا مگر جنرل گریسی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ پاک وہند کی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ پاکستان نے بھارت کے ساتھ مذاکرات کیے تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پُرامن حل نکل سکے مگر یہ مذاکرات ناکام ہو گئے۔ ہندوستانی افواج کا کشمیر میں داخلہ پاکستان کی بقاء اور سالمیت کے لئے خطرے کا باعث تھا اسی لئے پاکستانی مسلح افواج کو پاکستانی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھیج دیا گیا انہیں یہ ہدایت کی گئی کہ وہ صرف دفاعی لحاظ سے اہم مقامات کی حفاظت کریں اور براہ راست ہندوستانی فوج سے الجھنے سے گریز کریں۔ لیکن جب ہندوستانی افواج نے پاکستانی سرحدوں کی طرف پیش قدمی کی تو پاکستان اور بھارت کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں بھارت کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور کشمیر کی وادی میں اس کی پوزیشن کمزور پڑ گئی۔ اس کے برعکس پاکستانی افواج نے اہم مقامات اور دفاعی لحاظ سے اہم فوجی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔

اقوام متحدہ کی مداخلت (The Interferonce of the United Nations)

بھارت نے فوجی لحاظ سے اپنی کمزور حیثیت کا مشاہدہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں ایک درخواست جمع کروائی اور اس درخواست میں پاکستان پر جموں وکشمیر میں فوجی دستے داخل کرنے کا الزام لگایا۔ جب پاکستان نے اس الزام کی تردید کی تو بھارت یکم جنوری 1948ء کو اس مسئلہ کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے گیا اور یہ وعدہ کیا کہ ریاست میں امن وامان کی بحالی کے بعد کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق مسئلہ کشمیر کو حل کر دیا جائے گا۔ 12 اگست 1948ء اور 5 جنوری 1949ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل مسئلہ کشمیر سے متعلق دو قراردادیں پاس کیں۔ ان قراردادوں کو پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کی حکومتوں نے تسلیم کیا۔ ان قراردادوں کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) فوری طور پر جنگی کارروائیاں روک دی جائیں۔ متنوعہ کشمیر اور آزاد کشمیر سے متعلق فیصلہ اقوام متحدہ کے بھارت اور پاکستان کے لئے تشکیل دیئے گئے کمیشن (UNCIP) کی نگرانی میں کیا جائے گا۔

(ii) دونوں ممالک کی حکومتیں فوری طور پر کشمیر سے اپنی فوجوں کی نکاسی کے احکامات جاری کریں گی۔

(iii) کشمیر میں عوامی اظہار رائے اقوام متحدہ کی زیر نگرانی کرایا جائے گا۔

کشمیر کی اہمیت (Importance of Kashmir)

کشمیر کی ریاست جغرافیائی لحاظ سے مغربی پاکستان کے میدانی علاقوں سے ملتی ہے۔ دریائے سندھ، جہلم اور چناب کشمیر سے نکلتے ہیں۔ کشمیر کا سڑکوں اور ریلوے کے نظام کے ذریعے پاکستان کے ساتھ رابطہ ہے۔ لکڑی جو کشمیر کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے اور برآمد کی جاتی ہے اکثر پاکستان میں موجود دریاؤں کے پانی میں بہتی ہوئی آ جاتی ہے۔ کشمیری عوام کی اکثریت کی ثقافت اور پاکستانی عوام کے ثقافت کے درمیان قریبی روابط پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں ریاستوں کے مسلمان جوں کہ ایک ہی مذہب کے پیروکار ہیں اس لئے ان کے رسوم ورواج میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کشمیر بالخصوص معدنی ذخائر سے مالا مال ایک ریاست ہے۔ کشمیر کی ریاست کی سرحدیں تبت، چین اور روس سے ملتی ہیں اس لئے جغرافیائی لحاظ سے بھی یہ ایک بہت اہم ریاست ہے۔

مسئلہ کشمیر اور پاکستان اور بھارت کے تعلقات (Kashmir Issue and Relations of Pakistan and India)

جنگ بندی کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کرنا ممکن نہ ہو سکا حالانکہ اقوام متحدہ کی جانب سے اس کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ کی جانب سے کئی کمیشنوں نے دونوں ممالک کے دورے کیے لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ بھارت نے 1949ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے پیش کردہ تجاویز کو مسترد کر دیا۔ 1950ء میں سر ڈکسن (Sir Dickson) کی تیادت میں ایک وفد مذاکرات کے لئے بھیجا گیا لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ 1954ء میں بھارت نے مسلح افواج کی نگرانی میں کشمیر کی وادی میں استصواب رائے کرانا۔ کشمیر میں ایک غیر حقیقی اسمبلی قائم کی گئی جس نے کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کی توثیق کر دی۔ پاکستان نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ روس نے بھارت کو اسلحے کی فراہمی شروع کر دی۔ یہ صورت حال پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرے کا باعث تھی۔ 1963ء میں بھارت نے دستوری لحاظ سے کشمیر کو ایک صوبہ کا درجہ دینے کیلئے اقدامات شروع کیے۔ پاکستان نے اس سلسلے میں اقوام متحدہ میں ایک درخواست جمع کرائی۔ 7 دسمبر 1963ء کو سری نگر میں واقع حضرت بال رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف سے آنحضرت ﷺ کا موئے مبارک چوری کر لیا گیا جس پر پورے کشمیر میں احتجاج کی ایک لہر دوڑ گئی۔ جب بھارت نے شیخ عبداللہ کو جیل سے رہا ہونے کے فوراً بعد اُس نے اعلان کیا کہ ایوب اور نہرو کے درمیان ایک معاہدہ 1964ء میں طے پائے گا تاہم اس سے پہلے ہی نہرو کا انتقال ہو گیا اور شیخ عبداللہ کو ایک مرتبہ پھر جیل میں قید کر دیا گیا۔ لعل بہادر شاستری ہندوستان کے نئے وزیراعظم تھے۔ 1965ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان رن کچھ کے مقام پر جھڑپیں ہوئیں۔ مجاہدین نے بھی اس دوران بھارت کے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کر دی۔ 15 اگست 1965ء کو بھارت نے کارگل کی چوکی پر قبضہ کر لیا۔ 24 اگست 1965ء کو سرحد پر موجود ایک گاؤں اکھنور شریف پر ہندوستانی افواج کی طرف سے گولہ باری کی گئی۔ 6 ستمبر 1965ء کو بھارت کی افواج نے پاکستان کی بین الاقوامی سرحد کو عبور کرتے ہوئے اچانک لاہور کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اس پر پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ طور پر جنگ شروع ہو گئی جو سترہ روز تک جاری رہی اور بالآخر اقوام متحدہ کی اپیل پر جنگ بندی کرائی گئی۔ اس کے بعد

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

جنرل ایوب خان اور لعل بہادر شاستری کے درمیان مذاکرات ہوئے جس کے نتیجہ میں معاہدہ تاشقند پر دستخط کیے گئے۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان ایئر فورس نے شمالی ہندوستان میں اہم فوجی مقامات کو نشانہ بنایا۔ 4 دسمبر 1971ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر ہوائی حملے کیے اور اس کے ساتھ ہی زمینی طور پر بھی فوجی پیش قدمی کا آغاز کر دیا۔ مختلف اطراف سے مشرقی پاکستان پر حملہ کرتے ہوئے ہندوستانی افواج نے ڈھاکہ پر قبضہ کر لیا۔ 6 دسمبر 1971ء کو بھارتی حکومت نے بنگلہ دیش کی صوبائی حکومت کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان میں متعین فوجی کمانڈر جنرل نیازی کو جنرل یحییٰ خان کی طرف سے جنگ بندی کا حکم نامہ جاری کیا گیا۔ 21 دسمبر 1971ء کو جمہوریہ بنگلہ دیش کے قیام کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا۔ 1971ء کی جنگ کے بعد پاکستان کے صدر ذوالفقار علی بھٹو اور بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے درمیان شملہ معاہدے پر دستخط ہوئے اور یہ معاہدہ 2 جولائی 1971ء کو طے پایا۔ شملہ معاہدہ پر عمل درآمد کو پیش نظر رکھتے ہوئے 28 اگست 1973ء کو معاہدہ دہلی پر بھی دستخط ہوئے۔ ایک مشترکہ کمیشن کے قیام کی غرض سے 10 مارچ 1983ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک اور معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ جب ہندوستانی افواج کی طرف سے سیاچن گلیشیئر کی پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا گیا تو ایک مرتبہ پھر پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدہ پر پاکستان کی طرف سے محترمہ بے نظیر بھٹو اور بھارت کی طرف سے بھارتی وزیر اعظم راجیو گاندھی نے دستخط کیے۔ اس معاہدے کے تحت نئے کلیئر تصیبات پر حملہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ سیاچن گلیشیئر سے ہندوستانی افواج کو ہٹانے کے سلسلے میں بھی مذاکرات ہوئے۔ تاہم پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں جو گرم جوشی 1988ء میں دیکھنے میں آئی وہ 1990ء کے آغاز میں ہی ماند پڑ گئی کیونکہ کشمیر میں مجاہدین کے خلاف بھارتی جارحیت میں اضافہ ہوا اور مجبوراً پاکستان کو کشمیری مجاہدین کی امداد کیلئے ہر ممکن اقدامات کرنا پڑے۔ 18 مئی 1974ء کو بھارت نے اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کیا اور 1992ء میں کم صدر کھنے والے پرتھوی میزائلوں کا تجربہ کیا گیا۔ 6 دسمبر 1992ء کو بابری مسجد کی شہادت اور نیوکلیائی ہتھیاروں کے پھیلاؤ پر مذاکرات کے لئے بھارت کی نا آمادگی نے ایک مرتبہ پھر پاکستان اور بھارت کے تعلقات کو کشیدہ کر دیا۔ ہندوستانی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی نے پاکستان کا دورہ کیا اور فروری 1999ء میں پاکستانی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور بھارتی وزیر اعظم کے درمیان مسئلہ کشمیر اور پاکستان اور بھارت کے درمیان دیگر تنازعات کو حل کرنے کیلئے بات چیت ہوئی۔ میاں محمد نواز شریف کی حکومت نے 28 مئی 1998ء کو ایٹمی دھماکہ کیا تھا جس سے پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات میں ایک تناؤ پیدا ہو گیا تھا لیکن اس بات چیت کی وجہ سے امید کی نئی راہیں پیدا ہوئیں۔ مگر کارگل کے مسئلہ پر پاکستان اور بھارت کے تعلقات ایک مرتبہ پھر بری طرح خراب ہو گئے۔ 15 مئی 1999ء کو کارگل کے محاذ پر پاکستان اور بھارت کی افواج کے درمیان ایک بڑی جھڑپ ہوئی۔ امریکہ اور یورپی ممالک نے پاکستانی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ نواز شریف امریکہ چلے گئے جہاں 4 جولائی 1999ء کو انہوں نے واشنگٹن معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ کارگل کے مسئلہ نے افواج پاکستان اور حکومت کے مابین مسائل کو جنم دیا۔ جنرل پرویز مشرف نے 12 اکتوبر 1999ء کو نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر کے خود اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ جولائی 2001ء میں بھارتی وزیر اعظم کی دعوت پر جنرل پرویز مشرف نے بھارت کا دورہ کیا۔ جنوری 2003ء میں پاکستان اور بھارت کے تعلقات بہتر ہو گئے۔ 5 جنوری 2004ء کو بھارتی وزیر اعظم نے صدر پاکستان پرویز مشرف سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں دونوں رہنماؤں نے مسئلہ کشمیر اور دہشت گردی پر تفصیلی مذاکرات کیے۔ مسئلہ کشمیر پاکستان اور بھارت کے بہتر تعلقات کی راہ میں بنیادی رکاوٹ ہے لیکن بدقسمتی سے بھارت کی روایتی سامراجیت کی وجہ سے آج تک یہ مسئلہ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی کا باعث بنا ہوا ہے۔

سندھ طاس معاہدہ (Indus Basin Treaty)

پنجاب کی تقسیم کے نتیجہ میں پاکستان میں بہنے والی ندیوں کے ہیڈ ورکس بھارت میں شامل ہو گئے۔ یکم اپریل 1948ء کو بھارت نے ان ہیڈ ورکس سے پاکستانی نہروں کا پانی بغیر پیشگی اطلاع دیئے بغیر بند کر دیا۔ اس فعل سے بھارت کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان نہروں سے سیراب ہونے والی پاکستان کی زرخیز زمین بے آب و گیاہ صحراء میں تبدیل ہو جائے اور اس کی معیشت کو نقصان پہنچے۔ 19 ستمبر 1960ء کو پاکستان اور بھارت کے مابین نہری پانی کے تنازعہ کو حل کرنے کیلئے ایک معاہدہ طے پایا جسے "سندھ طاس معاہدہ" کہا جاتا ہے اس معاہدہ کیلئے پاکستان کی طرف سے صدر ایوب خان اور بھارت کی طرف سے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے نمائندگی کی۔ دونوں حکومتوں نے 1961ء میں اس معاہدہ کی توثیق کر دی

تاریخی پس منظر (Historical Background)

نہری پانی کے تنازعہ کی بنیاد صوبہ پنجاب کی تقسیم بنی۔ یہ تنازعہ اس وقت پیدا ہوا جب بھارت نے مغربی پنجاب کی طرف بہنے والی نہروں کا پانی یکم اپریل 1948ء کو بند کر دیا جس سے مغربی پنجاب میں فصلوں کے نقصان اور خشک سالی کے خطرات پیدا ہو گئے۔ مغربی پاکستان کی مٹی زرخیز تھی لیکن یہاں کی آب و ہوا گرم اور خشک تھی۔ یہاں بارشیں کم ہوتی تھیں اور فصلوں کی سیرابی کیلئے ناکافی تھیں۔ پاکستان کی معیشت کا انحصار زراعت پر تھا اور زراعت کیلئے فصلوں کی سیرابی دریائے سندھ اور اس کے پانچ معاون دریاؤں کی مدد سے کی جاتی تھیں۔ تین مغربی دریا، دریائے سندھ، جہلم اور چناب پاکستان میں ریاست جموں و کشمیر سے ہوتے ہوئے داخل ہوتے تھے جبکہ مشرقی دریا راوی، بیاس اور ستلج پاکستان میں بھارت سے ہوتے ہوئے داخل ہوتے تھے۔ پاکستان کی زراعت کلی طور پر دریائے سندھ کے پانی کے نظام پر منحصر تھی جو مغربی پاکستان کیلئے زندگی کو رواں دواں رکھنے کا ایک وسیلہ تھا۔ اس کے برعکس ہندوستان میں دریاؤں کے گئی نظام تھے جو بحر کی رفتاری سے بہت ہوئے سمندر میں جا گرتے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت یہ فیصلہ کیا گیا کہ نہروں کے ہیڈ ورکس بھارت کے حوالے کر دیئے جائیں اور اس طرح بھارت کو پانی کی قلت پیدا کرنے کا موقع فراہم کر دیا گیا۔ بھارت نے ان مقامات پر بند بھی تعمیر کیے جہاں سے دریاؤں کا پانی بھارت سے پاکستان میں داخل ہوتا تھا۔ پنجاب کی تقسیم کے نتیجہ میں پاکستان اور بھارت کے درمیان بہنے والے بالائی اور زیریں معاون دریا بھی تقسیم ہو گئے۔ بھارت نے وعدہ کیا کہ وہ ان دریاؤں کے پانی کے بہاؤ میں کسی قسم

کی مداخلت نہیں کرے گا جو مغربی پاکستان میں کھیتوں کی سیرابی کیلئے بہت اہم تھے۔ لیکن تقسیم ہند کے چھ ماہ بعد اور بھارت دریائے راوی اور دریائے ستلج کا پانی روک دیا جو مغربی پاکستان میں زراعت پر ایک خوفناک حملہ تھا۔ تاہم پاکستان نے عالمی بینک کے تعاون سے پانی کی رکاوٹ کے اس مسئلہ پر قابو پا لیا۔ پاکستان نے معاشی بدحالی سے بچاؤ کے لئے بھارت سے نقد رقوم کی ادائیگی پر بھی پانی خریدا۔ نہری پانی کا تنازعہ پاکستان اور بھارت کے مابین ایک تناؤ کا باعث بنا رہا۔ عالمی بینک کے تعاون سے سندھ طاس معاہدہ کے ساتھ یہ مسئلہ حل کیا گیا۔

سندھ طاس معاہدہ کا اطلاق (Implementation of Indus Basin Treaty)

سندھ طاس معاہدہ کے مطابق پاکستان اور بھارت کے مابین ایک تصفیہ طے پایا اور پاکستان کو تین مغربی دریاؤں جہلم، چناب اور دریائے سندھ کے پانی کے استعمال کے مکمل حقوق اور اختیارات حاصل ہو گئے جبکہ بھارت کو تین مشرقی دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی کے پانی کے استعمال کے مکمل حقوق اور اختیارات دے دیئے گئے۔ حکومت پاکستان نے مشرقی دریاؤں ستلج، بیاس اور راوی میں پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک عظیم الشان منصوبہ کا آغاز کر دیا۔ اس معاہدہ کے تحت نئے ڈیم اور بیراج تعمیر کیے گئے اور رابطہ نہروں کے ذریعے ملک کے مشرقی حصوں میں پانی کی ترسیل کو ممکن بنایا گیا۔ سندھ طاس معاہدہ کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ پاکستان کے دریاؤں میں پانی کے بہترین طریقے سے استعمال کو ممکن بنایا جائے گا اور دو ڈیم، پانچ بیراج اور سات رابطہ نہریں تعمیر کی جائیں گی۔ بھارت بھی اس منصوبہ پر اٹھنے والے کل اخراجات میں سے 200 ملین روپے کی ادائیگی کرے گا جبکہ باقی اخراجات کے لئے رقم پاکستان کے دوست ممالک کی طرف سے ادا کی جائے گی۔

(3) ریڈکلف ایوارڈ (Radcliff's Award)

3 جون 1947ء کے منصوبہ کے تحت پنجاب اور بنگال کی قانون ساز اسمبلیوں نے ان صوبوں کی تقسیم کے حق میں فیصلہ دیا، لہٰذا دانسرائے ہند نے بنگال اور پنجاب کے لئے دو باؤنڈری کمیشن 30 جون 1947ء کو مقرر کیے۔ ان دونوں کمیشنوں کا مشترکہ صدر سر سائرل ریڈکلف ایک برطانوی وکیل کو مقرر کیا گیا۔ دونوں مملکتوں کے مابین حد بندی کا کام نہایت اہم اور نازک نوعیت کا تھا، اس لئے قائداعظمؒ نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ کام اقوام متحدہ کی نگرانی میں کسی غیر جانبدار ادارے کے سپرد ہونا چاہیے لیکن کانگریس نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کے بعد قائداعظمؒ نے یہ تجویز دی کہ برطانیہ کی پریوی کونسل (Privy Council) کے ججوں کے ذریعہ حد بندی کا کام کروایا جائے لیکن اس بار ماؤنٹ بیٹن نے کانگریس کا کردار ادا کیا اور اس تجویز سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اسے نامنظور کر دیا۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے 3 جون 1947ء کو آل انڈیا ریڈیو سے منصوبے کا اعلان کرتے وقت پاکستان کی جو جغرافیائی حدود بیان کی تھیں، ان کی رو سے مکمل آسام کے علاوہ مشرقی پنجاب کے علاقے گورداسپور، فیروز پور اور جالندھر کے مسلم اکثریت والے اضلاع کی پاکستان میں شمولیت کا ہر ممکن امکان تھا، مگر ریڈکلف نے حد بندی کے کام میں انصاف کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صریحاً جانبداری سے کام لیا اور پاکستان کو بعض انتہائی اہم علاقوں سے محروم کر دیا۔ یہ فیصلہ ریڈکلف ایوارڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پاکستان کے لئے ایسے مسائل پیدا ہو گئے جو آج تک اس کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں ناقابل عبور رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

پنجاب کی حد بندی میں ریڈکلف نے مسلم اکثریت کی تحصیلیں، گورداسپور، بٹالہ، فیروز پور اور ڈیرہ بھارت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح ایک انتہائی گہری سازش کے تحت ریاست جموں و کشمیر کو بعد میں بھارت سے ملانے کیلئے گورداسپور کے ذریعے راستہ مہیا کیا گیا اور یوں کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضہ کی راہ ہموار ہو گئی۔ مغربی پنجاب کی کئی نہروں کے ہیڈ ورکس بھارت کو دے دیئے گئے اور یوں نہری پانی کا مسئلہ پیدا کیا گیا۔ بنگال کی حد بندی کے ایوارڈ میں کلکتہ کا شہر اور بندرگاہ، ضلع مرشد آباد اور ندیہ کے علاقے بھارت میں شامل کر دیئے گئے۔ ریڈکلف ایوارڈ پر تبصرہ کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"یہ ایوارڈ غیر منصفانہ، ناقابل فہم بلکہ غیر معقول ہے۔ چوں کہ میں اس پر عمل کرنے کا عہد کر چکا ہوں، اس لئے یہ ہم پر لازم ہے۔"

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم مختصر سوالات و جوابات
(IMPORTANT SHORT QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر۱:۔ ان رہنماؤں کے نام تحریر کیجئے جنہوں نے سرسید احمد خان کی تحریک میں حصہ لیا۔

جواب: سرسید احمد خان کی تحریک میں شمولیت کرنے والے رہنما

(Leaders Participated in Sir Syed Ahmed Khan Movement)

دو رہنما جنہوں نے سرسید احمد خان کی تحریک میں حصہ لیا ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) ڈھاکہ کے نواب سلیم اللہ خان (ii) نواب محسن الملک (iii) نواب وقار الملک (iv) سر آغا خان
(v) سید امیر علی (vi) چوہدری رحمت علی (vii) علامہ اقبال (viii) سر عبداللہ ہارون

سوال نمبر۲:۔ 23 مارچ 1940ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کس نے کی؟ اس سالانہ اجلاس میں کون سی قرارداد پاس ہوئی؟

جواب: مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس۔1940ء (Annual Session of Muslim League)

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 23 مارچ 1940ء میں لاہور میں منعقدہ سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ اس سالانہ اجلاس میں قرارداد لاہور پاس کی گئی جو بعد میں قرارداد پاکستان کے نام سے مشہور ہوئی۔

سوال نمبر۳:۔ قرارداد پاکستان میں مسلمانوں کا بیان کردہ نصب العین بیان کیجئے۔

جواب: مسلمانوں کا ظاہر کردہ نصب العین (The Goal Expressed by the Muslims)

قرارداد پاکستان کا مقصد مسلمانوں کی طرف سے یہ دعویٰ کرنا تھا کہ وہ کسی بھی آئینی منصوبہ کو اُس وقت قبول نہیں کریں گے جب تک کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلم اکثریت والے جغرافیائی لحاظ سے ملحقہ علاقے ظاہر کر کہ مسلمانوں کے لئے ایسی آزاد ریاستیں نہ بن جائیں جن کے اجزائے ترکیبی خود مختار اور صاحب اقتدار ہوں۔ اس طرح مسلمانان ہند نے قائداعظمؒ کی قیادت میں اپنے لئے ایک واضح نصب العین متعین کر لیا۔

سوال نمبر۴:۔ لارڈ ویول منصوبہ (Lord Wavell Plan) کیا تھا؟

جواب: لارڈ ویول منصوبہ (Lord Wavell Plan)

جون 1945ء میں لارڈ ویول (Lord Wavell) وائسرائے ہند نے برطانوی حکومت کی جانب سے متحدہ ہندوستان کی سیاسی جماعتوں پر مشتمل ایک عارضی حکومت کے قیام کی پیشکش کی جس میں دفاع کے علاوہ تمام شعبے ہندوستانی اراکین کے پاس ہوں گے لیکن اس منصوبہ کو مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے نامنظور کر دیا۔

سوال نمبر۵:۔ 46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو کیا کامیابی حاصل ہوئی؟

جواب: 46-1945ء کے انتخابات (The Elections - 1945-46)

46-1945ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی کی تمام مسلم نشستیں بھاری اکثریت سے جیت لیں اور صوبوں میں مسلمانوں کی مخصوص نشستوں کی تقریباً تے فیصد نشستیں حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی صرف اور صرف مسلم لیگ کرتی ہے۔

سوال نمبر۶:۔ سندھ طاس معاہدہ کب اور کن ممالک کے درمیان ہوا؟ پاکستان اور بھارت کے درمیان پانی کے تنازعہ سے متعلق کب اور کون سا معاہدہ ہوا؟

جواب: سندھ طاس معاہدہ (Indus Basin Treaty)

پاکستان اور بھارت کے درمیان 19 ستمبر 1960ء کے درمیان سندھ طاس معاہدہ طے پایا۔ پاکستان کی جانب سے صدر ایوب نے اس معاہدہ کے لئے نمائندگی کی جبکہ

بھارت کی جانب سے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے نمائندگی کی۔ دونوں ممالک کی حکومتوں نے 1961ء میں اس معاہدہ کی توثیق کی۔

سوال نمبر۷:۔ ان دریاؤں کے نام لکھیے جن کے استعمال کا حق پاکستان کو سندھ طاس معاہدہ کے تحت دیا گیا۔

جواب: دریاؤں کے نام (Names of Rivers)

اُن دریاؤں کے نام مندرجہ ذیل ہیں جن کے استعمال کا حق پاکستان کو سندھ طاس معاہدہ کے تحت دیا گیا۔

(i) دریائے جہلم (ii) دریائے چناب (iii) دریائے سندھ

سوال نمبر۸:۔ حد بندی کمیشن کا سربراہ کون تھا؟ اس نے کون سے علاقے ہندوستان کے حوالے کر دیئے جنہیں پاکستان میں شامل ہونا تھا؟ حد بندی کمیشن کا سربراہ کون تھا؟ اس نے کشمیر تک راہداری فراہم کرنے کی غرض سے کون سا علاقہ ہندوستان کے حوالہ کر دیا؟

جواب: حد بندی کمیشن (Boundary Commission)

3 جون 1947ء کے منصوبہ کے تحت صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی قانون ساز اسمبلیوں نے ان صوبوں کی تقسیم کے حق میں فیصلہ یا لہٰذا صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی تقسیم کے لئے دو حد بندی کمیشن کے لئے 30 جون 1947ء کو مقرر کیے۔ ان دونوں کمیشنوں کا مشترکہ صدر سر سائرل ریڈکلف کو مقرر کیا گیا جو لندن کا ایک معروف وکیل تھا۔ پنجاب کی حد بندی میں ریڈکلف نے مسلم اکثریت کی تحصیلیں، گورداسپور، بٹالہ، فیروز پور اور زیرہ بھارت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح ایک انتہائی گہری سازش کے تحت ریاست جموں و کشمیر کو بعد میں بھارت سے ملانے کے لئے گورداس پور کے ذریعے راستہ مہیا کیا گیا اور یوں کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضہ کے لئے راہ ہموار کی گئی۔

سوال نمبر۹:۔ معاہدہ امرتسر کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: معاہدہ امرتسر (The Treaty of Amritsar)

معاہدہ امرتسر برطانوی حکومت اور ڈوگرہ خاندان کے درمیان ایک معاہدہ تھا۔ معاہدہ امرتسر کے مطابق برطانوی حکومت نے ریاست کشمیر کو مہاراجا گلاب سنگھ کے ہاتھوں 1846ء میں 75 لاکھ روپوں کے عوض فروخت کر دی تھی۔

سوال نمبر۱۰:۔ پشاور میں طلباء میں اپنے خطاب کے دوران قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو کیا نصیحت کی؟

جواب: نوجوانوں کو قائداعظمؒ کی نصیحت (Quaid-e-Azam Advice to Young People)

کسی بھی معاشرے میں نوجوانوں کو جو اہمیت حاصل ہوتی ہے، قائداعظم محمد علی جناحؒ اس سے بخوبی آشنا تھے۔ نوجوان ہی کسی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اس بات کے پیش نظر پشاور میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو تلقین کی کہ وہ اپنی تمام تر توجہ حصول علم پر مرکوز کریں۔ قیام پاکستان کے سلسلہ میں طلباء نے جو اہم کردار ادا کیا، قائداعظمؒ نے اس کی تعریف کی مگر فرمایا کہ طلباء کو اب اجتماعی سیاست سے کلیتاً گریز کرنا ہوگا۔ اسی میں پاکستان کی خوشحالی اور بقاء ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم کثیر الانتخابی سوالات
IMPORTANT MULTIPLE CHOICE QUESTIONS (MCQs)

مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے لئے دیئے ہوئے ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

(۱) پاکستان اور بھارت کے درمیان سندھ طاس معاہدہ اس سن عیسوی میں طے پایا:
☆ 1948ء ☆ 1950ء ☆ 1955ء ☆ 1960ء

(۲) دوسری جنگ عظیم (1945 - 1939) نے ان کے عالمی اقتدار کو کمزور بنا دیا تھا:
☆ انگریزوں کے ☆ ترکوں کے ☆ جرمنوں کے ☆ امریکیوں کے

(۳) 1946ء میں تین کابینہ وزراء پر ایک وفد نے ہندوستان کا دورہ کیا اسے کہا جاتا ہے:
☆ شملہ وفد ☆ سائمن کمیشن ☆ کابینہ مشن ☆ کرپس مشن

(۴) جون 1945ء میں انہوں نے ایک عبوری حکومت کے قیام کی پیشکش کی:
☆ لارڈ ویفل لارلس ☆ لارڈ کرزن ☆ لارڈ ویول ☆ لارڈ ماؤنٹ بیٹن

(۵) لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اس خاندان کے ساتھ بہت قریبی اور دوستانہ تعلقات قائم تھے:
☆ گاندھی خاندان ☆ نہرو خاندان ☆ مغل خاندان ☆ قبائلی خاندان

(۶) قیام پاکستان کے بعد یہ پاکستان کے پہلے جنرل مقرر کیے گئے:
☆ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ☆ لیاقت علی خان ☆ قائداعظم محمد علی جناحؒ ☆ خواجہ ناظم الدین

(۷) پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے قائم کردہ حد بندی کمیشنوں کا سربراہ تھا:
☆ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ☆ سر سائرل ریڈکلف ☆ سر جان سائمن ☆ سر اسٹیفورڈ کرپس

(۸) سر سائرل ریڈکلف کو اس سن عیسوی میں حد بندی کمیشنوں کا چیئرمین مقرر کیا گیا:
☆ 15 جولائی 1945ء ☆ 6 فروری 1946ء ☆ 8 مارچ 1947ء ☆ 30 جون 1947ء

(۹) پاکستان کے قیام کے بعد اس شہر کو پاکستان کا دارالخلافہ بنایا گیا:
☆ اسلام آباد ☆ حیدرآباد ☆ کراچی ☆ لاہور

(۱۰) مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل کی جانب سے پاس کی جانے والی قراردادوں کی تعداد تھی:
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

(۱۱) قائداعظم نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے اجلاس سے 11 اگست 1947ء کو اس مقام پر خطاب کیا:
☆ لکھنؤ ☆ دہلی ☆ کراچی ☆ اسلام آباد

(۱۲) کشمیری عوام کشمیر کی ریاست کا الحاق اس ملک کے ساتھ کرنے کے خواہش مند تھے:
☆ بھارت ☆ پاکستان ☆ افغانستان ☆ چین

(۱۳) آزادی کے وقت کشمیر پر اس ڈوگرہ مہاراجا کی حکومت قائم تھی:
☆ مہاراجا گلاب سنگھ ☆ مہاراجا ہری سنگھ ☆ مہاراجا رنجیت سنگھ ☆ مہاراجا پرتاپ سنگھ

(۱۴) ایک اندازے کے مطابق 1948ء میں تقریباً اس تعداد میں مسلمان مہاجرین بھارت اور پاکستان کی سرحدیں عبور کر کے پاکستان میں داخل ہوئے۔
☆ 8 ملین ☆ 10.5 ملین ☆ 12.5 ملین ☆ 14.6 ملین

(۱۵) متحدہ ہندوستان کے محفوظ سرمایہ کی مقدار تھی:
☆ 40 کروڑ روپے ☆ 55 کروڑ روپے ☆ 4 ارب روپے ☆ 6 ارب روپے

(۱۶) اس صوبہ کی خلط اور غیر منصفانہ تقسیم کے نتیجہ میں نہری پانی کا تنازعہ پیدا ہوا:
☆ صوبہ سندھ ☆ صوبہ بنگال ☆ صوبہ پنجاب ☆ صوبہ بلوچستان

(۱۷) سندھ طاس معاہدہ کے مطابق پاکستان کو ان دریاؤں کے پانی کے استعمال کے حقوق حاصل ہوئے:
☆ تین مشرقی دریا ☆ تین مغربی دریا ☆ تین شمالی دریا ☆ تین جنوبی دریا

(۱۸) تین مشرقی دریاؤں جن میں دریائے چناب، دریائے جہلم اور _____ شامل تھے پاکستان کے حوالے کیے گئے:
☆ دریائے ستلج ☆ دریائے راوی ☆ دریائے سندھ ☆ دریائے جمنا

(۱۹) ریاست جوناگڑھ، _____ اور منگرول نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا تھا:
☆ حیدرآباد دکن ☆ جموں و کشمیر ☆ مناوادر ☆ کپورتھلا

(۲۰) کشمیر کی کل آبادی کا اتنے فیصد مسلمانوں پر مشتمل تھا:
☆ 80 فیصد ☆ 88 فیصد ☆ 96 فیصد ☆ 99 فیصد

(۲۱) 15 اگست 1947ء کو انہوں نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کے طور پر حلف اٹھایا:
☆ قائداعظم ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ لیاقت علی خان ☆ ملک فیروز خان نون

(۲۲) 11 اگست 1947ء کو انہوں نے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا:
☆ لیاقت علی خان ☆ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ☆ سردار عبدالرب نشتر ☆ قائداعظم

(۲۳) پاکستان کے پہلے وزیراعظم تھے:
☆ ملک غلام محمد ☆ لیاقت علی خان ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ سر غلام حسین ہدایت اللہ

(۲۴) 15 اگست 1947ء کو اس مقدس مہینہ کا آخری جمعۃ المبارک تھا:
☆ شعبان ☆ رجب المرجب ☆ شوال ☆ رمضان

(۲۵) 25 مارچ 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ان سے خطاب فرمایا:
☆ خواتین ☆ بزرگ شہریوں ☆ سرکاری افسران ☆ طلباء

(۲۶) تقسیم کے وقت پاکستان مسلح افواج کے کمانڈر ان چیف تھے:
☆ جنرل پاشا ☆ جنرل فنکری ☆ جنرل ویول ☆ جنرل گریسی

(۲۷) پاکستان اس سن عیسوی میں اقوام متحدہ کا رکن بنا:
☆ اگست 1947ء ☆ ستمبر 1947ء ☆ مارچ 1948ء ☆ نومبر 1948ء

(۲۸) قائداعظمؒ نے اس سن عیسوی میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا:
☆ یکم جولائی 1948ء ☆ 14 اگست 1947ء ☆ 14 اگست 1948ء ☆ 6 ستمبر 1948ء

(۲۹) محمد علی جناحؒ کی طرف سے اس سن عیسوی میں قائداعظمؒ ریلیف فنڈ قائم کیا گیا:
☆ 23 مارچ 1947ء ☆ 12 ستمبر 1947ء ☆ 22 ستمبر 1947ء ☆ 18 اکتوبر 1947ء

(۳۰) محمد علی جناحؒ کی طرف سے پاکستان فنڈ اس سن عیسوی میں قائم کیا گیا:
☆ 10 جون 1947ء ☆ 16 جون 1947ء ☆ 26 جولائی 1947ء ☆ 14 اگست 1947ء

(۳۱) قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس سن عیسوی میں مشرقی پاکستان کا دورہ کیا:
☆ مارچ 1948ء ☆ اپریل 1948ء ☆ مئی 1948ء ☆ جون 1948ء

(۳۲) پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے کراچی کو بطور پاکستان کے دارالخلافہ کا اعلان اس سن عیسوی میں کیا:
☆ اپریل 1948ء ☆ مئی 1948ء ☆ جون 1948ء ☆ اگست 1948ء

(۳۳) آزادی کے بعد 1947ء میں آزاد پختونستان کا نعرہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں انہوں نے لگایا:
☆ جی۔ایم سید ☆ شیخ مجیب الرحمٰن ☆ خان عبدالغفار خان ☆ قاضی محمد عیسیٰ

(۳۴) تقسیم ہند کے وقت ہندوستان میں شاہی ریاستوں کی تعداد تھی:
☆ 456 ☆ 562 ☆ 652 ☆ 265

(۳۵) قائداعظمؒ نے کئی مواقع پر یہ اعلان کیا کہ پاکستان کی سرکاری اور قومی زبان یہ ہوگی:
☆ بنگالی ☆ سندھی ☆ پنجابی ☆ اُردو

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

باب نمبر 4

اسلامی جمہوری ریاست کا قیام

ESTABLISHMENT OF ISLAMIC DEMOCRATIC STATE

اہم تفصیلی سوالات اور جوابات

(IMPORTANT DETAILED TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر1:- قیام پاکستان کے وقت نئی ریاست (پاکستان) کو درپیش مسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے دستوری مشکلات کا تفصیلی جائزہ لیجیے۔ پاکستان کو اپنے ابتدائی سالوں میں دستور سازی کے سلسلہ میں کن مسائل اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا؟ اس دوران جمہوری عمل کیوں ناکام رہا؟ بحث کیجئے۔ 1947ء سے 1956ء تک کے دستوری مراحل کا جائزہ لیجیے۔ پاکستان کو اپنے ابتدائی سالوں میں دستور سازی میں کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا؟ بیان کیجئے۔ پاکستان میں 1947ء تا 1973ء کے دوران آئینی ارتقاء پر مختصر بحث کیجیے۔

جواب: قیام پاکستان (Establishment of Pakistan)

پاکستان ایک نئے خودمختار آزاد ریاست کے طور پر 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا۔ پاکستان کا قیام جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی طویل جمہوری جدوجہد کے نتیجہ میں ممکن ہوا۔ اس جمہوری جدوجہد کی ابتداء سرسید احمد خان نے 1857ء کی مسلح جدوجہد آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کی تحریک سے کی تھی اور اسے منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے انتھک محنت کی اور ہندو اکثریت کی رکاوٹوں کے باوجود انتخابی آئینی لڑائی میں کامیابی حاصل کی اور جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے لئے حق خودارادیت کا حق تسلیم کرایا اور پاکستان ایک مسلم حقیقت کے طور پر معرض وجود میں آ گیا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد اگرچہ مملکت کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا تاہم ان کے حل کے ساتھ ساتھ پاکستان کی ریاست کے لئے ایک ایسے جمہوری آئین کی تیاری کی ضرورت تھی جو ملک کی مسلمان اکثریت کی روایات اور خواہشات کا آئینہ دار ہو۔

پاکستان کو درپیش ابتدائی مسائل (Initial Problems Faced by Pakistan)

قیام پاکستان کے بعد وہ پہلا مسئلہ جس کا سامنا اس نوزائیدہ مملکت کو کرنا پڑا وہ حکومت کی تشکیل اور ایک سیکریٹریٹ کے قیام کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی۔ کراچی کو پاکستان کا دارالخلافہ بنایا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے ملک کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا اور لیاقت علی خان کو پاکستان کا پہلا وزیراعظم مقرر کیا گیا۔ ایک حد بندی کمیشن ایک برطانوی وکیل سر سرائل ریڈکلف کی صدارت میں قائم کیا گیا۔ اس نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا اور گورداسپور اور فیروز پور جیسے مسلم اکثریت کے علاقے بھارت کے حوالے کر دیئے۔ پاکستان کے قیام سے ہندو اور سکھ مشتعل ہو گئے۔ منظم منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کی جائیدادوں کو آگ لگا دی گئی اور انہیں ہندوستان سے نکل جانے کے لئے مجبور کیا جانے لگا۔ لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین اس سے پہلے کہ وہ پاکستان پہنچ پاتے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ پاکستان کو معاشی طور پر بدحال کرنے کے لئے بھارت نے کئی معاملات میں بددیانتی کا مظاہرہ کیا۔ پاکستان کو 750 ملین روپے دینے کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن بھارت نے اس رقم کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ پاکستان کو صرف 200 ملین روپے حاصل ہوئے۔ پاکستان کو اس کے فوجی اثاثہ جات میں سے بھی اس کا حصہ نہیں دیا گیا اور اس طرح بھارت کے بددیانتی سے بھرپور رویے نے پاکستان کے لئے بہت مشکلات پیدا کر دیں۔ پاکستان میں بہنے والے اکثر دریاؤں کے ہیڈ ورکس بھارت میں تھے۔ 1948ء میں بھارت نے پاکستان کی زراعت کو نقصان پہنچانے کے لئے ان دریاؤں کا پانی روک دیا تاہم 9 ستمبر 1960ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان سندھ طاس معاہدہ طے پایا۔ تنازعہ کشمیر ابھی تک پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک غیر حل شدہ تنازعہ ہے۔ کشمیر پاکستان کا ایک قدرتی حصہ ہے۔ کیونکہ تقسیم ہند کے وقت کشمیر کی آبادی کا 85 فیصد مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ کشمیر کا ہندو ڈوگرہ مہاراجا خفیہ طور پر بھارتی حکومت سے ملا ہوا تھا اُس نے کشمیر کے ہندوستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ پاکستان نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ کشمیریوں کو ان کا حق خودارادیت حاصل ہونا چاہیے لیکن بھارت کے عدم تعاون کی وجہ سے تنازعہ کشمیر ابھی تک حل نہیں ہو سکا ہے۔ قیام ہندوستانی شاہی ریاستوں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان دونوں ریاستوں میں سے کسی ایک سے الحاق کر لیں لیکن پھر بھی ریاست جونا گڑھ اور حیدرآباد دکن کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا۔ تقسیم کے وقت پاکستان کے حصے میں جو علاقے آئے وہ پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ تھے۔ ان علاقوں میں زیادہ تر خام مال کی پیداوار ہوتی تھی جو دوسرے مقامات پر واقع کارخانوں میں استعمال کیے جانے

تھے۔ برطانوی حکومت نے پاکستان کو تشکیل دینے والے علاقوں کی معاشی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ پاکستان کا زرعی نظام بھی پسماندہ تھا جس کی وجہ سے پاکستان کے معاشی مسائل میں اور بھی اضافہ ہوا۔

پاکستان میں آئین سازی کے مسائل (Constitutional Problems in Pakistan)

پاکستان 14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشہ پر ظاہر ہوا۔ آزادی کے بعد ملک کا کاروبار حکومت ہند کے قانون مجریہ 1935ء اور قانون آزادی ہند 1947ء کے تحت چلایا جا رہا تھا جسے عبوری آئین کے طور پر اختیار کر لیا گیا تھا۔ ملک کا آئین مستقل بنیادوں پر تیار کرنے کا کام پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو سونپا گیا۔ یہ اسمبلی 46-1945ء کے انتخابات کے نتیجہ میں قائم ہوئی تھی۔ پاکستان میں آئین سازی کے ارتقاء کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(1) قرارداد مقاصد۔ 1949ء (The Objectives Resolution)

پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے 12 مارچ 1949ء کو ایک دستاویز کی منظوری دی جسے قرارداد مقاصد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ قرارداد لیاقت علی خان کی زیر قیادت منظور ہوئی۔ یہ دستاویز پاکستان کی دستوری تاریخ میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرارداد میں یہ واضح کیا گیا کہ اس پوری کائنات پر اقتدار اعلیٰ کا حق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور جمہوریت، مساوات اور عدل کے اسلامی تصورات ملک میں نافذ کیے جائیں گے۔ پاکستان میں ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ ملک میں وفاقی نظام حکومت قائم کیا جائے گا جس میں صوبوں کو مقررہ آئینی حدود میں خودمختاری حاصل ہوگی۔

(2) بنیادی اصولوں کی کمیٹی۔ 1949ء (The Committee of Basic Principles)

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد قرارداد مقاصد میں بیان کردہ اصولوں کے مطابق آئین کی تیاری کے لئے تجاویز کے حصول کے لئے ایک بنیادی اصولوں کی کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں مختلف جماعتوں کے 24 اراکین شامل تھے۔ لیاقت علی خان اس کمیٹی کے چیئرمین تھے۔

(3) بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ۔ 1950ء (The Report of the Basic Principle Committee)

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد دستور ساز اسمبلی نے متعدد کمیٹیاں قائم کیں جن میں سب سے اہم بنیادی اصولوں کی کمیٹی اور اس کی ذیلی کمیٹیاں تھیں۔ ان کمیٹیوں نے 28 ستمبر 1950ء کو دستور ساز اسمبلی میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ میں پاکستان میں وفاقی پارلیمانی نظام اور دوایوانی مقننہ کے قیام کی تجویز دی گئی۔ اس کے علاوہ آزاد عدلیہ اور بنیادی شہری حقوق کی سفارش بھی کی گئی۔ اس رپورٹ پر دستور ساز اسمبلی نے ایک طویل عرصہ تک غور کیا اور ان میں کچھ ترامیم پیش کیں۔ ان مجوزہ ترامیم پر بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے غور کیا۔ 16 اکتوبر 1951ء کو لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے ایک جلسہ عام میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد خواجہ ناظم الدین نے گورنر جنرل کا عہدہ چھوڑ کر وزیراعظم پاکستان کا عہدہ سنبھال لیا اور ایک سرکاری افسر ملک غلام محمد کو پاکستان کا گورنر جنرل بنا دیا گیا۔

(4) علماء کرام کے بائیس نکات۔ 1951ء (Twenty Two Points of Religioius Scholars)

بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ سے مایوس ہو کر مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کا ایک کنونشن جنوری 1951ء کو کراچی میں منعقد ہوا۔ اس کنونشن میں اکتیس علماء کرام نے شرکت کی اور پاکستان میں دستوری سازی کے عمل کے لئے بائیس نکات پیش کیے۔

(5) بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی ترمیم شدہ رپورٹ۔ 1952ء (Amended Report of the Basic Principles Committee)

خواجہ ناظم الدین نے 22 دسمبر 1952ء کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی ترمیم شدہ رپورٹ پیش کی۔ یہ دستوری رپورٹ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں پیش کی گئی۔ اس رپورٹ میں یہ سفارشات پیش کی گئیں کہ سربراہان مملکت مسلمان ہوں گے اور مرکزی مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی اور ہر ایوان کی کل مدت کا دورانیہ پانچ سال ہوگا۔ آئین میں کسی بھی تبدیلی کے لئے مرکزی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی منظوری ضروری ہوگی۔ اس رپورٹ کے شائع ہوتے ہی ملک میں ایک طوفان برپا ہو گیا اور اس رپورٹ نے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں ایک نفرت کو جنم دیا۔ اس رپورٹ کی مخالفت میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے گئے۔ اس رپورٹ میں شامل ایک علاء بورڈ کے قیام کی سفارش کو مرکزی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ ابھی دستور ساز اسمبلی بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی اس رپورٹ پر غور ہی کر رہی تھی کہ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کو برطرف کر دیا اور یہ اعلان کیا کہ ملک میں آئین کی غیر موجودگی میں وزیراعظم کے عہدے کے لئے کوئی خاص اصول متعین نہیں ہے اس لئے گورنر جنرل کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی کو بھی دستور ساز اسمبلی کا لیڈر نامزد کر دے۔ 16 اپریل 1953ء کو خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کی وجہ سے ملک میں جاری سیاسی ارتقاء کے عمل میں تعطل پیدا ہو گیا۔ امریکہ میں پاکستان کے سفیر محمد علی بوگرہ کو پاکستان واپس بلا کر انہیں پاکستان کا نیا وزیراعظم نامزد کیا گیا۔

(6) محمد علی بوگرہ فارمولا۔ 1953ء (Muhammad Ali Bogra Formula)

نئے وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹوں اور دستور ساز اسمبلی میں ہونے والی بحث کی روشنی میں ایک دستوری خاکہ تیار کروایا۔ انہوں نے 7 اکتوبر

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

1953ء کو پاکستان کے آئین کے لئے تیسرا ڈرافٹ بل پیش کیا جو محمد علی بوگرہ فارمولا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس فارمولے میں وفاقی پارلیمانی نظام، دو ایوانی مقننہ، آزاد عدلیہ، بنیادی حقوق اور مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان کی مقننہ میں برابری کی بنیاد پر نمائندگی کی سفارش کی گئی اور یہ امید تھی کہ محمد علی بوگرہ فارمولے کے مطابق آئین بن جائے گا۔ محمد علی بوگرہ فارمولا میں دونوں ایوانوں کے اختیارات کو مساوی رکھا گیا تھا اور یہ طے کیا گیا تھا کہ وزارت دونوں ایوانوں کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ اگر ریاست کا سربراہ مغربی پاکستان سے ہوگا تو وزیراعظم مشرقی پاکستان سے لیا جائے گا یا اگر ریاست کا سربراہ مشرقی پاکستان سے ہوتو وزیراعظم مغربی پاکستان سے ہوگا۔ محمد علی بوگرہ فارمولا کو عوام میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ دستور ساز اسمبلی مجوزہ آئین کا ڈرافٹ بل تیار کرنے میں کامیاب ہوگئی اور یہ بل ستمبر 1954ء میں دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے یہاں تک اعلان بھی کردیا کہ پاکستان کا آئین 25 دسمبر 1954ء میں نافذ کردیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو اس کا یہ مشن مکمل نہ کرنے دیا گیا۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا حکم نامہ جاری کرتے ہوئے 24 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو تحلیل کردیا۔ تحلیل شدہ اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیز الدین نے گورنر جنرل کے اس اقدام کے خلاف سندھ چیف کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن (Writ Petition) 7 نومبر 1954ء کو داخل کرائی۔ معزز عدالت نے دستور ساز اسمبلی کی تحلیل کے اقدام کو غلط قرار دیتے ہوئے اپنے فیصلے میں کہا کہ گورنر جنرل کو کوئی ایسا اختیار حاصل نہیں ہے۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے سندھ چیف کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کرادی۔ چیف جسٹس محمد منیر نے سندھ چیف کورٹ کے فیصلے کو اس بنیاد پر منسوخ کردیا کہ دستور ساز اسمبلی آٹھ سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی آئین کی تشکیل میں ناکام رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی انا بحیثیت ختم ہوگئی ہے۔ مزید برآں اس فیصلے میں یہ بھی کہا گیا کہ جس قانون کے مطابق سندھ چیف کورٹ نے گورنر جنرل کے اقدام کو منسوخ کیا ہے خود اس قانون کو گورنر جنرل کی تائید بھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے دستور ساز اسمبلی کو تحلیل کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر محمد علی بوگرہ کو نئی وزارت کی تشکیل کے لئے دعوت دی۔ جنرل محمد ایوب خان، میجر جنرل اسکندر مرزا، ڈاکٹر خان صاحب اور محمد حسین سہروردی کابینہ میں شامل تھے۔ یہ کابینہ گورنر جنرل ملک غلام محمد کے سامنے جوابدہ تھی۔ 21 جون 1955ء کو عام انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ نے 25 نشستیں، متحدہ محاذ نے 16 نشستیں اور عوامی لیگ نے 12 نشستیں حاصل کیں۔ دوسری دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس جولائی 1955ء میں مری میں منعقد ہوا۔ جماعتوں کی واضح اکثریت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی جماعت اپنی حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہوئی اس لئے ایک مخلوط کابینہ تشکیل دی گئی اور 11 اگست 1955ء چوہدری محمد علی نے وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

(7) ون یونٹ کا قیام ۔1955ء (Establishment of One Unit)

چوہدری محمد علی کی دانشمندانہ قیادت میں کابینہ نے دستور کی تشکیل کی جانب پیش قدمی شروع کردی اور اس کی پہلی کامیابی 30 ستمبر 1955ء میں مغربی پاکستان ایکٹ کی منظوری تھی۔ اس ایکٹ کے تحت تمام سب ڈویژنوں کو ختم کردیا گیا اور مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کو ضم کرکے ایک وحدت تشکیل دی گئی جسے ون۔ یونٹ کا نام دیا گیا۔ 14 اکتوبر 1955ء کو ون۔ یونٹ نے باقاعدہ طور پر کام کرنا شروع کردیا۔ وزیراعظم چوہدری محمد علی نے دستور کی تشکیل کے عمل کو سرفہرست رکھا۔ انہوں نے پاکستان کے مجوزہ آئین کا چوتھا مسودہ بل تیار کرکے اسے جنوری 1956ء میں دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ اس مسودہ بل کو دستور ساز اسمبلی نے 27 فروری 1956ء کو منظور کرلیا۔

(8) 1956ء کے آئین کی تشکیل (Fermentation of the Constitutioin of 1956)

وزیراعظم چوہدری محمد علی اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے اراکین نے فروری 1956ء آئین کا مسودہ بل تیار کیا۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے بھی 2 مارچ 1956ء کو اس آئین کے لئے منظوری دے دی۔ اس طرح نو سال کی کوششوں کے بعد پاکستان کا پہلا آئین 23 مارچ 1956ء کو نافذ کیا گیا۔ اس آئین میں 234 دفعات اور چھ ضمیمے شامل تھے۔ آئین میں اسلام کو پاکستان کے تشخص اور سیاسی نظام کی بنیاد قرار دیا گیا۔

(9) 1962ء کا آئین (The Constitution of 1962)

1956ء کا آئین صرف ڈھائی سال تک نافذ العمل رہا۔ 7 اکتوبر 1958ء کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے جنرل محمد ایوب خان کی قیادت میں مسلح افواج کی زیر نگرانی ملک کا اقتدار سنبھال لیا۔ 1956ء کے آئین کو منسوخ کرکے ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا گیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان ریاست کے سربراہ بن گئے۔ حکومت کی تشکیل کے بعد صدر جنرل محمد ایوب خان نے چیف جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا۔ اس کمیشن نے ایک طویل بحث وتمحیص کے بعد 6 مئی 1961ء کو اپنی رپورٹ صدر جنرل محمد ایوب خان کے سامنے پیش کی۔ 7 مئی 1961ء کو ایک سات رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس نے کمیشن کی رپورٹ کا جائزہ لیا۔ اس کمیشن کی طرف سے پیش کردہ سفارشات کا جائزہ لینے کے لئے گورنروں کی ایک کانفرنس طلب کی گئی اور گورنروں کی طرف سے منظوری کے بعد یکم مارچ 1962ء کو یہ دستور ملک میں نافذ کردیا گیا۔ 1962ء کے آئین میں 250 دفعات اور تین ضمیمے شامل تھے۔

(10) 1973ء کا آئین (The Constitution of 1973)

1964ء میں 1962ء کے تشکیل کردہ آئین کے مطابق صدارتی انتخابات منعقد کرائے گئے۔ ملک کے ان صدارتی انتخابات میں قائداعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح نے جنرل محمد ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب میں حصہ لیا۔ وہ متحدہ اپوزیشن کی جماعتوں کی طرف سے مشترکہ امیدوار کے طور پر الیکشن میں کھڑی ہوئیں۔ 1962ء کے

آئین کے نفاذ کے ساتھ ہی سیاسی جماعتیں اور ان کی سیاسی سرگرمیاں بحال ہوگئی تھیں۔ لیکن مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد اور مشرقی پاکستان کے گورنر عبدالمنعم خان نے حکومتی مشینری اور انتظامیہ کو پوری طرح سے جنرل ایوب خان کی صدارتی امیدوار کی شکست کی حمایت کے لئے استعمال کیا۔ متحدہ حزب اختلاف کی جماعتوں نے صدارتی انتخاب کے لئے پارلیمانی نظام اور براہ راست انتخاب کا نعرہ لگایا تھا لیکن انتخابات کے بالواسطہ ہونے اور بنیادی جمہوریتوں کے اسی ہزار ارکان پر سرکاری دباؤ کی وجہ سے ایوب خان پاکستان کے صدر کی حیثیت سے انتخاب میں کامیاب قرار دے دیئے گئے۔ 1962ء کے دستور کے ذریعے ملک میں صدارتی طرز حکومت کو متعارف کرایا گیا۔ اس طرح صدر کا عہدہ سب سے طاقتور ہوگیا اور صدر مملکت کو آمرانہ اختیارات حاصل ہوگئے۔ قومی اسمبلی کے اختیارات برائے نام رہ گئے تھے۔ صدر وزراء کی تقرری کرسکتا تھا اور انہیں برطرف کرسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے اسمبلی کی تحلیل کے بھی اختیارات حاصل ہوگئے تھے۔

1966ء کے ابتدائی ایام میں طلباء کی طرف سے معاہدہ تاشقند کے خلاف ایک غیر منظم احتجاجی تحریک جاری تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کے حکومت سے استعفیٰ کے بعد طلباء کو ایک مثالی ہیرو دستیاب ہوگیا تھا اور نوجوان طلباء میں ان کی پذیرائی ہونے لگی تھی۔ 31 اکتوبر اور یکم نومبر 1967ء کو لاہور میں ڈاکٹر مبشر حسین کی رہائش گاہ پر ایک کنونشن منعقد کیا گیا اور ایک نئی سیاسی جماعت جس کا نام پاکستان پیپلز پارٹی تھا تشکیل دی گئی اور ذوالفقار علی بھٹو کو اس جماعت کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ اس عرصے میں طلباء کی احتجاجی تحریک ایک شہر سے دوسرے شہر تک پھیل رہی تھی جس میں ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت کے بعد اور بھی تیزی آگئی تھی اور دیگر سیاسی جماعتوں نے بھی پاکستان جمہوری تحریک (پی ڈی ایم) کے نام سے اتحاد قائم کرکے ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت اور جنرل محمد ایوب خان کی آمریت کے خلاف تحریک شروع کردی تھی۔ 1968ء تک یہ تحریک مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں پوری طرح پھیل چکی تھی۔ صدر جنرل محمد ایوب خان پاکستان جمہوری تحریک (پی ڈی ایم) کو مذاکرات کے لئے گول میز کانفرنس کی دعوت دی جسے قبول کرلیا گیا۔ تاہم مشرقی پاکستان سے مولانا بھاشانی کی نیشنل عوامی پارٹی اور مغربی پاکستان سے بھٹو کی پیپلز پارٹی نے مذاکرات سے انکار کردیا۔ جنرل محمد ایوب خان کے خلاف احتجاجی تحریک میں سب سے نمایاں کردار طلباء اور لیبر یونینوں نے ادا کیا۔ مارچ 1967ء میں مزدور کارکنوں نے ہڑتال کرکے کراچی میں زندگی کو معطوج کردیا۔ اسی قسم کے اقدامات طلباء اور مزدور انجمنوں کی طرف سے بھی اٹھائے گئے۔ لوگوں نے جلد ہی 1962ء کے دستور اور جنرل محمد ایوب خان کے آمرانہ طرز حکومت پر اپنے عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ صدارتی نظام حکومت کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگوں نے دستور کی منسوخی اور ایوب خان سے استعفیٰ کا مطالبہ کرنا شروع کردیا۔ اس کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان نے بھی صوبائی خودمختاری کے حصول کا مطالبہ کردیا۔ جنرل محمد ایوب خان نے 1962ء کے دستور کو منسوخ کرکے 1969ء میں ایک مرتبہ پھر ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا۔ 25 مارچ 1969ء کو جنرل محمد ایوب خان نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور تمام تر اختیارات جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے حوالے کردیئے۔

جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے ون۔ یونٹ کے خاتمہ کا فیصلہ کیا اور مغربی پاکستان میں سابقہ صوبوں پنجاب، خیبر پختونخواہ، سندھ اور بلوچستان کو بحال کردیا۔ جولائی 1970ء میں ان صوبوں نے مکمل طور پر انتظامی لحاظ سے کام شروع کردیا۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے ملک کا انتظام چلانے کے لئے اپنا لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) جاری کیا۔ جنرل یحییٰ خان کے پیش کردہ آئینی فارمولا کے مطابق قومی اسمبلی کو 313 اراکین پر مشتمل کردیا گیا جن میں سے 169 اراکین مشرقی پاکستان سے جبکہ 144 اراکین مغربی پاکستان سے شامل تھے۔ لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کے تحت دسمبر 1970ء میں عام انتخابات منعقد کرائے گئے۔ ان انتخابات میں شیخ مجیب الرحمن کی عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان سے 167 نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی ایک اکثریتی جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آئی۔ دسمبر 1971ء میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہوکر ایک آزاد مملکت بنگلہ دیش بن گیا۔ جنرل یحییٰ خان نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کردیا۔ ملک میں کسی بھی آئین کی غیر موجودگی میں ذوالفقار علی بھٹو نے چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ملک کا انتظام سنبھال لیا۔ اپریل 1972ء میں ملک سے مارشل لاء اٹھالیا گیا اور ملک میں ایک عبوری آئین نافذ کردیا گیا۔ ایک مستقل آئین کی تیاری کے لئے قومی اسمبلی کے اراکین پر مشتمل ایک 25 رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی میں تمام بڑی سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔ اس آئینی کمیٹی نے آئین کا مسودہ بل قومی اسمبلی میں پیش کیا جو 10 اپریل 1973ء کو قومی اسمبلی کے ذریعے منظور کرالیا گیا۔ اس آئین کو 14 اگست 1973ء کو ملک میں نافذ کردیا گیا۔ 1973ء کے آئین کے نفاذ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے وزیراعظم پاکستان اور چوہدری فضل الٰہی نے صدر پاکستان کے عہدوں کا حلف اٹھایا۔

پاکستان میں دستور سازی میں تاخیر کے اسباب (Causes for Delay in Constitution Making in Pakistan)

قیام پاکستان کے بعد، پاکستان میں نظام حکومت قانون ہند مجریہ 1935ء اور قانون آزادی ہند کے مطابق چلایا گیا جس میں ضروری ترامیم کے بعد ملک کے عبوری آئین کے طور پر اختیار کرلیا گیا تھا۔ ملک میں ایک مستقل آئین کی تیاری کا کام پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو سونپا گیا۔ یہ اسمبلی 46-1945ء کے انتخابات کے نتیجہ میں وجود میں آئی تھی۔ پاکستان میں پہلا دستور نو سال کے عرصہ کے بعد 23 مارچ 1956ء کو نافذ کیا گیا۔ پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں تاخیر کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

(i) تحریک پاکستان کے آخری مراحل میں بہت سارے ترقی پسند اور کیمونسٹ ارکان بھی مسلم لیگ میں شامل ہوگئے تھے جس کی وجہ سے آئین کی اسلامی نوعیت پر بنیادی اختلافات پیدا ہوگئے۔

(ii) صوبوں میں اختیارات کی تقسیم کے حوالے سے بھی اختیارات پیدا ہوئے جس کی وجہ سے آئین سازی کے عمل میں تاخیر ہوئی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) آزادی کے وقت پاکستان مشرقی اور مغربی حصوں میں بٹا ہوا تھا اور دونوں حصوں کے درمیان ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ تھا اس لئے جغرافیائی قربت کی کمی کے سلسلے میں اختلافات پیدا ہو گئے۔

(iv) قانون مجریہ 1935ء کے مطابق ملک میں پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا تھا لیکن آئین سازی کے دوران پارلیمانی اور صدارتی طرز حکومت کے حمایتوں کے مابین اختلافات نے جنم لیا۔

(v) پاکستان کی سرکاری زبان سے متعلق اعلان کا مسئلہ درپیش تھا۔ اُردو کو پاکستان کی سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا لیکن مشرقی پاکستان کے عوام کی خواہش تھی کہ بنگالی زبان کو پاکستان کی سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا جائے۔

(vi) انتخابات کے طریقہ کار سے متعلق سیاسی رہنماؤں کے اپنے اپنے نظریات تھے اس لئے متفقہ طور پر انتخابات کے طریقہ کار سے متعلق کوئی فیصلہ نہ کیا جا سکا۔ ان مختلف نظریات نے ایک طویل عرصہ تک پاکستان کے لئے آئین کی تشکیل میں مسائل پیدا کیے۔

(vii) بدقسمتی سے بہت ابتداء سے ہی افسر شاہی (Bureaucracy) نے پاکستان کی حکومت اور سیاست میں اپنا راستہ تلاش کر لیا تھا۔ سرکاری افسران (Bureaucrats) پاکستان کی سیاست پر اپنا موثر کنٹرول قائم رکھنے کے خواہش مند تھے۔ ایک انضباطی جمہوریت کے تصور کا حقیقی جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے آزادانہ طور پر جمہوریت کے فروغ کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ سرکاری افسران (Bureaucrates) کی اس سوچ نے پاکستان کے آئین کی تشکیل کے عمل میں رکاوٹیں پیدا کیں۔

(viii) قیام پاکستان کے بعد 1956ء تک صوبہ خیبر پختونخواہ میں اور صوبہ پنجاب میں تین بار اور صوبہ سندھ میں چار مرتبہ وزارتوں میں توڑ پھوڑ کی گئی جس کی وجہ سے سیاسی استحکام پیدا ہو اور حکومت کو آئین سازی کے عمل پر توجہ دینے کا موقع حاصل نہ ہو سکا۔

مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں ایک عرصہ تک حکومت مستحکم نہ ہو سکی اور ایک مستقل آئین کی تشکیل کی راہ میں کئی طرح کی رکاوٹیں درپیش رہیں۔ ایک طویل عرصہ تک ملک سیاسی استحکام کا شکار رہا جس کی وجہ سے پاکستان میں حقیقی جمہوریت کو فروغ حاصل نہ ہو سکا لیکن ان حالات میں بھی پاکستانی قوم کے اتحاد اور حکومتی نمائندوں کے اقدامات نے ایک راہ نکالی اور آخرکار پاکستان کا ایک مستقل آئین تیار کر لیا گیا۔

سوال نمبر ۲:۔ اسلامی نظریہ کے آئینی تحفظ کے اقدامات کا وسائر پاکستان کی روشنی میں جائزہ لیجئے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے جو اقدامات کیے گئے ہیں ان کا جائزہ پیش کیجئے۔ پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے کیے گئے اقدامات بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں اسلامی نظریہ کا آئینی تحفظ

(Constitutional Protection of Islamic Ideology in Pakistan)

پاکستان 14 اگست 1947ء کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست کی حیثیت سے قائم ہوا لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ پاکستان میں اسلامی نظام حیات، اسلامی قوانین اور اسلامی نظریات کو نافذ کرنے کے لئے عملی طور پر کوششیں کی جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی کوششیں شروع کر دی گئیں اور پاکستان میں آئینی ارتقاء کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جس میں اسلامی نظریہ کے عملی طور پر کوشش کی گئیں۔ اس سلسلہ میں کیے گئے اقدامات کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(1) قرارداد مقاصد (The Objectives Resolution)

12 مارچ 1949ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے اسلامی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کا آئین تشکیل دینے کے لئے ایک قرارداد منظور کی جسے قرارداد مقاصد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ قرارداد پاکستان کی دستور سازی کی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرارداد میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ اس پوری کائنات پر اقتدار اعلیٰ کا حق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے لہٰذا پاکستان کے عوام حاکمیت کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق بطور ایک امانت استعمال کریں گے۔ جمہوریت کے اصول، آزادی، مساوات، رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی تصورات ملک میں نافذ کیے جائیں گے۔ پاکستان میں ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں اور قرآن اور سنت کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق زندگی کو بسر کر سکیں۔ ملک میں آزاد عدلیہ کے قیام کو بھی یقینی بنایا جائے گا۔

(2) محمد علی بوگرہ فارمولا (Muhammad Ali Bogra Formula)

16 اکتوبر 1951ء کو لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور خواجہ ناظم الدین پاکستان کے دوسرے وزیر اعظم بن گئے۔ خواجہ ناظم الدین نے آئین کا دوسرا مسودہ بل دستور ساز اسمبلی نمبر 27 دسمبر 1952ء کو پیش کیا جس میں واضح کیا گیا کہ ریاست کا سربراہ مسلمان ہو گا۔ اس کے علاوہ ایک علماء کے بورڈ کے قیام کے لئے بھی سفارش کی گئی۔ 16 اکتوبر 1953ء کو محمد علی بوگرہ کو ملک کا وزیر اعظم بنایا گیا۔ انہوں نے پاکستان کے آئین کی تشکیل کے لئے تیسرا مسودہ بل 7 اکتوبر 1953ء کو اسمبلی میں پیش کیا جسے محمد علی بوگرہ فارمولا کے

طور پر جانا جاتا ہے۔ اس فارمولا میں یہ طے کیا گیا کہ قرارداد مقاصد کے مطابق عملی طور پر پاکستان میں اسلامی نظریہ کے نفاذ کو ممکن بنایا جائے گا۔

(3) پاکستان کا پہلا دستور۔ 1956ء (The First Constitution of Pakistan)

پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی 1955ء میں قائم کی گئی اور چوہدری محمد علی وزیر اعظم پاکستان بن گئے۔ اسی دوران گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اپنی شدید علالت کے باعث گورنر جنرل کی نشست خالی کر دی اور میجر جنرل اسکندر مرزا پاکستان کے گورنر جنرل بن گئے۔ نئے گورنر جنرل کو ملک پر فوجی حاکمیت کا تصور ورثہ میں ملا تھا۔ چوہدری محمد علی نے پاکستان کے مجوزہ آئین کا چوتھا مسودہ بل 27 فروری 1956ء کو اسمبلی کے سامنے پیش کیا تھا اور 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کا پہلا دستور ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ اس دستور میں ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نام دیا گیا۔ قرارداد مقاصد کو اس دستور کے ابتدائیہ میں شامل کیا گیا تھا اس لئے کائنات پر اقتدار اعلیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا۔ یہ طے کر لیا گیا کہ سربراہ مملکت کا مسلمان ہونا لازم ہے۔ ریاست کے رہنما اصولوں کیلئے اسلامی تعلیمات کو اوّل درجہ دیا گیا۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ رہنما اصول سفارشی نوعیت کے تھے اور ملکی عدالتوں کے ذریعے ان کو عملاً نافذ کرنا مقصود نہ تھا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ملک میں رائج شدہ قوانین کو اسلامی قوانین کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا اور لوگوں کی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالا جائے گا اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے فروغ کے لئے اقدامات کیے جائیں گے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ملک میں اخلاقی معیار قائم کیا جائے گا اور شراب نوشی، جوئے بازی اور جسم فروشی کی روک تھام کے لئے اقدامات کیے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ عوام میں زکوٰۃ اور عشر کی ادائیگی کو باقاعدہ بنایا جائے گا۔ موجودہ قوانین کو اسلامی قوانین کے مطابق ڈھالنے کی غرض سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن اور سنت کے منافی ہو۔ مزید یہ کہ ایک سال کے عرصہ میں صدر مملکت ایک کمیشن تشکیل دیں گے جو موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر انہیں اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لئے سفارشات پیش کرے گا۔

(4) 1962ء کا دستور (The Constitution of 1962)

جنرل محمد ایوب خان نے پاکستان کی حکومت کو سنبھال لیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا اور 27 اکتوبر 1958ء کو وہ ریاست کے سربراہ بن گئے۔ حکومت کا انتظام سنبھالنے کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے جسٹس شہاب الدین کی قیادت میں ایک کمیشن قائم کیا تا کہ وہ ملک کے نئے آئین کی تشکیل کے لئے سفارشات پیش کرے۔ اس کمیشن نے 6 مئی 1961ء کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ یکم مارچ 1962ء کو یہ دستور ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ اس دستور کے تحت ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا اور اس کے ابتدائیہ میں قرارداد مقاصد کو شامل کیا گیا۔ 1962ء کے دستور کے مطابق ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی جس میں ایسے لوگوں کو شامل کیا گیا جو مروجہ قوانین کا جائزہ لے کر ان کے غیر اسلامی پہلوؤں کی نشاندہی کر سکیں۔ یہ ادارہ نئے مسودات قوانین اور انتظامی فیصلوں کی اسلامی حیثیت کے بارے میں رائے دینے کا مجاز تھا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں کی حکومت قانونی طور پر پابند نہیں تھی کیونکہ اس کی حیثیت محض مشاورتی تھی۔ آئین کے تحت ادارہ تحقیقات اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ جدید تقاضوں کے مطابق اسلامی فقہ اور تاریخ کی تحقیق کو فروغ دیا جا سکے

(5) 1973ء کا آئین (The Constitution of 1973)

حکومت کا انتظام سنبھالنے کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے ملک کے لئے آئین کی تیاری کے کام کو اوّلین ترجیح دی۔ 17 اپریل 1972ء قومی اسمبلی نے آئین کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر کیا۔ اس آئینی کمیٹی کی تقرری سے قبل 14 اپریل 1972ء کو مارشل لاء اٹھا لیا گیا تھا۔ عبدالحفیظ پیرزادہ کی قیادت میں اس کمیٹی نے 2 فروری 1973ء کو آئین کا مسودہ بل پیش کیا۔ یہ بل قومی اسمبلی میں فوری طور پر منظور کر لیا گیا۔ 12 اپریل 1973ء کو صدر مملکت نے بھی اس کی توثیق کر دی اور یہ آئین 14 اگست 1973ء کو ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ اس آئین میں اسلام سے متعلق تقریباً وہی دفعات شامل کی گئیں جو 1956ء اور 1962ء کے آئین میں تھیں البتہ پہلی بار ریاست کا مذہب سرکاری طور پر اسلام قرار دیا گیا۔ اس سے پہلے بنائے گئے آئینوں میں یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ مسلمان کی تعریف کیا ہو گی لیکن 1974ء میں آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے مسلمان کی تعریف کو آئین کا حصہ بنایا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ وہ شخص مسلمان تصور ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی وحدت اور ختم نبوتؐ پر یقین رکھتا ہو۔ اس ترمیم کا بنیادی مقصد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا تھا۔ 1973ء کے آئین کے مطابق صدر مملکت اور وزیر اعظم پاکستان دونوں کے لئے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے کیا گیا کہ صدر اور وزیر اعظم کے علاوہ ارکان اسمبلی، صوبائی گورنروں اور تمام وزراء کے لئے لازمی ہو گا کہ وہ اپنے عہدوں کا حلف اٹھاتے ہوئے اسلامی نظریات کی حفاظت کا عہد کریں۔ 1973ء کے آئین کے مطابق بھی ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی۔

(6) ذوالفقار علی بھٹو کے اسلامی تحفظ کے لئے اقدامات

(The Steps Taken for Islamic Measures by Zulfiqar Ali Bhutto)

1973ء اور 1976ء کے درمیانی عرصہ کے دوران ذوالفقار علی بھٹو نے پارلیمنٹ کے ذریعے ایکٹ پاس کرایا جس کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ ربوہ کا نام تبدیل کر کے بلال اتیاز رکھا گیا۔ مذہبی امور کی وزارت قائم کی گئی۔ حکومت نے قومی ریڈیو اور قومی ٹیلی ویژن کی نشریات میں بڑی تعداد میں مذہبی پروگراموں کے اضافہ کے لئے حوصلہ افزائی کی۔ حکومت نے اسکولوں میں عربی کی تعلیم کی فراہمی کو یقین بنایا۔ سنی اور شیعہ طلباء کے تمام اسکولوں میں علیحدہ علیحدہ نصاب قائم کیے گئے۔ شراب نوشی، جوئے اور نائٹ کلبوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یکم جولائی 1977ء کو اتوار کے بجائے جمعہ کے دن ہفتہ وار چھٹی کا اعلان کیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں ہی مکمل حج کی پالیسی بھی متعارف کرائی گئی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(7) جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اقدامات

(The Steps for Islamization during the Period of General Zia-ul-Haq)

چیف آف آرمی اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اپنے دور حکومت میں جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کئی اقدامات کیے۔ 10 فروری 1977ء کو صدارتی آرڈیننس متعارف کرایا گیا۔ حدود آرڈیننس کے تحت مختلف نوعیت کے جرائم کے لئے سزائیں معین کی گئیں۔ شراب کی تجارت، چوری اور زنا سے متعلق قوانین بنائے گئے۔ 20 جون 1980ء کو زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس نافذ کیا گیا جس کے تحت ہر مسلمان کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی۔ یکم جنوری 1981ء کو ملک میں بلاسود بینکاری کے نظام کو متعارف کرایا گیا۔ 1982ء میں ہی اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی مشاورتی کونسل قائم کی گئیں۔ اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا۔ اسلامی اور عربی تعلیم کے فروغ کے لئے اسلامی ادارے قائم کیے گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی حکومت نے ایک آرڈیننس پاس کیا جس کے مطابق رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں کھلے عام کھانے اور پینے کو ممنوع قرار دیا گیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات کے بعد سپریم کورٹ آف پاکستان نے غیر جماعتی بنیادی پر انتخابات کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دیا۔ اس لئے جماعتی بنیادوں پر 1988ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو پاکستان کی وزیر اعظم بن گئیں۔ انہوں نے بھی پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے اقدامات کیے مگر ان کی حکومت کو اس وقت کے صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے برطرف کر دیا۔ 1990ء میں ایک مرتبہ پھر عام انتخابات منعقد کرائے گئے اور انتخابات کے بعد میاں محمد نواز شریف پاکستان کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ انہوں نے ملک میں شریعت آرڈیننس جاری کیا اور بیت المال قائم کیا۔ صدر پاکستان غلام اسحاق خان نے ایک مرتبہ پھر قومی اسمبلی کو تحلیل کر دیا اور نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ میاں نواز شریف نے قومی اسمبلی کی تحلیل کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کرایا جس پر سپریم کورٹ نے حکومت کو بحال کر دیا لیکن اس کے کچھ عرصہ کے بعد ایجنسیوں کے دباؤ کے تحت وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خان دونوں کو مستعفی ہونا پڑا۔ ایک عبوری حکومت کی ماتحتی میں 1993ء میں ایک مرتبہ پھر عام انتخابات منعقد کرائے گئے۔ ان انتخابات کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو وزیر اعظم پاکستان اور فاروق احمد خان لغاری صدر پاکستان منتخب ہوئے۔ 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری نے قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ 3 فروری 1997ء کو عام انتخابات منعقد ہوئے اور میاں محمد نواز شریف دوسری مرتبہ پاکستان کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ انہوں نے اگلے بارہ سالوں کیلئے توانائی پالیسی (2010 - 1998) کا اعلان کیا اور پاکستان کے انفرا اسٹرکچر کی ترقی کیلئے پالیسیاں وضع کیں۔ اسی عرصہ کے دوران پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو چاغی کے مقام پر ایٹمی دھماکہ کیا اور 14 اپریل 1999ء کو نواز شریف کے دور حکومت میں غوری میزائل کا بھی کامیاب تجربہ کیا گیا۔ 12 اکتوبر 1999ء کو چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف نے میاں محمد نواز شریف کی منتخب شدہ حکومت کو برطرف کر دیا۔ انہوں نے تفویض اختیارات کے منصوبہ۔ 2000ء کا اعلان کیا اور بطور چیف ایگزیکٹو ملک کا انتظام سنبھال لیا۔ 20 جون 2001ء کو انہوں نے صدر رفیق تارڑ کو برطرف کر کے خود صدر پاکستان کا عہدہ سنبھال لیا۔ اگلے پانچ سال تک اقتدار اپنے پاس رکھنے کیلئے انہوں نے ریفرنڈم کا اعلان کیا۔ 30 اپریل 2002ء کو ملک میں ریفرنڈم کرایا گیا جس کے نتیجہ میں جنرل پرویز مشرف پانچ سال (2007 - 2002) کیلئے صدر پاکستان منتخب ہو گئے۔ 10 اکتوبر 2002ء کو عام انتخابات کرائے گئے جس کے نتیجہ میں میر ظفر اللہ خان جمالی پاکستان کے وزیر اعظم بنے۔ 26 جولائی 2004ء کو میر ظفر اللہ خان جمالی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور چوہدری شجاعت حسین ملک کے وزیر اعظم بن گئے۔ 25 اگست 2004ء چوہدری شجاعت حسین مستعفی ہوئے اور شوکت عزیز ملک کے وزیر اعظم بن گئے۔ 15 نومبر 2007ء کو قومی اسمبلی اپنی میعاد پوری کرنے کے بعد تحلیل ہو گئی اور میاں محمد سومرو نگران وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ صوبہ سرحد کی اسمبلی 10 اکتوبر 2007ء کو تحلیل ہوئی جبکہ سندھ، پنجاب اور بلوچستان کی اسمبلیاں 18 نومبر 2007ء کو تحلیل کر دی گئیں اور 8 جنوری 2008ء کو عام انتخابات کرانے کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ 16 اکتوبر 2007ء کو صدارتی انتخاب ہوئے جن میں جنرل پرویز مشرف کو اگلے پانچ سالوں کے لئے صدر منتخب کرایا گیا۔ 29 نومبر 2007ء کو پرویز مشرف نے صدر پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ 2007ء کے آخر میں محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں محمد نواز شریف جو جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے انہیں وطن واپس آنے اور انتخابی مہم چلانے کی اجازت دے دی گئی۔ 27 دسمبر 2007ء کو محترمہ بینظیر بھٹو کو راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا۔ اس سانحہ کی وجہ سے عام انتخابات میں توسیع کر دی گئی اور الیکشن کمیشن نے 18 فروری 2008ء کو عام انتخابات کرانے کی تاریخ کا اعلان کیا۔ 18 فروری 2008ء کو ملک میں عام انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی نے متحدہ قومی موومنٹ، عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت العلمائے پاکستان فضل الرحمٰن گروپ کے ساتھ مل کر حکومت بنائی اور 25 مارچ 2008ء کو سید یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم پاکستان بن گئے۔ اگست 2008ء میں اتحادی حکومت نے صدر پرویز مشرف کے مواخذے کی تحریک لانے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجہ میں پرویز مشرف نے 18 اگست 2008ء کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور 6 ستمبر 2008ء آصف علی زرداری صدر پاکستان منتخب ہوئے۔

سوال نمبر ۳:۔ آئین یا دستور سے کیا مراد ہے؟ آئین یا دستور کسی ریاست کے لئے کیوں ضروری ہوتا ہے؟ آئین کی تعریف کیجئے۔ آئین یا دستور کی اہمیت بیان کیجئے۔ کسی ملک کے لئے آئین یا دستور کیوں ضروری ہے؟

جواب: **آئین یا دستور (Constitution)**

قوانین و قواعد اور ضوابط کا ایسا مجموعہ جو کسی ملک یا ریاست کا نظام یا کاروبار حکومت چلانے کے لئے مرتب کیا جاتا ہے آئین یا دستور کہلاتا ہے۔ آئین یا دستور دراصل

نظریات اور عدالتی فیصلوں کی روشنی میں تیار کیا جاتا ہے۔

آئین کی ضرورت (Need for Constitution)

تاریخ انسانی پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی دور کا انسان ایک چھوٹے کنبہ یا خاندان کی صورت میں تھا۔ ہر کنبہ یا خاندان کے اپنے قواعد و ضوابط اور طرز زندگی ہوتا تھا بعد میں بہت سے کنبوں نے مل کر ایک بڑا قبیلہ بنا لیا تاکہ اپنے بے شمار معاشی اقتصادی، معاشرتی اور دفاعی ضروریات کو باہمی طور پر پورا کیا جا سکے۔ اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ اور آبادی میں اضافہ کی وجہ سے انہوں نے محسوس کیا کہ وہ کسی خاص علاقہ میں زیادہ بڑی اکائیوں میں خود کو منظم کریں اور اس طرح مختلف ممالک اور ریاستیں وجود میں آ گئیں۔ کسی بھی ملک کا نظام یا کاروبار حکومت چلانے کے لئے کئی ادارے وجود آتے ہیں اور ہر ادارے کے لئے قوانین اور ضوابط مرتب کیے جاتے ہیں۔ ان اداروں کو چلانے کے لئے کچھ افراد کا تقرر کیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک نظام حکومت وجود میں آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ادارے اور افراد مل کر حکومت بناتے ہیں۔ یہ حکومت پھر قواعد اور ضوابط کو بنایا کرتی ہے۔ ان قوانین اور قواعد و ضوابط کے مجموعہ کو جن کی بنیاد پر کاروبار حکومت چلایا جاتا ہے اور جو حکومت کے مختلف شعبوں کے اختیارات اور ان کے باہمی تعلقات نیز شہریوں کے حقوق کا تعین کرتے ہیں آئین یا دستور کہتے ہیں اسی لئے کاروبار حکومت چلانے کے لئے ایک آئین یا دستور کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ کوئی بھی شخص آئین میں دی گئی حدود کو پار نہ کر سکے۔ آئین یا دستور ملک کا انتظام چلانے کے لئے ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کے بغیر انتشار اور بدنظمی پھیل جاتی ہے اور ان مقاصد کا حصول ممکن نہیں رہتا جس کے لئے ریاست تشکیل دی جاتی ہے۔ آئین یا دستور ملک کا انتظام چلانے کے لئے بنیاد یہ رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ مختلف مفکرین نے اپنے اپنے انداز سے آئین یا دستور کی تعریف کی ہے لیکن سب کی حتمی رائے ہے کہ آئین یا دستور کسی ملک کا ریاست کا بنیادی قانون ہوتا ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دستور یا آئین کسی بھی ریاست یا ملک کا وہ اعلیٰ اور برتر مسودہ ہوتا ہے جس کے بغیر ریاست کی فلاح کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور کوئی بھی ریاست آئین یا دستور کے بغیر اپنے معاملات خوش اسلوبی سے طے نہیں کر سکتی۔

آئین کی اہمیت اور افادیت (Importance and Advantage of Constitution)

کسی بھی ریاست یا ملک میں حکومت کے معاملات چلانے کے لئے آئین یا دستور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا واضح مقصد یہ ہوتا ہے کہ قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں اور جو کوئی بھی ان قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے اُس کو اُس کے انجام تک پہنچایا جائے۔ کسی ریاست میں آئین کی ضرورت اور اس کی اہمیت اور افادیت کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) بنیادی قانون (Fundamental Law)

آئین یا دستور کو ایک ریاست یا ملک کے بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ ملکی تمام معاملات کو طے کرنے میں لائحہ عمل مرتب کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا اعلیٰ قانون ہوتا ہے جسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(ii) بنیادی قوانین کا مجموعہ (Set of Basic Laws)

کسی بھی ملک یا ریاست کا آئین یا دستور ان تمام بنیادی قوانین کا مجموعہ ہوتا ہے جن کے ذریعے اُس ریاست کا انتظام چلایا جاتا ہے۔ اس میں تمام اداروں سے متعلق اور ہر فرد کے حقوق سے متعلق قوانین کا اندراج ہوتا ہے۔

(iii) اعلیٰ اور برتر قانون (Supreme Law)

آئین یا دستور کو ملک کے سب سے اعلیٰ اور برتر قانون کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ کوئی فرد یا ادارہ آئین سے بالاتر نہیں ہوتا بلکہ آئین کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں۔ اس برتر قانون کی بنیاد پر حکومت اپنے تمام فیصلے کرتی ہے۔

(iv) عمل کرنے کی پابندی (Restriction to Act Properly)

آئین یا دستور پر عمل کرنا ہر فرد کے لئے ضروری ہوتا ہے اور ملک کے تمام اداروں اور انفرادی اشخاص پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ آئین یا دستور کے بنیادی اصولوں کے مطابق عمل کریں۔ آئین کی خلاف ورزی کو سنگین جرم سمجھا جاتا ہے۔

(v) ریاست سے وفاداری (Loyalty to State)

آئین یا دستور ریاست سے وفاداری پیدا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ آئین یا دستور کی وجہ سے ریاست کے تمام افراد میں ریاست سے وفاداری پیدا ہوتی ہے اس طرح آئین ریاست کا محافظ ہوتا ہے کیونکہ اس کی بدولت ریاست کے تمام افراد کو ایک خاص طریقہ کار کے مطابق عمل کرنے کی طرف راغب کیا جاتا ہے۔

(vi) فرائض کا تعین (Determination of Duties)

آئین یا دستور ریاست میں فرائض کا باقاعدہ تعین کرتا ہے۔ ہر حکومت آئین کی مقررہ حدود میں رہتے ہوئے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ اس طرح دیگر اداروں اور ملکی باشندوں کے فرائض کا تعین بھی آئین کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(vii) بنیادی مقاصد (Fundamental Objectives)

آئین یا دستور کسی ملک کا ریاست کے بنیادی مقاصد کا بھی محافظ ہوتا ہے۔ ریاست کے بنیادی مقاصد کا تعین آئین کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ آئین کو بنیادی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا جاتا ہے۔ اس لئے آئین یا دستور کسی ریاست کے بنیادی مقاصد کا مکمل آئینہ دار ہوتا ہے۔

(viii) عوام کے اجتماعی احساسات (Collective Public Feelings)

آئین یا دستور عوامی احساسات اور جذبات کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس میں شامل تمام قوانین کو قوم کے نظریات، طرز زندگی، مذہبی روایات، رسوم و رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا جاتا ہے۔ عوام کے احساسات کے بغیر دستور کے رہنما اصولوں کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

(ix) ریاست کی پالیسیاں (Policy of the State)

کسی ریاست یا ملک کی تمام پالیسیوں کو تیار کرنے اور انہیں جاری رکھنے کے لئے آئین یا دستور سے مدد لی جاتی ہے۔ ریاست کو مستحکم کرنے اور اس کو ترقی دینے کی تمام پالیسیوں کو مرتب کرنے میں آئین یا دستور مدد دیتا ہے۔

(x) حقوق کا تعین (Determination of Rights)

کسی ریاست یا ملک کے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کا تعین آئین یا دستور کے مطابق کیا جاتا ہے۔ آئین کسی ریاست کے تمام شہریوں کے بنیادی حقوق کا محافظ ہوتا ہے جن میں اقلیتوں کے حقوق بھی شامل ہوتے ہیں۔

سوال نمبر۴:۔ قراردادِ مقاصد کے نمایاں خدوخال کیا ہیں؟ قراردادِ مقاصد سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ پاکستان کی سیاسی اور آئینی تاریخ میں قراردادِ مقاصد کی کیا اہمیت ہے؟ قراردادِ مقاصد کو بیان کیجئے اور پاکستان کی دستوری تاریخ میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیے۔

جواب: قراردادِ مقاصد (Objectives Resolution)

پاکستان کے قیام کے بعد 12 مارچ 1949ء کو ایک دستاویز پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے منظور کی جسے پاکستان کی سیاسی اور آئینی تاریخ میں قراردادِ مقاصد کے طور پر جانا جاتا ہے۔ قراردادِ مقاصد پاکستان کی آئین سازی کے لئے ایک بنیاد تھی جسے وزیراعظم لیاقت علی خان نے پیش کیا۔ کابینہ کے سرکردہ اراکین اور حزب اختلاف کے اراکین نے بحث و مباحثہ کے بعد اسے منظور کر لیا۔

قراردادِ مقاصد کے نمایاں خدوخال (Salient Features of Objectives Resolution)

پاکستان کی آئینی ارتقاء کی تاریخ میں قراردادِ مقاصد ایک اہم دستاویز ہے اور اس قرارداد میں اسلام کو پاکستان کی اساس قرار دیا گیا اور یہ واضح کر دیا گیا کہ تمام اختیارات اور اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ اس قرارداد میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ جمہوریت، آزادی، مساوات اور معاشرتی انصاف کے جو زریں اصول اور تصورات اسلام نے پیش کیے ہیں وہ پاکستان میں نافذ کیے جائیں گے تاکہ لوگ اپنی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ اس قرارداد میں اسلامی تصورات کے نفاذ پر اس لئے اصرار کیا گیا کیونکہ جدوجہد پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک ایسی ریاست مل جائے جہاں وہ اپنے دین کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ قراردادِ مقاصد کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کائنات پر اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور پاکستان کے عوام حاکمیت کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے مطابق بطور امانت استعمال کریں گے۔
(ii) جمہوریت کے اصول، مساوات اور معاشرتی انصاف کے اسلامی تصورات کو ملک میں نافذ کیا جائے گا۔
(iii) پاکستان میں ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ یہاں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن اور سنت کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔
(iv) غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذاہب اور عقائد پر عمل کرنے اور اپنی ثقافت اور روایات کو ترقی دینے کی مکمل آزادی ہوگی اور دیگر پسماندہ طبقات کے جائز حقوق کی حفاظت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔
(v) پاکستان ایک وفاقی ریاست ہوگا جس کی آئین کی متعین کردہ حدود میں تمام صوبوں کو خودمختاری حاصل ہوگی۔
(vi) عوام کے بنیادی حقوق اور عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنایا جائے گا۔
(vii) پاکستان میں اقتدار اور اختیارات کا استعمال عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے کیا جائے گا یعنی ملک میں جمہوری نظام حکومت رائج ہوگا۔
(viii) ملک کی علاقائی سالمیت اور آزادی کا مکمل تحفظ کیا جائے گا تاکہ اہل پاکستان کو خوشحالی نصیب ہو۔

قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد پہلی دستور ساز اسمبلی نے آئین سازی کے لئے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ دستور ساز اسمبلی نے کئی کمیٹیاں تشکیل دیں اور اس موضوع پر

تفصیلی مطالعے اور گہرے غور و خوض کے بعد ان کمیٹیوں نے اپنی رپورٹ دستور ساز اسمبلی کو پیش کر دیں لیکن یہ سفارشات شرمندہ تعبیر نہ ہو سکیں کیونکہ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا۔ اس لئے دستور ساز اسمبلی کے سات سالہ دور (1947ء سے 1954ء) تک سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشمکش کی بدولت ملک کے لئے آئین نہ بنایا جا سکا۔

قراردادِ مقاصد کی اہمیت (Importance of Objectives Resolution)

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں قراردادِ مقاصد کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس قرارداد میں تمام بنیادی مقاصد کو ایک دستاویز کی شکل میں پیش کر دیا گیا تھا۔ یہ وہ تمام مقاصد تھے جن کو بنیاد بنا کر پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اس قرارداد میں مسلمانوں کے اسلامی نظریہ سیاست، سیاسی اور سماجی نظام کو عملی شکل میں بیان کیا گیا تھا جن کو نافذ کر کے ایک پُرامن اور خوشحال ریاست قائم کی جا سکتی تھی۔ قراردادِ مقاصد نے نئی جمہوریت کے لئے بنیادی اصولوں، نظریات، کردار اور حیثیت کا واضح تعین کر دیا تھا۔ اس قرارداد میں اسلام کو مملکت کی نظریاتی بنیاد قرار دیا گیا تھا۔ قراردادِ مقاصد میں نظریہ پاکستان کی مکمل حمایت کی گئی تھی اور اصولوں کا ایک ایسا مجموعہ پیش کیا گیا تھا جو نظریہ پاکستان کے عین مطابق تھا۔

سوال نمبر۵:۔ 1956ء کے آئین کے نمایاں اور امتیازی خدوخال بیان کیجئے۔ 1956ء کے آئین کی نمایاں خصوصیات، اسلامی دفعات اور نقائص کے بارے میں تحریر کیجئے۔

جواب: 1956ء کا آئین (The Constitution of 1956)

1956ء کا آئین یا دستور چوہدری محمد علی کی وزارت میں دوسری دستور ساز اسمبلی نے تیار کیا۔ اس دستور کو قراردادِ مقاصد اور محمد علی بوگرہ فارمولا کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا تھا۔ 29 فروری 1956ء کو اس دستور کو آئین ساز اسمبلی میں منظور کرایا گیا۔ 2 مارچ 1956ء کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے اس دستور پر اپنے توثیقی دستخط کیے اور 23 مارچ 1956ء کو اس دستور کو ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

نمایاں خصوصیات (Salient Features)

1956ء کے دستور کی نمایاں خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) یہ ایک تحریری آئین تھا اور اس کا ابتدائیہ 234 دفعات اور چھ جلدوں پر مشتمل تھا۔
(ii) یہ ایک نیم لچکدار استوار آئین تھا اور قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے اس میں ترمیم کی جا سکتی تھی۔
(iii) اس آئین کے مطابق ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا تھا۔
(iv) آئین کے مطابق پاکستان میں پارلیمانی نظام حکومت تجویز کیا گیا تھا۔
(v) اُردو اور بنگالی دونوں زبانوں کو پاکستان کی سرکاری زبانیں قرار دے دیا گیا تھا۔

اسلامی دفعات اور نمایاں خدوخال (Islamic Provisions and Prominent Characteristics)

1956ء کے دستور کی اسلامی دفعات اور نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کا حق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اور پاکستان کا آئینی نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔
(ii) پاکستان کے سربراہ مملکت یعنی صدر پاکستان کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے البتہ وزیراعظم کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔
(iii) معاشرے کو جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور معاشرتی انصاف کی بنیادوں پر منظم کیا جائے گا۔
(iv) ملک میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو قرآن اور سنت کے منافی ہو۔
(v) ایسے اقدامات کیے جائیں گے جن کی بدولت پاکستان کے مسلمان اپنی زندگیوں کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔
(vi) اقلیتوں کے تحفظ، پسماندہ طبقات کی بحالی، ناخواندگی کا خاتمہ، عصمت فروشی، قمار بازی اور منشیات کے خاتمہ اور شراب کے استعمال کی ممانعت کے لئے اقدامات کیے جائیں گے۔
(vii) اسلامی تحقیق کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جائے گا اور مسلمانوں کے لئے قرآن پاک کی تعلیم لازمی ہوگی۔
(viii) پاکستان کا آئینی اور سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔
(ix) حکومت پاکستان دنیا کے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے قیام کے لئے کوششیں کرے گی۔
(x) صدر پاکستان ایک کمیشن تشکیل دیں گے جو تمام موجودہ قوانین کا جائزہ لے کر ان میں ضروری ترامیم کے لئے سفارشات پیش کرے گا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

1956ء کا آئین بدقسمتی سے صرف ڈھائی سال کے عرصہ تک نافذ رہا۔ سیاسی سازشوں، باہمی چپقلش اور ملک کی بدتر اقتصادی صورت حال نے فوج کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ملک کا نظم و نسق سنبھال لے۔ پاکستانی فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل محمد ایوب خان نے ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا اور 7 اکتوبر 1958ء کو ملک میں مارشل لاء لگا دیا۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد 1956ء کے آئین کو منسوخ کر دیا گیا۔

آئین کی خامیاں یا نقائص (Drawbacks of the Constitution)

1956ء کے آئین کی خامیاں اور نقائص مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اس دستور میں یہ خرابی تھی کہ اسے اختیارات کی عدم مرکزیت کے اصول پر مرتب نہیں کیا گیا تھا۔

(ii) اس دستور میں وفاقی قانون سازی کو محدود کر کے صوبائی فہرست سازی میں بڑی حد تک اضافہ کر دیا گیا تھا اس طرح اس آئین کی بدولت ملک میں دو علیحدہ اکائیوں کی پیدائش کے لئے راہ ہموار ہوئی۔

(iii) قومی اسمبلی میں مساوی نمائندگی کے اصول کو اپنا کر علاقائی وفاداری کے رجحان کو تقویت پہنچائی گئی تھی۔

1956ء کا دستور انتظامی اور اسلامی نکتہ حیات کے مطابق ایک متوازن دستور تھا لیکن اس دستور میں موجود نقائص نے ملک میں سیاسی افراتفری کے لئے راہ ہموار کی۔ عدم مساوات کا جو اصول اس دستور میں اپنایا گیا تھا اس سے عوام میں منفی جذبات پیدا کر دیئے۔ اس لئے 7 اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان نے ملک کا اقتدار سنبھال لیا۔ جنرل محمد ایوب خان کے اقتدار سنبھالنے کے بعد 1956ء کے آئین کو منسوخ کر دیا گیا۔

سوال نمبر۶:۔ 1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال تحریر کیجئے۔ 1962ء کے دستور کی نمایاں خصوصیات اور اسلامی دفعات کو بیان کیجئے۔

جواب: 1962ء کا آئین (The Constitution of 1962)

7 اکتوبر 1958ء کو جنرل ایوب خان کی سربراہی میں فوج نے ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے سات افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی اور اسے آئین کی تیاری کی ذمہ داری سونپی اور اس طرح یکم مارچ 1962ء کو یہ آئین ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

نمایاں خصوصیات (Salient Features)

1962ء کے آئین کے نمایاں خدوخال اور نمایاں خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) یہ ایک تحریری آئین تھا۔ اس آئین میں 250 دفعات، چار گوشارے اور مارشل لاء کے اکتیس ضابطے شامل تھے۔

(ii) یہ ایک غیر لچکدار آئین تھا اور صرف قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت ہی اس آئین میں کسی تبدیلی کرنے کی مجاز تھی۔

(iii) قرارداد مقاصد کو اس آئین کے ابتدائیہ میں شامل کیا گیا تھا۔

(iv) اس آئین کے مطابق ملک میں صدارتی طرز حکومت رائج کیا گیا تھا۔

(v) بنیادی جمہوریت کے نظام کو اس آئین کا حصہ بنا دیا گیا تھا۔

(vi) اس آئین کے مطابق تمام اختیارات ایک فرد یعنی صدر پاکستان کی ذات میں مرکوز کر دیئے گئے تھے۔

(vii) صدر قومی و صوبائی اسمبلی کے اراکین کے لئے بالواسطہ انتخاب کے طریقہ کار کو رائج کیا گیا تھا۔

(viii) اس آئین میں تمام بنیادی حقوق کو اقوام متحدہ کے عالمی حقوق کے منشور کے مطابق مرتب کیا گیا تھا۔

(ix) آئین کے اصولوں کے مطابق عدلیہ کو قوانین اور انتظامیہ کے احکامات کی تشریح کا اختیار دیا گیا تھا۔

(x) اُردو اور بنگالی کو پاکستان کی سرکاری زبانوں کا درجہ دے دیا گیا تھا۔

اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

1962ء کے آئین کی اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اس آئین میں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر معاملہ میں حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کا حق حاصل ہوگا۔

(ii) آئین کے نفاذ کے وقت مملکت کا نام جمہوریہ پاکستان رکھا گیا لیکن جلد ہی عوام کے شدید احتجاج کی وجہ سے اسے تبدیل کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کر دیا گیا۔

(iii) اس آئین کے تحت ریاست کے سربراہ یعنی صدر کے لئے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

(iv) یہ طے کیا گیا کہ ایسے اقدامات کیے جائیں گے جن کے توسط سے پاکستان کے مسلمان عوام اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگیوں کو قرآن اور سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

(v) آئین میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ ملک میں کوئی بھی قانون ایسا نہیں بنایا جائے گا جو قرآن اور سنت کے منافی ہو۔

(vi) ملک میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے مناسب اقدامات کیے جائیں گے۔

(vii) حکومت اسلامی اداروں، زکوٰۃ، اوقاف اور مساجد کے انتظام کو چلانے کے لئے مؤثر اقدامات کرے گی۔

(viii) اسلامی اتحاد کے قیام کے لئے عملی طور پر کوششیں کی جائیں گی۔

1962ء کا دستور ملک میں سات سال تک نافذ رہا کہ اچانک 1968ء کے آخر میں 1969ء کے آغاز میں صدر ایوب خان کی حکومت کے خلاف اور ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لئے عوام نے ایک زبردست تحریک چلائی۔ پورے ملک میں تعطل و انتشار اور فسادات کی ایک لہر دوڑ گئی۔ شدید ہنگاموں، فسادات اور شورشوں کے باعث 25 مارچ 1969ء کو صدر ایوب خان نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور اس وقت کے کمانڈر ان چیف جنرل یحییٰ خان نے حکومت کے اختیارات سنبھال لیے۔ ملک میں دوبارہ مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور 1962ء کے دستور کو منسوخ کر دیا گیا۔

آئین کی خامیاں اور نقائص (Drawbacks of the Constitution)

1962ء کے آئین کی خامیاں اور نقائص مندرجہ ذیل تھے۔

(i) آئین کی تشکیل کی ابتداء میں مملکت کا نام "جمہوریہ پاکستان" رکھا گیا جسے عوام کی طرف سے زبردست احتجاج کے بعد تبدیل کر کے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کر دیا گیا۔

(ii) یہ آئین جنرل محمد ایوب خان کی مرضی اور ہدایت کے مطابق تیار کیا گیا تھا لہٰذا اس آئین کے مطابق تمام تر اختیارات صدر پاکستان کو حاصل ہو گئے تھے۔

(iii) اس آئین کے مطابق ملک میں موجود تمام سیاسی جماعتوں پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

(iv) اس آئین کی تشکیل اس انداز سے کی گئی تھی کہ اس میں عوامی رائے کو کوئی مقام اور حیثیت حاصل نہ تھی۔

(v) 1962ء کا دستور اپنی ساخت اور ہیئت کے اعتبار سے بنیادی طور پر ایک آمرانہ آئین تھا۔

سوال نمبر۷:۔ 1973ء کے آئین کے اہم نکات تحریر کیجئے۔ 1973ء کے آئین کے نمایاں خدوخال بیان کیجئے۔ آئین پاکستان 1973ء کی اسلامی دفعات کا ایک جائزہ پیش کیجئے۔ 1973ء کے آئین کی امتیازی خصوصیات تحریر کیجئے۔ کیا یہ دستور ہمارے قومی مقاصد کو پورا کرتا ہے؟ بحث کیجئے۔

جواب: 1973ء کا آئین (The Constitution of 1973)

پاکستان میں نظام حکومت چلانے کے لئے ایک مکمل دستور جو 17 اپریل 1973ء کو بیس اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی نے حتمی مسودہ کی شکل میں تیار کیا۔ 1973ء کا آئین یا دستور کہلاتا ہے۔ 2 اپریل 1973ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے مجوزہ آئین کا مسودہ بل دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ 10 اپریل 1973ء کو اسمبلی نے یہ بل متفقہ طور پر منظور کر لیا اور 11 اپریل 1973ء کو اس پر صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے توثیقی دستخط کر دیئے۔ 14 اگست 1973ء کو عملی طور پر اس آئین کا نفاذ ہوا۔ اسی روز ذوالفقار علی بھٹو نے وزیراعظم اور چوہدری فضل الٰہی نے صدر پاکستان کے عہدوں کے لئے حلف اٹھایا۔ 1973ء کا آئین 280 دفعات پر مشتمل ہے اور اسے بارہ حصوں اور سات جدولوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نمایاں خدوخال اور خصوصیات (Salient Features)

(i) یہ ایک تحریری آئین ہے۔ اس آئین میں شامل تمام اصلاحات تحریری شکل میں ہیں اور اسے ایک کتاب کی شکل میں اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

(ii) یہ ایک غیر لچکدار آئین ہے اس میں تبدیلی یا ترمیم کی شرائط کافی حد تک مشکل ہیں صرف خصوصی طریقہ کار کے تحت ہی اس آئین میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔

(iii) اس آئین کا ابتدائیہ بھی قرارداد مقاصد کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے۔

(iv) یہ ایک اسلامی دستور ہے کیونکہ اس میں مملکت کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا ہے اور صدر اور وزیراعظم دونوں کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔

(v) اس آئین کے تحت ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا جس کے مطابق وزیراعظم پاکستان کو بہت زیادہ اختیارات دے دیئے گئے اور صدر پاکستان کے اختیارات کو محدود کر دیا گیا۔ عملی طور پر صدر مملکت وزیراعظم کی رضامندی کے بغیر احکامات جاری نہیں کر سکتا۔

(vi) پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس آئین کی رو سے دو ایوانوں پر مشتمل پارلیمان قائم کی گئی۔ ایوان بالا کا نام سینیٹ اور ایوان زیریں کا نام قومی اسمبلی رکھا گیا۔

(vii) اس آئین کے مطابق صوبائی حکومتوں کو صوبوں میں صوبائی خودمختاری فراہم کی گئی۔

(viii) اس آئین میں عوام کے حقوق کے تحفظ اور عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنانے کے لئے ضروری تحفظات مہیا کیے گئے ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اسلامی دفعات (Islamic Provisions)

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پوری کائنات پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور اقتدار اعلیٰ کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(ii) ریاست کا آئینی نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

(iii) اس آئین کے مطابق پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔

(iv) اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو تشکیل دینے کے لئے اقدامات کیے جائیں گے اور عربی زبان کے فروغ کے لئے تمام ممکنہ سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

(v) قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔ قرآن پاک کی اغلاط سے پاک طباعت کے لئے اقدامات کیے جائیں گے اور عربی زبان کے فروغ کے لئے تمام ممکنہ سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

(vi) پاکستان میں زکوٰۃ کے نظام، نظام اوقاف اور مساجد کو مناسب انداز سے منظم کیا جائے گا۔

(vii) قرآن اور سنت کی تعلیمات کے منافی ملک میں کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا اور موجودہ قوانین کو بھی قرآن اور سنت کے اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

(viii) اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی جائے گی جو اسلامی طرز حیات کے سلسلہ میں اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

(ix) مسلمان سے مراد وہ شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین رکھتا ہو۔

(x) ریاست مسلمانوں میں اتحاد کے قیام اور مسلم ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے اقدامات کرے گی۔

1973ء کا آئین اور قومی مقاصد (The Constitution of 1973 and National Objectives)

1973ء کا دستور یا آئین ایک جامع دستور ہے۔ یہ ہمارے قومی مقاصد کو بھی پورا کرتا ہے۔ یہ نظریہ پاکستان کی مکمل طور پر حمایت کرتا ہے۔ اس آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں۔ اس آئین کے مطابق اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے اور اردو زبان کو پاکستان کی سرکاری زبان کا درجہ دے کر اسے پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا ہے۔ اس آئین کے مطابق صوبائی اسمبلیوں کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ قومی زبان کے علاوہ صوبائی زبانوں کی ترقی کے لئے اور تعلیم کے لئے قوانین بنا سکتی ہیں۔ آئین کی رو سے ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی تاکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت کی رہنمائی کرے۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک سے قریبی تعلقات کے قیام پر زور دیا گیا اور اسلامی تعلیمات اور عربی زبان کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کرنے کی تجاویز بھی پیش کی گئیں۔

سوال نمبر۸:۔ 1973ء کے آئین کے مطابق وفاقی اور صوبائی حکومتوں کا ڈھانچہ بیان کیجئے۔

جواب: 1973ء کا آئین اور حکومتی نظام (Government System and the Constitution of 1973)

1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان میں وفاقی پارلیمانی نظام رائج کیا گیا جس میں وزیراعظم پاکستان کو بہت زیادہ اختیارات فراہم کیے گئے جبکہ صدر پاکستان کے اختیارات کو کم کر دیا گیا۔ عملی طور پر صدر مملکت وزیراعظم کی رضامندی کے بغیر احکامات جاری نہیں کر سکتا تھا۔

عاملہ یا انتظامیہ (Executive)

1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔ اس نظام حکومت میں مملکت کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے جبکہ صدر مملکت کو آئینی سربراہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ تمام تر اختیارات وزیراعظم اور اس کی کابینہ کے پاس ہوتے ہیں۔ وزیراعظم اور اس کی کابینہ میں شامل تمام اراکین پارلیمنٹ کے اراکین ہوتے ہیں اور اپنی کارکردگی کے سلسلہ میں پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ 1973ء کے آئین میں ابتدائی طور پر صدر مملکت کی حیثیت صرف آئینی سربراہ کی تھی لیکن آئین میں خصوصی ترامیم کے ذریعے صدر مملکت کے اختیارات کے دائرہ کار کو بڑھایا گیا۔

(1) وفاقی حکومت کا ڈھانچہ (Structure of Federal Government)

1973ء کے آئین کے مطابق وزیراعظم اور اس کی کابینہ میں شامل تمام وزراء کو ملا کر مجموعی طور پر وفاقی حکومت کا نام دیا جاتا ہے۔ آئین کے مطابق اعلیٰ انتظامی اختیارات صدر مملکت کو حاصل ہوتے ہیں اور صدر مملکت ان اختیارات کو وزیراعظم کے مشورے سے استعمال کرتا ہے۔ وزیراعظم کو وفاقی انتظامیہ یا عاملہ کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ وفاقی حکومت کے تمام اختیارات کو صدر مملکت کے نام پر استعمال کرتا ہے۔ وفاقی حکومت میں دو ایوانوں پر مشتمل پارلیمان قائم کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) سینیٹ یا ایوان بالا (ii) قومی اسمبلی یا ایوان زیریں

(i) سینیٹ یا ایوان بالا (The Senate or the Upper House)

1973ء کے آئین کے مطابق وفاقی حکومت کی مجلس شوریٰ کے ایوان بالا کو سینیٹ کا نام دیا گیا ہے۔ سینیٹ کا تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی دی جاتی ہے۔ سینیٹ کے کل ارکان کی تعداد 100 ہے۔ چاروں صوبوں کے لئے مختص کی گئی نشستوں کے اراکین کا انتخاب حلقہ صوبائی اسمبلیاں اپنے ووٹوں کے ذریعے کرتی ہیں۔ سینیٹ کے بالواسطہ انتخاب کے اصول کی رو سے صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ میں سیاسی جماعتوں کی نمائندگی کا تناسب تقریباً یکساں رہتا ہے۔ سینیٹ ایک مستقل ادارہ ہے جسے تحلیل نہیں کیا جا سکتا۔ سینیٹ کے اراکین کا انتخاب چھ سال کے لئے عمل میں آتا ہے اور ہر تین سال بعد نصف اراکین ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں۔ سینیٹ کے ہر سال کم از کم تین اجلاس ہونا ضروری ہیں۔

(ii) قومی اسمبلی یا ایوان زیریں (The National Assembly or The Lower House)

1973ء کے آئین کے مطابق وفاقی حکومت کی مجلس شوریٰ کے ایوان زیریں کو قومی اسمبلی کہا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کے کل اراکین کی تعداد 342 ہے۔ اس میں عام نشستوں کی تعداد 272 ہے۔ اس کے علاوہ خواتین کے لئے 60 نشستیں جبکہ اقلیتوں کے لئے 10 نشستیں مخصوص ہیں۔ قومی اسمبلی کے ایک سال میں کم از کم تین اجلاس ہونا ضروری ہیں۔ قومی اسمبلی کے ایک چوتھائی اراکین کسی بھی وقت اسپیکر کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کے لئے درخواست بھیج سکتے ہیں۔

(2) صوبائی حکومت کا ڈھانچہ (Structure of Provincial Government)

پاکستان چار صوبوں خیبر پختونخواہ، پنجاب، سندھ اور بلوچستان پر مشتمل ایک وفاق ہے۔ ہر صوبے کی اپنی طبیعہ حکومت ہوتی ہے۔ صوبے کا آئینی سربراہ گورنر جبکہ انتظامی سربراہ وزیراعلیٰ کہلاتا ہے۔ چاروں صوبوں میں ایک ایوانی مقننہ قائم کی گئی ہے جسے صوبائی اسمبلی کا نام دیا گیا ہے۔ صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کو عوام براہ راست انتخاب کے ذریعے منتخب کرتے ہیں۔ ہر صوبے کی صوبائی اسمبلی میں آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر کی گئی ہیں۔ خواتین اور اقلیتی ممبران کا انتخاب سیاسی جماعتوں کو ملنے والے مجموعی ووٹوں کی شرح تناسب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ صوبہ پنجاب کی کل نشستیں 390، صوبہ سندھ کی کل نشستیں 171، صوبہ خیبر پختونخواہ کی کل نشستیں 130 اور صوبہ بلوچستان کی کل نشستیں 67 ہیں۔ چاروں صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں کل نشستوں کی تعداد 768 ہے۔ ہر صوبائی اسمبلی کی مدت بھی پانچ سال مقرر کی گئی ہے۔ آئین کے مطابق ہر صوبائی اسمبلی کے سال میں کم از کم دو اجلاس ہونا ضروری ہیں اور ان کا درمیانی وقفہ چار ماہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہر صوبائی اسمبلی ان تمام امور پر قانون سازی کر سکتی ہے جو وفاقی امور کی فہرست میں درج نہ ہوں۔ صوبائی اسمبلی میں منظور ہونے والے کسی بھی مسودہ بل کی گورنر سے تصدیق کرانا لازمی ہوتی ہے۔ صوبائی حکومت صوبے کا سالانہ بجٹ تیار کر کے صوبائی اسمبلی میں پیش کرتی ہے۔ اس کے علاوہ صوبائی اسمبلی کچھ انتخابی فرائض بھی سرانجام دیتی ہے۔

سوال نمبر۹:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں قرارداد مقاصد کی منظوری سے لے کر 1956ء میں پاکستان کے پہلے آئین کی تشکیل کے دوران پیش آئے۔

جواب: قیام پاکستان (Establishment of Pakistan)

وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن (Lord Mountbatten) نے ریڈیو پر تقسیم ہند کے منصوبہ کا اعلان کیا۔ اس منصوبہ کے مطابق ہندوستان کو دو خود مختار ریاستوں پاکستان اور بھارت میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ 15 اگست 1947ء کو ہندوستان پر برطانوی اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ 3 جون کے منصوبہ کے مطابق 14 اگست 1947ء اور 15 اگست 1947ء دو مختار ریاستیں معرض وجود میں آ گئیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی شدید خواہش تھی کہ اسے پاکستان اور بھارت دونوں کا مشترکہ گورنر جنرل نامزد کر دیا جائے۔ کانگریس نے اس کی پیش کردہ تجویز کو قبول کر لیا جبکہ قائداعظم اور مسلم لیگ نے اس کی اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے کانگریس اور نہرو خاندان کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کو پاکستان کا پہلا گورنر جنرل بنانے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح 17 اگست 1947ء کو کراچی پہنچ گئے۔ آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کے قیام کا اعلان کراچی میں واقع اسمبلی کی عمارت میں 15 اگست 1947ء کو کیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 15 اگست 1947ء کو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ یہ رمضان المبارک کے مقدس مہینہ کا جمعۃ الوداع کا دن تھا۔ ہلال اور ستارہ والا پرچم قومی پرچم کے طور پر عمارت پر لہرایا گیا۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو پانچویں بڑی مسلم ریاست کے طور پر قائم ہوا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کراچی آ کر تمام تر اختیارات پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے حوالے کیے۔ یہ دستور ساز اسمبلی 46-1945ء کے انتخابات کے نتیجہ میں قائم ہوئی تھی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا اور مختصراً ان تمام واقعات کو بیان کیا جو تشکیل پاکستان کا باعث بنے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کو پہلے ہی دستور ساز اسمبلی کا صدر 11 اگست 1947ء کو منتخب کیا جا چکا تھا۔ جسٹس محمد منیر کو اسمبلی کو اختیارات کو منتقلی کے بعد آئین کی تشکیل کے لئے مسودہ بل کو تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ذمہ اس نئی قائم ہونے والی ریاست پاکستان کی تعمیر نو کا کام تھا۔ جسٹس محمد منیر کی پیش کردہ سفارشات کی بنیاد پر ایک وفاقی دستور ملک میں نافذ کر دیا گیا جس کے مطابق ملک کے چاروں صوبے وفاقی اکائیاں تھے۔ کابینہ تشکیل دی گئی اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کو گورنر جنرل منتخب کیا گیا جبکہ لیاقت علی خان ملک

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

کے پہلے وزیراعظم بن گئے۔ ملک غلام محمد کو پاکستان کا وزیر خزانہ مقرر کیا گیا۔

قائداعظمؒ کی وفات۔ 1948ء (Death of Quaid-e-Azam)

قائداعظم محمد علی جناحؒ (1948 - 1876) ہمارے پاکستان تھے۔ وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد نہ صرف قوم کی رہنمائی کی بلکہ پاکستان کے نظم و نسق کو بھی احسن طریقہ سے سنبھال لیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 11 اگست 1947ء میں اپنے خطاب میں پاکستان کے آئین کی تشکیل کے لئے ایک بنیادی مشورہ اور رہنمائی فراہم کردی تھی۔ دستور ساز اسمبلی کی ابتدائیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اراکین اسمبلی کو یہ تلقین کی کہ خود کو رشوت، بدعنوانی، ذخیرہ اندوزی، اقربا پروری اور بددیانتی سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔ انہوں نے نسلی امتیازات، لسانی تقسیم، جغرافیائی نمائندگی اور مذہبی تعصب پسندی کی سختی سے مخالفت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم سب پاکستان کے شہری ہیں اور ہمیں سماوی طور پر شہری اور جمہوری حقوق حاصل ہیں اور تمام شہریوں کو یکساں طور پر فلاح کے مواقع حاصل ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے کہ وہ اپنے عوام کو ایک مستقل آئین فراہم کردیتے۔ 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ کا انتقال ہوگیا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وفات کے سانحہ کے بعد مسلم لیگ انتشار کا شکار ہوگئی اور اس کے باہمی اتحاد کو نقصان پہنچا۔ مسلم لیگ ایسے موقع پرست لوگوں کے ہتھے چڑھ گئی جنہوں نے غیر جمہوری راستے کھول دیئے اور اس طرح غیر جمہوری جوڑ توڑ اور سیاسی سازشوں کا شکار ہو کر مسلم لیگ منتشر ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں انتشار اور سازشی رجحانات میں اضافہ ہوگیا۔ ان مفاد پرست سیاست دانوں اور رہنماؤں کے غلط اقدامات کی ملک کو ایک بھاری قیمت چکانا پڑی۔

قرارداد مقاصد (Objectives Resolution)

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین پاکستان کے گورنر جنرل بنے جبکہ لیاقت علی خان بدستور پاکستان کے وزیراعظم تھے۔ دستور ساز اسمبلی نے 1949ء میں ایک قرارداد منظور کی جسے قرارداد مقاصد کہا جاتا ہے۔ قرارداد مقاصد کے تحت یہ طے کیا گیا کہ جمہوریت، مساوات اور معاشرتی انصاف کے اسلامی تصورات کو ملک میں نافذ کیا جائے گا۔ اس قرارداد پر دستور ساز اسمبلی کے پانچ اجلاسوں پر خوب غور و خوض کیا گیا۔ قرارداد مقاصد مکمل طور پر ایک آئین کی حیثیت نہیں رکھتی تھی بلکہ یہ مستقبل میں تشکیل دیئے جانے والے آئین کے لئے بنیادی اصولوں کا ایک سادہ مجموعہ تھی۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی (The Basic Principles Committee)

پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے تجویز کردہ وفاقی آئین کی تیاری کے لئے کئی کمیٹیاں قائم کیں۔ ان تمام کمیٹیوں میں سب سے زیادہ اہم بنیادی اصولوں کی کمیٹی تھی جسے 12 مارچ 1949ء کو قائم کیا گیا جب قرارداد مقاصد دستور ساز اسمبلی میں منظور کی گئی۔ لیاقت علی خان کو اس کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے خود اپنے طور پر اہم معاملات پر غور و خوض کرنے کے لئے کئی ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی جانب سے تیار کردہ مجوزہ آئین کا مسودہ 28 ستمبر 1950ء کو وزیراعظم لیاقت علی خان نے دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ پہلا آئینی مسودہ 1950ء میں شائع کیا گیا جس پر مشرقی پاکستان میں شدید احتجاج ہوا۔ مشرقی پاکستان کے سیاسی رہنماؤں نے اس کی شدید مخالفت کی کیونکہ اس میں تمام صوبوں کی مساوی نمائندگی کے اصول کو اپنایا گیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کی صورت میں سب سے زیادہ آبادی کے حامل صوبے کی اکثریت اکثیت میں تبدیل ہوجائے گی۔ اس رپورٹ میں اُردو کو پاکستان کی قومی زبان کا درجہ دیا گیا تھا جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان کے عوام نے شدید احتجاج کیا۔ مشرقی پاکستان کی طرف سے اس شدید مخالفت کی وجہ سے دستور ساز اسمبلی اس رپورٹ کی سفارشات کو منظور کرنے پر مجبور ہوگئی۔

لیاقت علی خان کا قتل۔ 1951ء (Assassination of Liaquat Ali Khan)

پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان (1951 - 1895) وہ جنہوں نے قرارداد مقاصد پیش کی تھی اور وہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے اور وہ پاکستان کے آئین کا مسودہ بھی تیار کروا رہے تھے۔ نوابزادہ لیاقت علی خان کو 16 اکتوبر 1951ء کو اس وقت گولی مار کر شہید کردیا گیا جبکہ وہ راولپنڈی میں ایک عوامی جلسہ سے خطاب کررہے تھے۔ لیاقت علی خان کے قتل کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیراعظم بن گئے اور ایک سرکاری افسر ملک غلام محمد کو پاکستان کا گورنر جنرل نامزد کردیا گیا جو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں بطور وزیر خزانہ اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

خواجہ ناظم الدین کی وزارت (Ministry of Khwaja Nazimuddin)

16 اکتوبر 1951ء خواجہ ناظم الدین (1964 - 1894) وہ پاکستان کے دوسرے وزیراعظم بنے۔ انہوں نے ملک غلام محمد کو پاکستان کا گورنر جنرل نامزد کیا۔ خواجہ ناظم الدین نے پاکستان کے آئین کے لئے دوسرا مسودہ 22 دسمبر 1952ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ اس میں یہ طے کیا گیا کہ اکائیوں کے ایوان میں 60 اراکین مغربی پاکستان سے اور 60 اراکین مشرقی پاکستان سے لیے جائیں گے۔ عوامی ایوان میں 200 اراکین مشرقی پاکستان سے لیے جائیں گے جبکہ بقیہ 200 اراکین مغربی پاکستان کی نو اکائیوں سے لیے جائیں گے۔ اس آئینی مسودہ پر مغربی پاکستان میں شدید تنقید ہوئی۔ علماء بورڈ کے قیام سے متعلق سفارشات کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کے بیشتر امکان ا

آئینی مسودہ کے خلاف ہوگئے جس کی وجہ سے ناظم الدین کو بہت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

خواجہ ناظم الدین کی برطرفی (Removal of Khwaja Nazimuddin)

گورنر جنرل ملک غلام محمد نے 17 اپریل 1953ء کو خواجہ ناظم الدین کو وزیراعظم کے عہدہ سے برطرف کردیا اور ان کی کابینہ تحلیل کردی۔ انہوں نے امریکہ میں پاکستان کے سفیر محمد علی بوگرہ کو وزیراعظم پاکستان نامزد کردیا۔ اس لاقانونیت کو دیکھتے ہوئے خواجہ ناظم الدین کو گہرا رنج ہوا اور انہوں نے خود کو سیاست سے کنارہ کش کرلیا۔

محمد علی بوگرہ فارمولا (Muhammad Ali Bogra Formula)

محمد علی بوگرہ (1963 - 1909) نے 17 اپریل 1953ء کو خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کے بعد وزیراعظم پاکستان کا عہدہ سنبھال لیا۔ انہوں نے 17 اکتوبر 1953ء کو دستور ساز اسمبلی میں تیسرا آئینی مسودہ پیش کیا جو محمد علی بوگرہ فارمولا کے نام سے مشہور ہوا۔ محمد علی بوگرہ فارمولا پیش کردہ تجاویز پر دستور ساز اسمبلی میں تین دنوں تک غور کیا گیا اور 14 نومبر 1953ء کو اسمبلی میں منظور کردہ آئینی مسودہ کی سفارشات کو حتمی طور پر مرتب کرنے کے لئے ایک مرتبہ پھر ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اُردو اور بنگالی کو پاکستان کی سرکاری زبانوں کا درجہ دے دیا گیا۔ محمد علی بوگرہ کامیابی کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنیادی مسائل کو حل کررہے تھے اور بہت تیزی سے آئین کی تشکیل کی جانب رواں دواں تھے۔ ستمبر 1954ء تک دستور ساز اسمبلی اس آئینی مسودہ کو اختیار کرنے والی تھی۔ خود وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے یہ اعلان کردیا تھا کہ نیا آئین 25 دسمبر 1954ء تک ملک میں نافذ کردیا جائے گا۔

پہلی دستور ساز اسمبلی کی تحلیل (Dissolution of the First Constituent Assembly)

وزیراعظم محمد علی بوگرہ کی قیادت میں اُن کی کابینہ پر مشتمل دستور ساز اسمبلی نے 20 ستمبر 1954ء کو عوامی نمائندوں کی نااہلیت کا ایک ایکٹ منظور کرلیا جس کے تحت حکومت کو یہ اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ بدعنوان اور غیر مؤثر وزراء اور سیاست دانوں کو بے نقاب کرسکے۔ اس کے بعد دستور ساز اسمبلی نے ان تمام شقوں کا خاتمہ کردیا جس کے تحت گورنر جنرل کو غیر معمولی اختیارات حاصل تھے۔ گورنر جنرل جو اس وقت دارالحکومت سے دور کہیں گئے ہوئے تھے فوری طور پر کراچی پہنچ گئے اور انہوں نے دستور ساز اسمبلی کے خلاف فوری طور پر اقدامات اٹھانا شروع کردیئے۔

گورنر جنرل ملک غلام محمد (1955 - 1895) نے فوری طور پر پورے ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے احکامات جاری کیے اور 24 اکتوبر 1954ء کو دستور ساز اسمبلی کو تحلیل کردیا۔ اس تحلیل ہونے والی اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیز الدین نے گورنر جنرل کے اس حکم نامہ کو چیلنج کیا اور اس کے خلاف سندھ ہائی کورٹ میں مقدمہ داخل کرادیا۔ معزز عدالت نے اپنے فیصلہ میں گورنر جنرل کے اس اقدام کو غیر قانونی قرار دیا اور کہا کہ گورنر جنرل کو اس قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کردی۔ سپریم کورٹ نے 21 مارچ 1955ء کو گورنر جنرل ملک غلام محمد کے حق میں اپنا فیصلہ سنایا۔

دوسری دستور ساز اسمبلی کے لئے انتخابات (Elections for the Second Constituent Assembly)

21 جون 1955ء کو دوسری دستور ساز اسمبلی کے لئے انتخابات ہوئے۔ یہ آٹھ اراکین پر مشتمل تھی اور اسے قانون سازی کے مکمل اختیارات حاصل تھے۔ مسلم لیگ نے ان انتخابات میں 25 نشستیں حاصل کیں۔ متحدہ محاذ کو 16 نشستیں اور عوامی لیگ نے 12 نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ سیاسی جماعتوں کی حاصل کردہ نشستوں کے تناظر میں اکثریتی جماعت کو حکومت بنانے میں کامیابی نہ ہوئی لہٰذا ایک مخلوط حکومت تشکیل دی گئی۔ 7 جولائی 1955ء کو سری میں دوسری دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس ہوا۔ 11 اگست 1955ء کو چوہدری محمد علی نے وزیراعظم پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔

چوہدری محمد علی کی وزارت (Ministry of Chaudhry Muhammad Ali)

چوہدری محمد علی (1980 - 1905) وہ پاکستان کے چوتھے وزیراعظم بنے۔ کچھ نئے چہرے کابینہ میں شامل کیے گئے جن میں جنرل محمد ایوب خان، میجر جنرل اسکندر مرزا، ڈاکٹر خان صاحب اور حسین شہید سہروردی نمایاں تھے۔ ان تمام اراکین کو گورنر جنرل ملک غلام محمد نے نامزد کیا تھا۔ وزیراعظم چوہدری محمد علی کی قیادت میں کابینہ نے مرحلہ وار آئین کی تشکیل کی جانب اپنا سفر شروع کیا۔ 30 ستمبر 1955ء کو مغربی پاکستان ایکٹ منظور کرلیا گیا۔ اس ایکٹ کے مطابق مغربی پاکستان میں موجود صوبوں کی آئینی حیثیت کو ختم کرکے انہیں آپس میں ضم کرکے ون۔ یونٹ بنادیا گیا۔

1956ء کا دستور (The Constitution of 1956)

چوہدری محمد علی نے آئین کی تشکیل کو اولین ترجیح دی۔ انہوں نے 8 جنوری 1956ء کو مجوزہ آئین کے لئے چوتھا آئینی مسودہ دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ اسی دوران گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور میجر جنرل اسکندر مرزا کو پاکستان کا گورنر جنرل نامزد کردیا۔ آئینی مسودہ کو حتمی طور پر فروری 1956ء میں دستور ساز اسمبلی میں منظور کرلیا گیا۔ 12 مارچ 1956ء کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے اس آئینی مسودہ پر اپنے توثیقی دستخط کیے اور 23 مارچ 1956ء کو پاکستان کا پہلا آئین ملک میں نافذ کردیا گیا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر1:۔ وہ سیاسی واقعات بیان کیجئے جو 1962ء کے دستور کی تشکیل کے ساتھ جنرل محمد ایوب خان کے دورِ حکومت میں پیش آئے۔

جواب: 1956ء کے دستور کی تشکیل کے بعد پیش آنے والے واقعات

Events after the Formation of the Constitution -1956)

چوہدری محمد علی اور ان کی کابینہ نے 1956ء کا دستور تیار کیا۔ یہ دستور 23 مارچ 1956ء کو ملک میں نافذ کیا گیا۔ اُس وقت پاکستان کے گورنر جنرل میجر جنرل اسکندر مرزا تھے اور انہیں کابینہ میں تبدیلیاں کرنے کے اختیارات حاصل تھے۔ 12 ستمبر 1956ء کو چوہدری محمد علی کو قومی اسمبلی میں اکثریتی اراکین کی حمایت حاصل نہ رہی اور انہیں مستعفی ہونا پڑا۔ حسین شہید سہروردی (1965 - 1893ء) کو 12 ستمبر 1956ء کو پاکستان کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔

1956ء کے دستور کے مطابق چونکہ گورنر جنرل کا عہدہ ختم کر دیا گیا تھا اس لئے 23 مارچ 1956ء سے میجر جنرل اسکندر مرزا پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہو گئے۔ صدر میجر جنرل اسکندر مرزا بنیادی طور پر پاکستان سیاسی جوڑ توڑ کے ذمہ دار تھے۔ سیاست میں ان کی مداخلت کی وجہ سے اکثریتی سیاسی جماعت مسلم لیگ کو اقتدار حاصل نہ ہو سکا تھا۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی صورت حال انتہائی خراب ہو چکی تھی۔ مشرقی پاکستان کی دو بڑی جماعتیں عوامی لیگ اور کرشک پارٹی ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھیں۔ یہ سیاسی حریف ایک دوسرے کے خلاف نفرت میں اس انتہا کو پہنچ گئے کہ مشرقی پاکستان کی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کو ہلاک کر دیا گیا اور اسپیکر کو ایوان کے فرش پر گرا کر اس قدر پیٹا گیا کہ وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ مغربی پاکستان میں ایک الحاق شدہ ریاست کے حکمران نے مرکزی حاکمیت کے خلاف شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے قومی جھنڈے کو اتار دیا۔ اس طرف ملک میں ریاست کے خلاف عناصر نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ صدر پاکستان میجر جنرل اسکندر مرزا نے وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ 18 اکتوبر 1957ء کو آئی آئی چندریگر (1960 - 1897ء) کو وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ وزیر اعظم آئی آئی چندریگر نے عام انتخابات کے مسئلہ پر اختلافات کی بنیاد پر 16 دسمبر 1957ء کو اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ صدر پاکستان میجر جنرل اسکندر مرزا نے اس کے بعد 16 دسمبر 1957ء کو ملک فیروز خان نون (1970 - 1893ء) کو ملک کا وزیر اعظم نامزد کر دیا۔

1958ء کا مارشل لاء (The Martial Law of 1958)

ملک میں عام انتخابات جولائی 1958ء میں منعقد ہونا تھے۔ میجر جنرل اسکندر مرزا نے انہیں مارچ 1959ء تک کے لئے ملتوی کر دیا۔ 17 اکتوبر 1958ء کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے حکم نامہ جاری کیا جس کے تحت 1956ء کا آئین منسوخ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔

میجر جنرل اسکندر مرزا کی برطرفی (Removal of Major General Iskander Mirza)

ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کے صرف بیس دن کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے میجر جنرل اسکندر مرزا (1919 - 1899ء) کو مستعفی ہونے پر مجبور کیا اور انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے طور پر مکمل اختیارات حاصل ہو گئے۔ مارشل لاء کے ضابطوں کے تحت تمام سیاسی جماعتوں، ہر طرح کی سیاسی سرگرمیوں، طلباء تنظیموں اور مزدور انجمنوں پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی گئی۔ آزادی تحریر و تقریر ختم کر دی گئی۔ اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دیا گیا۔ جنرل محمد ایوب خان نے فوجی عدالتیں تشکیل دے کر انہیں سیری ٹرائل کا اختیار دے دیا۔ ان عدالتوں نے مختلف نوعیت کے مقدمات میں بے شمار افراد کو مختلف سزائیں دیں جن میں بہت سے سیاست دان اور سیاسی کارکن بھی شامل تھے۔ مارشل لاء کی انتظامیہ نے متعدد سیاست دانوں کے سیاست میں حصہ لینے پر بھی پابندی عائد کر دی۔

بنیادی جمہوریت کا نظام (Basic Democracy System)

جنرل محمد ایوب خان (1974 - 1907ء) نے جمہوریت کو خاص طور پر پارلیمانی نظام کو پاکستانی عوام کے مزاج خلاف قرار دیتے ہوئے ملک میں ایک نیا نظام نافذ کرنے کا فیصلہ کیا جسے "بنیادی جمہوریت کے نظام" کا نام دیا گیا۔ اس نظام کے تحت براہ راست انتخاب کا طریقہ ختم کر کے اسمبلیوں اور صدر کے انتخاب کے لئے بالواسطہ انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا اور اسی ہزار ارکان پر مشتمل بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کو صدر اور اسمبلی منتخب کرنے کا حق دیا گیا۔ یہ ارکان چالیس ہزار مشرقی پاکستان اور چالیس ہزار مغربی پاکستان سے ہوتے تھے۔

بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت یونین کونسلیں، تحصیل کونسلیں، میونسپل کمیٹیاں اور ضلعی کونسلیں قائم کی گئیں۔ ملک کو اسی ہزار واحد فرد کے حلقہ انتخاب (Constituencies) میں تقسیم کر دیا گیا۔ دس انتخابی حلقوں کو آپس میں ضم کر کے دیہی علاقوں میں ایک یونین کونسل بنائی گئی۔ چھوٹے قصبہ جات میں یونین کمیٹیاں بنائی گئیں اور شہروں میں یونین کمیٹیاں اور کنٹونمنٹ تشکیل دیئے گئے۔ منتخب شدہ اراکین کے ساتھ ساتھ نامزد کردہ اراکین بھی ہوتے تھے۔ مقامی حکومت کا اعلیٰ درجہ مغربی پاکستان میں تحلیل کونسل اور مشرقی پاکستان میں ضلع کونسل تھا۔ بنیادی جمہوریت کے نظام کے پہلے انتخابات جنوری 1960ء میں ہوئے اور مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان میں سے ہر ایک کے لئے چالیس بنیادی جمہوری نمائندے منتخب کیے گئے۔

ریفرنڈم۔1960ء (Referendum)

فروری 1960ء میں چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر نے بنیادی جمہوریت کے نظام کے اراکین کے ذریعہ ایک ریفرنڈم کے وسیلہ سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا اور اس کے بعد ان کے ملک کے صدر منتخب ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

1962ء کا آئین (The Constitution of 1962)

17 فروری 1960ء کو جنرل محمد ایوب خان نے چیف جسٹس شہاب الدین کی سربراہی میں نیا آئین تشکیل دینے کے لئے ایک آئینی کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن نے 16 مئی کو اپنی رپورٹ صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان کے سامنے پیش کی۔ کمیشن کی رپورٹ کو پانچ ارکان پر مشتمل ایک وزارتی کمیٹی کے حوالہ کر دیا گیا تا کہ وہ اس کا جائزہ لے کر حتمی آئینی مسودہ تیار کر سکے۔ اس وزارتی کمیٹی نے حتمی آئینی مسودہ تیار کیا اور اس طرح 8 جون 1962ء کو یہ دستور ملک میں نافذ کر دیا گیا۔ آئین کے ملک میں نفاذ کے ساتھ ہی ملک سے مارشل لاء اٹھا لیا گیا۔ 1962ء کے دستور کے ذریعہ صدر جنرل محمد ایوب خان کو لامحدود اختیارات دے دیئے گئے۔ صدر کو ایک مستحکم آمرانہ حیثیت حاصل ہو گئی اور وہ آسانی سے قومی اسمبلی اور پاکستان کی صوبائی اسمبلیوں میں دخل اندازی کر سکتا تھا۔ جنرل ایوب خان پہلے ہی دارالحکومت کو 26 نومبر 1959ء کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کر چکے تھے۔ اس طرح اسلام آباد کو پاکستان کا نیا دارالحکومت قرار دیا گیا۔

صدارتی انتخاب۔1964ء (Presidential Election)

1964ء میں اس نئے آئین کے مطابق ملک میں صدارتی انتخاب منعقد ہوئے جس میں ایوب خان کا مقابلہ قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح نے کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح متحدہ حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں کونسل مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی، جماعت اسلامی، نظام اسلام پارٹی اور دیگر چھوٹی سیاسی جماعتوں کی متفقہ امیدوار تھیں۔ جنرل محمد ایوب خان مسلم لیگ کے امیدوار تھے۔ مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد اور مشرقی پاکستان کے گورنر عبدالمنعم خان نے حکومتی مشینری اور انتظامیہ کو جنرل محمد ایوب خان کی حمایت کے لئے پوری طرح استعمال کیا۔ ایوب خان نے 2 جنوری 1965ء میں ہونے والے صدارتی انتخاب میں محترمہ فاطمہ جناح کو شکست دی۔ ایوب خان نے 46,951 ووٹ حاصل کیے جبکہ محترمہ فاطمہ جناح کو 28,691 ووٹ ملے۔

مجیب الرحمٰن کے چھ نکات۔1965ء (Six Points of Mujeeb-ur-Rehman)

1962ء کے آئین کے تحت جنرل محمد ایوب خان کے سیاسی نظام نے بنگالیوں کو فیصلہ سازی کے تمام مواقع سے محروم کر دیا اور وہ معاشرتی، معاشی اور سیاسی معاملات میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے محروم ہو گئے۔ مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کی حاکمیت کا ناسور پروان چڑھنے لگا۔ بنگالیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایوب خان کی وضع کردہ معاشی پالیسیوں کی پیروی کریں۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو 1963ء میں عوامی لیگ کے رہنما کے طور پر مقبولیت حاصل ہونے لگی۔ شیخ مجیب الرحمٰن (1975 - 1920ء) نے 5 فروری 1965ء کو اپنا چھ نکاتی مطالبہ پیش کیا۔ ان چھ نکات میں مشرقی پاکستان کے سیاسی اور معاشی حقوق کا دفاع کیا گیا۔

پاک۔بھارت جنگ۔1965ء (Indo-Pak War - 1965)

ہندوستانی فوج رن کچھ کے علاقے میں واقع ایک پاکستانی چوکی پر قبضہ کر چکی تھی۔ جولائی 1965ء میں رن کچھ کے مقام پر پاکستان اور بھارت کے درمیان ایک بڑی سرحدی جھڑپ ہو رہی تھی۔ پاکستانی فوج نے ہندوستانی افواج کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اس کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان ایک تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔ 6 ستمبر 1965ء کو ہندوستان کی فوج نے پنجاب پر حملہ کیا۔ اس حملہ کا مقصد لاہور پر قبضہ کرنا تھا۔ اس پر پاکستان اور بھارت کے درمیان بڑے پیمانہ پر جنگ چھڑ گئی جو 17 روز تک جاری رہی۔ 20 ستمبر 1965ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعہ دونوں ممالک کے درمیان تفنگ بند کرایا۔ اس قرارداد کو دونوں ممالک نے منظور کر لیا اور اس طرح 23 ستمبر 1965ء میں اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔

معاہدہ تاشقند۔1966ء (Taskent Declaration)

سترہ روزہ جنگ کے بعد اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے کہنے پر جنگ بندی ہو گئی اور پھر سوویت یونین کی دعوت پر بھارت اور پاکستان تاشقند کے مقام پر بات چیت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ صدر پاکستان محمد ایوب خان اور ہندوستانی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری جنوری 1966ء میں سوویت یونین کے وزیر اعظم الیکسی کوزی گن (Alexi Kosygin) کی دعوت پر تاشقند پہنچے۔ تاشقند کے مقام پر صدر پاکستان ایوب خان اور بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جو "معاہدہ تاشقند" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کو اچانک دل کا شدید دورہ پڑا اور وہ اسی رات تاشقند میں انتقال کر گئے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ ذوالفقار علی بھٹو جو معاہدہ کے دستخط کے وقت تقریب میں موجود تھے انہیں معاہدہ کی کچھ شقوں پر اختلاف ہوا۔ واپسی پر معاہدہ تاشقند کے بعض مندرجات سے اختلاف کرتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ انہیں خاص طور پر ایوب خان کے اس فیصلے سے اختلاف تھا جس کے تحت انہوں نے کشمیر کے متنازعہ علاقے میں ان علاقوں سے فوج کی واپسی منظور کر لی تھی جن پر پاکستانی افواج نے قبضہ کیا تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ جنگ بندی لائن جسے فوج نے مورچہ کیا تھا بین الاقوامی سرحد نہیں ہے لہٰذا نئی جنگ بندی لائن وہ ہونی چاہیے جہاں جنگ بند ہو

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

ہے۔ پاکستانی عوام نے معاہدہ تاشقند پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ خصوصاً نوجوان طلباء اس معاہدہ سے ناخوش تھے کیونکہ جنگ کے دوران ملک میں یہ تاثر کامیابی سے پھیلایا گیا تھا کہ پاکستان کو جنگ میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ اس تاثر کی وجہ سے عوام نے جنگ کے نتیجہ سے بہت ہی خوش گمن توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ حقیقتاً پاکستان کو اس جنگ میں اس حد تک کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ اس نے ستر دن تک اپنے محدود وسائل کے باوجود کئی گنا بڑے دشمن کو کامیابی سے روکے رکھا اور اسے کوئی فیصلہ کن کامیابی حاصل نہ کرنے دی۔

ایوب خان کے خلاف تحریک۔ جمہوریت (The Democratic Movement Against Ayub Khan)

ایوب خان کے زوال کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ان کی طرف سے وضع کردہ معاشی پالیسیوں کا اطلاق تھا جس نے مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان نفرت کو جنم دیا۔ قومی دولت کو لوٹنے میں ان کے خاندان کے افراد کی شمولیت نے ایوب خان کے عوام میں تصور کو بری طرح بگاڑ کر رکھ دیا۔ ان کے دو بیٹوں نے فوجی ملازمت کو خیرآباد کہا اور شہری زندگی گزارتے ہوئے نوائمانہ کاروبار شروع کر دیے۔ گویا ایوب خان راتوں رات ترقی کرتے ہوئے ایک بڑے صنعتکار بن گئے۔ وہ اپنے مسر جنرل حبیب اللہ کے ہمراہ صنعت، تجارت کے میدان میں داخل ہوئے اور دونوں نے مل کر صنعتوں کا ایک گروپ قائم کیا۔ ایوب خان کے خلاف سب سے اہم کردار طلباء اور مزدور انجمنوں نے ادا کیا۔ مارچ 1969ء مزدور کارکنوں نے ہڑتال کر کے کراچی شہر کی زندگی کو مفلوج بنا دیا۔ اسی طرح کے اقدامات ملک کے دوسرے حصوں میں بھی طلباء اور مزدور انجمنوں نے کیے۔

1966ء کے ابتدائی ایام میں طلباء کی طرف سے معاہدہ تاشقند کے خلاف ایک غیر منظم احتجاجی تحریک جاری تھی۔ ذوالفقار بھٹو کے حکومت سے استعفیٰ دینے کے بعد طلباء کا ایک نوجوان اور شاعر دل مہیا ہو گیا اور اس طرح طلباء کے درمیان ذوالفقار علی بھٹو کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی۔ اسی اثناء میں لاہور اور کراچی کے کچھ دانشور ملک کی غیر جمہوری فضاء کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت محسوس کر رہے تھے جو مزدوروں اور کسانوں کے استحصال اور ملکی وسائل پر چند سرمایہ داروں اور جاگیردار خاندانوں کی اجارہ داری کی پالیسیوں سے نجات حاصل کرنے کے مسئلے پر توجہ مرکوز کر سکے۔ ان افراد میں جے اے رحیم، نوجوان ترقی پسند رہنما معراج محمد خان جن کا تعلق کراچی سے تھا، حیدرآباد کے رسول بخش تالپور، لاہور کے ڈاکٹر مبشر حسین، لاہور ہی سے تعلق رکھنے والے ملک اسلم حیات ایڈووکیٹ اور محمد حنیف رامے شامل تھے۔ اس کے علاوہ لاہور کے کچھ سینئر پیشہ ور اخبار نویس اور اساتذہ بھی شامل تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے وزارت خارجہ سے استعفیٰ کے بعد ان افراد نے جے اے رحیم کے ذریعہ ان سے رابطہ کیا اور ملکی مسائل کے حل کے لئے ایک نئی جماعت بنانے کا مشورہ دیا۔ نئی جماعت بنانے کے فیصلے کے بعد 31 اکتوبر اور یکم نومبر کو لاہور میں ڈاکٹر مبشر حسن کی رہائش گاہ پر ایک کنونشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کیا گیا جس کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو کو منتخب کیا گیا۔ پارٹی کے سیکریٹری جنرل کا عہدہ جے اے رحیم کو دیا گیا۔ اس کنونشن میں کل 29 افراد نے شرکت کی جو پارٹی کے بنیادی ارکان قرار پائے۔

اس عرصہ کے دوران طلباء کی احتجاجی تحریک ایک شہر سے دوسرے شہر تک پھیل رہی تھی، جس میں ذوالفقار علی بھٹو کی حمایت کے بعد بہت تیزی آ گئی تھی اور دیگر سیاسی جماعتوں نے بھی پاکستان جمہوری تحریک (پی ڈی ایم) کے نام سے اتحاد قائم کر کے صدر محمد ایوب خان کی آمریت کے خلاف تحریک شروع کر دی تھی۔ 1968ء تک یہ تحریک مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں پھیل چکی تھی اور اس میں طلباء، سیاسی کارکن، مزدور تنظیمیں، کسان، سرکاری ملازموں کی تنظیمیں غرض یہ کہ معاشرے کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے اپنے مطالبات کے حق میں اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔ مشرقی پاکستان اور کراچی میں تحریک میں تشدد کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا اور مظاہرین نے سرکاری املاک کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا تھا۔

صدر محمد ایوب خان نے پاکستان جمہوری تحریک (پی ڈی ایم) کو مذاکرات کیلئے گول میز کانفرنس کی دعوت دی جسے قبول کر لیا گیا۔ تاہم مشرقی پاکستان سے مولانا بھاشانی کی نیشنل عوامی پارٹی اور مغربی پاکستان سے ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی نے مذاکرات سے انکار کر دیا۔ گول میز کانفرنس میں شریک جماعتوں کے مطالبہ پر شیخ مجیب الرحمن کو جو سازش کے مقدمہ میں جیل میں بند تھے۔ انہیں رہا کر کے کانفرنس میں شریک کیا گیا۔ تاہم مولانا بھاشانی اور ذوالفقار علی بھٹو کی مقبولیت کی وجہ سے صورت حال ایسی ہو چکی تھی کہ یہ کانفرنس نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔

ایوب خان کا استعفیٰ (Resignation of Ayub Khan)

صدر محمد ایوب خان نے ریڈیو پر عوام سے خطاب کیا اور یہ اعلان کیا کہ وہ اقتدار چھوڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ دوبارہ انتخاب لڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ 25 مارچ 1969ء سے حکومت کا نظم و نسق جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے حوالے کر دیں گے۔

سوال نمبر11:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں 1969ء کے مارشل لاء کے نفاذ سے لے کر 1973ء کے آئین کی تشکیل تک رونما ہوئے۔

جواب: مارشل لاء۔1969ء (Martial Law)

جنرل آغا محمد یحییٰ خان (1980 - 1917) نے 25 مارچ 1969ء کو حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔ صدر محمد ایوب خان کے استعفیٰ کے بعد جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے 1962ء کے آئین کو منسوخ کر دیا اور تمام تر سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو تحلیل کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مرکزی اور صوبائی کابینہ کو برطرف کر دیا گیا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے 31 مارچ 1969ء کو صدر پاکستان کے طور پر حکومت کا انتظام سنبھال لیا۔

مارشل لاء انتظامیہ نے مندرجہ ذیل مطالبات کو تسلیم کر لیا۔

(i) پارلیمانی نظام کو بحال کرنے کا اعلان کیا گیا۔

(ii) مغربی پاکستان کا ون۔یونٹ ختم کر کے پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے صوبے بحال کر دیے گئے۔

(iii) بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آبادی کے تناسب سے تمام صوبوں کو نمائندگی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

(iv) تمام سیاسی مقدمات واپس لے لئے گئے۔

دسمبر 1970ء میں ہونے والے عام انتخابات میں 63 چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے گروپ نے بھی انتخابات میں حصہ لیا۔ اہم سیاسی جماعتوں میں مسلم لیگ کے تین دھڑے یعنی کنونشن مسلم لیگ، کونسل مسلم لیگ اور قیوم لیگ شامل تھے۔ اس کے علاوہ نیشنل عوامی پارٹی (ولی خان گروپ)، پاکستان پیپلز پارٹی، عوامی لیگ، جمعیت العلمائے اسلام پاکستان، جماعت اسلامی اور پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی جو عوامی لیگ (نوابزادہ گروپ)، جمعیت پارٹی اور نظام اسلام پارٹی کو ملا کر بنائی گئی تھی شامل تھیں۔

انتخابات۔1970ء (The 1970 Elections)

طویل انتخابی مہم کے دوران ملکی آبادی سیاسی لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ایک حصہ ان جماعتوں اور گروہوں کے ساتھ تھا جو انتخاب میں مذہب کے نام پر حصہ لے رہے تھے اور دوسرا حصہ ان افراد پر مشتمل تھا جو ان جماعتوں کے ساتھ تھا جو قومی اور علاقائی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کے پروگرام کے تحت انتخاب لڑ رہے تھے۔ انتظامیہ اور ذرائع ابلاغ کی ہمدردیاں نمایاں طور پر مذہب کے نعرے کے تحت انتخاب میں حصہ لینے والوں کے ساتھ تھیں۔ لہٰذا بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ انتخابات میں ان ہی جماعتوں کو کامیابی حاصل ہو گی۔ تاہم انتخابات کے نتائج جہاں حصہ لینے والی جماعتوں کے لئے حیران کن تھے وہاں خود انتظامیہ کے لئے بھی غیر متوقع تھے۔ قومی اسمبلی کے نتائج کے مطابق مشرقی پاکستان میں دو کے علاوہ تمام نشستیں عوامی لیگ نے جیت لیں۔ ایک نشست پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی (پی ڈی پی) کے نورالامین کو کامیاب ہوئے جبکہ دوسری چٹاگانگ کے پہاڑی قبائل کی نشست تھی جس پر راجا تری دیورائے بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔ پنجاب کی 83 نشستوں میں سے 62 نشستوں پر پاکستان پیپلز پارٹی نے کامیابی حاصل کی۔ سندھ سے پیپلز پارٹی کو 21 اور صوبہ خیبر پختونخواہ سے صرف ایک نشست حاصل ہوئی۔ کونسل مسلم لیگ کو سات، کنونشن مسلم لیگ کو دو، جماعت اسلامی کو چار اور جمعیت العلمائے اسلام کو تین نشستیں حاصل ہوئیں۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان سے نیشنل عوامی پارٹی (ولی خان گروپ) اور جمعیت علمائے اسلام نے قابل ذکر کامیابی حاصل کی۔ قیوم لیگ کے نتائج مسلم لیگ کے دونوں دھڑوں کے مقابلہ میں بہتر رہے۔ قومی اسمبلی کے نتائج کے چند روز بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے نتائج بھی حسب توقع مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ، پنجاب اور سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی، صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام کے حق میں رہے۔

1970-71ء کا سیاسی بحران (The Crisis of 1970-71)

مارشل لاء کی انتظامیہ نے جس لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت انتخابات کروائے تھے اس میں آئندہ کے آئینی خاکہ کا اعلان بھی کیا گیا تھا اور ساتھ ہی اس میں یہ شرط بھی رکھی گئی تھی کہ قومی اسمبلی کا دستور سازی کے لئے اجلاس شروع ہونے کے نوے دن کے اندر اندر آئین بنانا لازمی ہو گا ورنہ دوسری صورت میں اسمبلی تحلیل ہو جائے گی۔

انتخابات کے نتائج نے ملک کو واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ نے فقید المثال کامیابی حاصل کی تھی لیکن کسی دوسرے صوبے اس کا ایک بھی امیدوار کامیاب نہیں ہوا تھا۔ سندھ اور پنجاب میں شاندار کامیابی حاصل کرنے والی پاکستان پیپلز پارٹی مشرقی پاکستان میں غیر موجود تھی۔ پیپلز پارٹی ایک نئی جماعت تھی اور انتخابات کے وقت اس کی عمر صرف تین سال تھی اس لئے باقی صوبوں میں کام کرنے کا اسے موقع نہیں ملا۔ عوامی لیگ نے پچھلے 24 سال تک غیر جمہوری حکومتوں کے ہاتھوں مشرقی پاکستان کے استحصال کو انتخابی پروگرام کا حصہ بنایا تھا اور انتخاب مشرقی پاکستان کی محرومیوں کے نعرے پر لڑا تھا۔ یہ نعرہ بنگالیوں کے لئے بہت پُرکشش تھا لیکن دیگر صوبوں کو ایک ہزار میل کے فاصلے پر واقع ایسے صوبے کے پروگرام میں کوئی دلچسپی نہ تھی جسے وہ بالکل نہیں جانتے تھے۔ اس لئے عوامی لیگ کا چھ نکاتی پروگرام مغربی پاکستان کے عوام کے لئے کسی دلچسپی کا باعث نہیں تھا۔ مسلم لیگ قیام پاکستان کے فوراً بعد سیاسی جوڑ توڑ اور علاقی سازشوں کا شکار ہو گئی تھی اور عوام میں اپنی مقبولیت کھو چکی تھی۔ 1970ء میں مسلم لیگ تین دھڑوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور ان میں سے کسی بھی دھڑے کو عوامی حمایت میسر نہیں تھی۔ اگرچہ ایوب خان کی حکومت بھی مسلم لیگ ہی کی حکومت کہلاتی تھی۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ایوب خان اور ان کے ساتھی مارشل لاء کے ذریعے اقتدار پر پہلے قابض تھے اور 1962ء میں انہوں نے مسلم لیگ کا نام اپنی آمریت کو سیاسی رنگ دینے کے لیے استعمال کیا تھا۔

ان تمام حالات کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک کے تمام حصوں میں اثر و رسوخ رکھنے والی کوئی جماعت موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے مارشل لاء انتظامیہ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ علاقائی رسوخ والی جماعتوں کے اختلافات کو اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے استعمال کرے۔ ان حالات میں شکست خوردہ جماعتوں نے بھی عوامی لیگ کی کامیابی کو "پاکستان کی [illegible] بھارت اور ہندوؤں کے تعاون کا نتیجہ" قرار دے کر اپنے خدشات کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ پیپلز پارٹی جو دوسری بڑی جماعت کے طور پر ابھری تھی خود کو مغربی پاکستان [illegible] عوامی لیگ سے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پیپلز پارٹی کا موقف یہ تھا کہ کیونکہ آئین پورے ملک کے لئے ایک مستقل دستاویز ہوتی ہے اس لئے آئین کی [illegible] جماعت کے

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

پروگرام کے مطابق نہیں بننا چاہیے۔ ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ذوالفقار علی بھٹو نے تین شرائط پیش کیں۔

(i) عوامی لیگ چھ نکات پر آئین سازی نہ کرنے کا اعلان کرے اور دیگر جماعتوں خصوصاً پیپلز پارٹی سے گفت وشنید کے بعد متفقہ آئین بنایا جائے۔

(ii) اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے پہلے چھ نکات پر پیپلز پارٹی سے بات چیت کی جائے۔

(iii) اگر یہ دونوں شرائط پوری نہ ہوں تو مارشل لاء انتظامیہ آئین سازی کے لئے تو سے دن کی شرط ختم کر کے غیر معینہ مدت تک آئین سازی کے لئے وقت فراہم کرے۔

عوامی لیگ نے پیپلز پارٹی سے چھ نکات پر کسی قسم کی گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اور اکثریتی پارٹی ہونے کے ناطے اقتدار کی فوری طور پر منتقلی کا مطالبہ کیا۔ مارشل لاء انتظامیہ نے بھی نوے دن کی شرط کو ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا۔ پیپلز پارٹی نے اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا اور یہ دھمکی دی کہ اجلاس میں شریک ہونے والوں کو زور طاقت روکا جائے گا۔ اس صورت حال کی وجہ سے قومی اسمبلی کا یہ اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔ مارشل ایڈمنسٹریٹر نے ڈھاکہ جا کر شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی۔ اسلام آباد میں بھی ملاقات کی گئی لیکن مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہ کیا جا سکا۔ عوامی لیگ نے مارچ 1971ء میں سول نافرمانی کی بہت کامیاب تحریک شروع کی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر کے میانوالی کی جیل میں پہنچا دیا گیا۔ عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دے کر مشرقی پاکستان میں "خفیہ انتخابات" کرانے کا اعلان کر دیا گیا۔ تاہم یہ مارشل لاء انتظامیہ کی بہت بڑی بھول تھی کہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ عوامی لیگ کو سیاست سے باہر رکھ کر مشرقی پاکستان میں کوئی سیاسی فارمولا کامیاب ہو سکتا ہے۔ مارشل انتظامیہ اپنی تمام تر مخبر ایجنسیوں کے باوجود عوامی لیگ کی مقبولیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہی۔ عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دینے کے بعد مشرقی پاکستان میں حکومت کا وجود عملی طور پر ختم ہو گیا اور ضمنی انتخابات کے نام پر جو ڈرامہ رچا گیا اس میں تمام نشستوں کو بلا مقابلہ پُر کر دیا گیا اور عوامی لیگ سے خالی کرائی گئی نشستیں دوستوں کے حساب سے مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور پی ڈی پی میں تقسیم کر دی گئیں۔ پیپلز پارٹی کو بھی آٹھ نشستیں دی گئیں۔ ان تمام تر سیاسی اقدامات کے باوجود مشرقی پاکستان میں حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے۔ ضروری سروسز کو جاری رکھنے کے لئے ڈاکیے۔ ٹرین ڈرائیور، سرکاری بسوں کے ڈرائیور اور بجلی کے ملازمین اور ایسے ہی دوسرے عملہ کو مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان لے جایا جانے لگا۔

پاک۔ بھارت جنگ۔ 1971ء (Indo-Pak War)

اسی عرصہ کے دوران ایک کشمیری چرواہا، ارگرد و بھارتی مسافر طیارہ کو اغواء کر کے لاہور کے ہوائی اڈے پر لے آیا۔ مسافروں اور عملہ کو رہا کر کے اس طیارے کو جس کا نام "گنگا" تھا آگ لگا دی گئی۔ بھارت نے اس واقعہ کے حوالے سے پاکستانی طیاروں کی بھارت پر سے پرواز منسوخ کر کے مشرقی پاکستان جانے کا راستہ بند کر دیا؛ ور پاکستان کو ڈھاکہ پہنچنے کے لئے سری لنکا کے راستے کو اختیار کر کے نہیں گنا زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔

آخر کار مارشل لاء انتظامیہ نے مشرقی پاکستان میں فوج کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ فوجی کارروائی میں جماعت اسلامی کی مسلح تنظیموں نے رضا کاروں کے طور پر حصہ لیا اور اس موقع کو اپنے سیاسی مخالفین سے انتقام کے لئے استعمال کیا۔ فوجی کارروائی کے نتیجہ میں عوامی لیگ کے کارکن بڑی تعداد میں بھارت پناہ لینے کے لئے پہنچ گئے۔ بھارت نے انہیں مسلح کر کے دوبارہ مشرقی پاکستان بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا نا کہ "مکتی باہنی" کے یہ مسلح کارکن اپنی جدوجہد اور گوریلا کارروائیوں کو جاری رکھ سکیں۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اندرون ملک عوام کی حمایت حاصل نہ ہونے اور سمندر اور فلک کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان کی فوج نے بھارت کی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جبکہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بغیر کسی بڑے حملے کے جنگ بندی کر دی گئی۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے طور پر ایک آزاد ملک بن گیا اور دنیا کے ممالک نے اسے تیزی سے تسلیم کرنا شروع کر دیا جن میں بڑی طاقتیں بھی شامل تھیں۔

سابق مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈالنے کے بعد مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر آغا محمد یحییٰ خان نے اپنے بنائے ہوئے آئین کا ایک مسودہ نافذ کر کے حکومت جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن ان کے چند ساتھی جرنیلوں نے انہیں مستعفی ہونے پر مجبور کیا اور باقی ماندہ اقتدار 20 دسمبر 1971ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کو سونپ دیا گیا۔ ملک میں کوئی آئین موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو کو مارشل ایڈمنسٹریٹر کے طور پر اقتدار سنبھالنا پڑا حالانکہ وہ ایک عام شہری تھے۔

پاکستان کی تعمیرِ نو (Reconstruction of Pakistan)

جس وقت پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں اقتدار سنبھالا۔ اس وقت فوجی شکست کے بعد عوام کا حوصلہ انتہائی پست تھا۔ ایک لاکھ بیس ہزار جنگی قیدی بھارت کے پاس تھے جن میں 91 ہزار فوجی بھی شامل تھے۔ ملک کے مستقبل کے بارے میں بے یقینی عام تھی۔ 1968ء میں ایوب خان کے خلاف تحریک سے لے کر دسمبر 1971ء تک ملک میں ہر قسم کا کاروبار اور معیشت سرگرمیاں بند تھیں۔ ملک اقتصادی طور پر دیوالیہ ہو چکا تھا۔ حکومت کے پاس جنوری کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے فنڈ تک موجود نہیں تھے۔ خوراک کی صورت حال انتہائی تشویشناک تھی اور دنیا کا کوئی ملک بھی پاکستان کو گندم تک دینے کے لئے تیار نہ تھا کیونکہ انہیں پاکستان سے قیمت وصول ہونے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اس موقع پر لیبیا کے رہنما معمر قذافی پاکستان کی مدد کو آئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ پاکستان کی تمام ضروریات کی اشیاء کی درآمدات کی قیمت لیبیا کی حکومت ادا کرے گی۔

اپریل 1972ء میں ملک میں مارشل لاء ختم کر کے ایک جمہوری آئین نافذ کیا گیا۔ مستقل آئین کی تیاری کے لئے منتخب ارکان اسمبلی میں سے 25 ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں تمام بڑی سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے شملہ جا کر ایک سمجھوتہ پر دستخط کیے جس کے تحت بھارت اور پاکستان نے

مسئلہ کشمیر کو باہمی دوطرفہ بات چیت کے ذریعے سے طے کرنے کی حامی بھری اور دونوں ممالک نے جنگی قیدیوں کا تبادلہ کیا۔ آئین کی تیاری کے لئے مقرر کردہ کمیٹی نے آئینی مسودہ کابل اسمبلی میں پیش کیا جس پر بحث وتمحیص کے بعد اسے 10 اپریل 1973ء کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ 14 اگست 1973ء کو یہ آئین ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

1973ء کا آئین (The Constitution of 1973)

اس آئین میں پہلی مرتبہ دوایوانی مقننہ قائم کی گئی۔ قومی اسمبلی میں آبادی کے لحاظ سے جبکہ سینیٹ میں چاروں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی۔ 1973ء کے آئین میں صوبائی خودمختاری کے حق کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا اور اس سلسلہ میں حدود واضح کی گئیں۔

اسلام سے متعلق دفعات تقریباً وہی تھیں جو 1956ء اور 1962ء کے آئین میں شامل کی گئی تھیں البتہ پہلی بار ریاست کا مذہب سرکاری طور پر اسلام قرار دیا گیا۔ پہلے دونوں دساتیر میں یہ واضح نہیں کیا گیا تھا کہ مسلمان کی تعریف کیا ہوگی۔ 1974ء میں آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے مسلمان کی تعریف کو آئین کا حصہ بنایا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ وہ شخص مسلمان تصور ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ختم نبوت پر یقین رکھتا ہو۔ اس ترمیم کا مقصد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا تھا جس کا مطالبہ جنوبی ایشیاء میں مسلمان مذہبی عناصر عرصہ دراز سے کرتے چلے آ رہے تھے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد مجلس احرار اور دیگر مذہبی گروہوں نے احمدیوں کے خلاف پرتشدد احتجاجی اقدامات شروع کر دیئے تھے جو 1953ء میں اس حد تک بے قابو ہو گئے کہ لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے قانون اور امن وامان بحال کرنے کی ذمہ داری فوج کو سونپنا پڑی۔

1973ء کے آئین کے مطابق صدر مملکت اور وزیر اعظم دونوں کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ صدر اور وزیر اعظم کے علاوہ ارکان اسمبلی، سینیٹ کے اراکین، صوبائی گورنروں اور تمام وزراء کے لئے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے عہدوں کو حلف اٹھاتے ہوئے اسلامی نظریات کی حفاظت کا عہد کریں۔ 1973ء کے آئین میں بھی ایک اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی۔

سوال نمبر12:۔ اُن سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو جنرل آغا محمد یحییٰ خان کے دورِ حکومت میں ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار کی منتقلی تک رونما ہوئے۔

جواب: مارشل لاء۔ 1969ء (Martial-Law)

صدر ایوب خان نے 25 مارچ 1969ء کو اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور حکومت کے انتظامات آرمی چیف جنرل آغا محمد یحییٰ خان (1980 - 1917) کے حوالے کر دیئے۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے ملک کی باگ ڈور سنبھال لی اور خود کو صدر پاکستان قرار دیا۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے 1962ء کے آئین کو منسوخ کر دیا اور تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو تحلیل کر دیا گیا اور مرکزی اور صوبائی کابینہ میں شامل تمام اراکین کو برطرف کر دیا گیا۔

لیگل فریم ورک آرڈر (Legl Framework Order LFO)

جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے حکومت کا انتظام سنبھالتے وقت یہ وعدہ کیا کہ جلد ہی اقتدار ایک عوامی حکمران کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اقتدار کی منتقلی کے حوالہ سے اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے 30 مارچ 1970ء کو ایک لیگل فریم ورک آرڈر جاری کیا۔ لیگل فریم ورک آرڈر کے مطابق 313 نشستوں پر مشتمل ایک قومی اسمبلی قائم کی گئی۔ ان نشستوں میں سے تین سو نشستوں کو عام انتخابات کے وسیلہ سے پُر کیا جانا تھا جبکہ تیرہ نشستیں خواتین کے لئے مخصوص کی گئی تھیں۔

لیگل فریم ورک آرڈر کے مطابق جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی مارشل لاء انتظامیہ نے مندرجہ ذیل مطالبات کو تسلیم کر لیا۔

(i) ملک میں پارلیمانی نظام حکومت کو بحال کر دیا جائے گا۔

(ii) ون یونٹ کا خاتمہ کر کے مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کو بحال کر دیا جائے گا۔

(iii) بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آبادی کے تناسب سے تمام صوبوں کو نمائندگی دی جائے گی۔

(iv) سیاسی بنیادوں پر قائم کیے گئے تمام تر مقدمات کو واپس لے لیا جائے گا۔

عام انتخابات۔ 1970ء (The General Elections)

لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کے مطابق دسمبر 1970ء میں عام انتخابات منعقد کرائے گئے۔ ان انتخابات میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں 160 نشستیں حاصل کیں البتہ مغربی پاکستان میں اسے ایک نشست بھی حاصل نہ ہوئی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں 81 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ چند دن کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ توقع کے مطابق ان انتخابات میں بھی عوامی لیگ کو مشرقی پاکستان میں، پاکستان پیپلز پارٹی کو سندھ اور پنجاب میں کامیابی حاصل ہوئی۔ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے پاکستان نے صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں زیادہ تر نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔

انتخابات کے بعد بحران (The Crisis after Elections)

لیگل فریم ورک آرڈر کے مطابق قائم ہونے والی قومی اسمبلی کو 120 دن کے اندر اندر ملک کے لئے آئین تیار کرنا تھا۔ انتخابات کے نتائج نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

فوج، پاکستان پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ تین علیحدہ قوتیں تھیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ڈھاکہ جا کر شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی اور ان سے مذاکرات کیے لیکن شیخ مجیب الرحمٰن بھٹو کے ساتھ حکومت بنانے کے لئے رضامند نہ ہوئے کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے چھ نکاتی فارمولے کی بنیاد پر مستقبل کا آئین تیار کریں۔ یحییٰ خان نے 3 مارچ 1971ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جو اختلافات کے باعث ملتوی کر دیا گیا اور اس کی اگلی تاریخ 25 مارچ 1971ء رکھی گئی۔ قومی اسمبلی کے اس اجلاس کو ملتوی کرنے کے معاملہ نے مشرقی پاکستان میں صورتحال کو خراب کر دیا۔ 4 مارچ 1971ء سے مجیب الرحمٰن نے حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی۔

فوجی مداخلت (Military Action)

مشرقی پاکستان میں شروع کی جانے والی سول نافرمانی کی تحریک بہت زیادہ منظم ہو گئی اور عوامی لیگ کے کارکنوں نے ان تمام افراد کا قتل عام شروع کر دیا جو چھ نکات سے اتفاق نہ رکھتے تھے۔ عوامی لیگ نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مشرقی پاکستان سے فوری طور پر مارشل لاء کا خاتمہ کیا جائے۔ اس نے آزادی کا مطالبہ بھی کیا اور 24 مارچ 1971ء کو مشرقی پاکستان نے حکومت خود سنبھالنے کا فیصلہ کر لیا۔ آغا محمد یحییٰ خان نے فوج کو حکم دیا کہ وہ مشرقی پاکستان میں پیدا ہونے والی صورت حال پر قابو کرے اور وہاں امن و امان بحال کرے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر لیا گیا اور انہیں وہاں سے سیالوای جیل منتقل کر دیا گیا۔ عوامی لیگ کو ایک غیر قانونی سیاسی جماعت قرار دے کر مشرقی پاکستان میں منصفانہ انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا گیا۔ مارشل لاء حکام کا یہ سوچ کہ وہ مشرقی پاکستان کی سیاست سے عوامی لیگ کو دور رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے ایک بہت بڑی بھول تھی۔ بہت سی خفیہ خبر رساں ایجنسیوں کے تعاون کے باوجود مارشل لاء کی انتظامیہ عوامی لیگ کی مقبولیت کو کم کرنے میں ناکام رہی۔ عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دینے کے بعد اس کا وجود عملی طور پر مشرقی پاکستان میں ختم کر دیا گیا۔ ضمنی انتخاب کے نام پر جو ڈرامہ مشرقی پاکستان میں رچایا گیا اس کے ذریعہ تمام نشستوں کو بلا مقابلہ کر دیا گیا اور درجنوں کے حساب سے نشستیں مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی میں تقسیم کر دی گئیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کو بھی آٹھ نشستیں دی گئیں۔ ان تمام سیاسی اقدامات کے باوجود مشرقی پاکستان میں صورت حال پھر بھی قابو میں نہ آ سکی۔

پاک۔ بھارت جنگ۔ 1971ء (The Indo-Pak War)

مشرقی پاکستان میں کی جانے والی فوجی مداخلت نے ایک احتجاج کی عجیب و غریب صورت حال پیدا کر دی اور مشرقی پاکستان میں ایک خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو گئی۔ مشرقی پاکستان میں فوجی مداخلت کی تائید مغربی پاکستان میں موجود تمام سیاسی جماعتوں نے کی تھی۔ اس فوجی مداخلت کے نتیجہ میں ہزاروں کی تعداد میں عام شہری جاں بحق ہوئے۔ 26 مارچ 1971ء کو بھارتی ریڈیو پر اشر کیے گئے ایک خفیہ پروگرام میں ایک خود مختار عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش کے قیام کا دعویٰ کیا گیا۔ 31 مارچ 1971ء کو بھارت نے مغربی پاکستان کے خلاف بنگال کے عوام کی حمایت کا کھلے طور پر اعلان کر دیا۔ ایک باغی فوج جس کا نام "مکتی باہنی" تھا پاکستانی فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار کر لی گئی۔ 21 نومبر 1971ء کو مکتی باہنی نے جیسور پر حملہ کیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ 29 نومبر 1971ء کو بنگلہ دیش کی صوبائی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ آغا محمد یحییٰ خان نے ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کا اعلان کرتے ہوئے عوام سے درخواست کی کہ وہ جنگ کے لئے تیار رہیں۔ بھارت نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر اپنی مسلح افواج کے دستوں کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان ایئر فورس نے شمالی ہندوستان میں موجود فوجی تنصیبات کو نشانہ بنایا۔ 4 دسمبر 1971ء کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر بیک وقت ہوائی، زمینی اور سمندری راستوں سے حملہ کر دیا۔ اس کے بعد بھارتی فوج نے تمام سمتوں سے ڈھاکہ پر زبردست حملہ کیا۔ 6 دسمبر 1971ء کو بھارت نے بنگلہ دیش کی صوبائی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ 16 دسمبر 1971ء کو ہندوستان کی مسلح افواج نے ڈھاکہ پر اپنا دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔ 16 دسمبر 1971ء کو جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے کمانڈر جنرل نیازی کو ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں فوری طور پر جنگ بندی اور غیر مشروط ہتھیار ڈالنے کے لئے کہا گیا۔ اس طرح مشرقی پاکستان نے 90 ہزار فوجیوں اور اس تمام فوجی ساز و سامان کے ساتھ 16 دسمبر 1971ء کو ہتھیار ڈال دیئے حالانکہ اس فوجی کمک کے ساتھ مہینوں تک مشرقی پاکستان میں جنگ جاری رکھی جا سکتی تھی۔

نورالامین کی وزیر اعظم کے طور پر نامزدگی (Appointment of Noor-ul-Amin as Prime Minister)

نورالامین (1974 - 1893)، جو ایک معروف مسلم لیگی رہنما تھے اور مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ 1970ء کے عام انتخابات میں نورالامین ان دو غیر عوامی لیگ کے اراکین میں سے تھے جنہوں نے قومی اسمبلی کے انتخاب میں مشرقی پاکستان سے کامیابی حاصل کی تھی۔ دسمبر 1971ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کے اعلان کے ساتھ ہی صدر آغا محمد یحییٰ خان نے نورالامین کو 6 دسمبر 1971ء کو پاکستان کا وزیر اعظم نامزد کر دیا تھا۔ انہوں نے 7 دسمبر 1971ء سے 10 دسمبر 1971ء تک کے مختصر عرصہ کے دوران وزیر اعظم پاکستان کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

بنگلہ دیش کا قیام (Emergence of Bangladesh)

16 دسمبر 1971ء کو پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جبکہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بغیر کسی بڑے حملے کے جنگ بندی کر دی گئی۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان ایک خود مختار کے طور پر ایک آزاد ملک بن گیا۔

یحییٰ خان کا استعفیٰ (Resignation of Yahya Khan)

صدر آغا محمد یحییٰ خان نے 20 دسمبر 1971ء کو اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور انہوں نے اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کر دیا جو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ 21 دسمبر 1971ء کو جمہوریہ بنگلہ دیش کے قیام کا سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے شیخ مجیب الرحمٰن کو قید سے رہا کر دیا۔ 8 جنوری 1972ء کو شیخ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش واپس پہنچ گئے اور 10 جنوری 1972ء کو انہوں نے بنگلہ دیش کے پہلے وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

سوال نمبر13:۔ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ کیوں ہوا؟ ان اسباب کی نشاندہی کیجئے جن کی بناء پر مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔

جواب: مشرقی پاکستان کی علیحدگی (The Separation of the East Pakistan)

مشرقی پاکستان کی علیحدگی ایک دن میں عمل میں نہیں آئی بلکہ آزادی کے بعد ہی عدم یک جہتی کی قوتوں نے کام شروع کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بھی کیا گیا اس سے علیحدگی پسند قوتوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ مشرقی پاکستان کے عوام کے استحلال اور احتجاج پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ مغربی پاکستان کے سیاست دانوں اور طاقت ور بیوروکریٹس نے مشرقی پاکستان کے ساتھ نوآبادیاتی سلوک برقرار رکھا اور تعصبات کو ہوا دی اور وہاں کے عوام کو یہ تاثر دیا کہ وہ دوسرے درجہ کے شہری ہیں۔ بنگال کی ثقافت اور بنگالی زبان کی ایک واضح علیحدہ شناخت اور طاقت ور حیثیت نے ہندوستانی بنگال کے اثرات کے تحت ملک کے ان دو حصوں کے درمیان ایک خلیج حائل کر دی۔ بنگال کے عوام اس بات سے مطمئن نہ تھے کہ مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان کرے۔ ہندوستان کے خلاف لڑی گئی دو جنگوں میں مسلمانوں نے خود کو بنگال میں عدم تحفظ کا شکار محسوس کیا۔ مشرقی پاکستان کے تعلیمی ادارے ہندو اساتذہ سے بھرے ہوئے تھے جنہوں نے نوجوان نسل کو ان کی زبان، اعلیٰ حیثیت اور ثقافت کے بلند مرتبہ کا احساس دلایا اور اسلامی بندھن کو کمزور کرتے ہوئے مغربی پاکستان کو ایک استحصالی قوت کے طور پر پیش کیا اور اسلام جو مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو متحد رکھنے کا واحد وسیلہ تھا اس کی اہمیت کو معدوم کر دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سانحہ باہمی نفرت کی سیاست اور تعصب کی وجہ سے پیش آیا جس نے عوام میں بے چینی، انتشار اور بے یقینی کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ فیض احمد فیض نے ڈھاکہ سے واپس پر کچھ اشعار کہے تھے جو سانحہ مشرقی پاکستان کی وجہ سے لوگوں میں پیدا ہونے والی نفرتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

ہم کہ ٹھہرے اجنبی، اتنی ملاقاتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا، کتنی مداراتوں کے بعد
کب نظر میں آئے گی، بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے، کتنی برساتوں کے بعد (فیض احمد فیض)

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب (The Causes of Separation of East Pakistan)

14 اگست 1947ء کو پاکستان دو حصوں میں وجود میں آیا یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان۔ لیکن 16 دسمبر 1971ء کو پاکستانی فوج نے ڈھاکہ میں بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور بھارتی فوج مشرقی پاکستان میں داخل ہو گئی اور مشرقی پاکستان کا صوبہ پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔ 16 دسمبر 1971ء کو بھارت نے بنگلہ دیش کی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ جنوری 1972ء میں شیخ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کے پہلے صدر بنے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(i) جغرافیائی محل وقوع (Geographical Location)

مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے تقریباً سولہ سو کلومیٹر کا فاصلہ تھا اور درمیان میں بھارت اور سمندر حائل تھے۔ اس لئے ان دونوں حصوں کے عوام ایک دوسرے کے قریب نہ آ سکے اور عوام کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ بھارت نے برصغیر کی تقسیم کو خوشدلی سے تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس لئے اُس نے ان غلط فہمیوں کا فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور مشرقی پاکستان کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس نے مغربی پاکستان کے خلاف من گھڑت اور جھوٹا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اس پروپیگنڈہ نے دونوں صوبوں کے عوام کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بداعتمادی پیدا کر دی۔

(ii) معاشرتی ساخت کا فرق (Difference in Social Structure)

مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے عوام کے مسائل ایک دوسرے کے لحاظ سے مختلف تھے۔ اس وجہ سے ان کے مابین آگاہی پروان نہ چڑھ سکی۔ مشرقی پاکستان کے افسران کا رویہ زیادہ دوستانہ تھا اس لئے وہ عوام سے زیادہ قریب تھے۔ انہوں نے عوام کے مسائل حل کرنے کیلئے کوششیں کیں۔ اس کے برعکس مغربی پاکستان کے افسران کو جب مشرقی پاکستان میں تعینات کیا جاتا تو ان کا رویہ مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ بالکل جداگانہ ہوتا اور وہ عوام سے فاصلہ رکھنے کے اصول پر عمل کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مشرقی پاکستان کے عوام میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کا احساس پیدا ہو گیا اور مشرقی پاکستان کے عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ انہیں حکومت کے عمل دخل اور نظم و نسق میں جائز اور حقیقی حصہ دار نہیں بنایا گیا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) مارشل لاء (Martial Law)

پاکستان میں مارشل لاء کے بار بار نفاذ نے بھی مشرقی پاکستان کے عوام میں احساس محرومی پیدا کر دیا۔ جنرل محمد ایوب خان سیاست دانوں کو یہ الزام دیتے تھے کہ وہ پارلیمانی نظام حکومت کی ناکامی کے ذمہ دار ہیں جبکہ عوامی رہنما اس بات کے قائل تھے کہ پارلیمانی نظام حکومت کے قیام میں مارشل لاء سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اس طرح ملک میں تعمیر و ترقی پروان نہ چڑھ سکی۔

(iv) زبان کا مسئلہ (Linguistic Problem)

سرکاری زبان کے مسئلہ پر مشرقی پاکستان کے عوام کو وفاقی حکومت کی پالیسی سے اختلاف تھا۔ مشرقی پاکستان کے عوام اس بات کے خواہش مند تھے کہ بنگالی زبان کو پاکستان کی سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا جائے۔ اس مسئلہ پر حکومت کے خلاف کئی مظاہرے ہوئے جس کی وجہ سے کئی بنگالی طلباء اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان حالات میں بنگالیوں کے ذہن میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ علیحدگی کی طرف مائل ہوئے۔

(v) معاشی بدحالی اور پروپیگنڈہ (Economic Deprivation and Propaganda)

عوامی لیگ کے رہنما شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگال میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ بنگالیوں کو معاشی بدحالی کا شکار بنایا جا رہا ہے اور انہیں ان کے جائز معاشی حقوق سے محروم رکھنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کے علیحدہ معاشی نظام کا مطالبہ کیا اور عوامی لیگ کا چھ نکاتی منشور پیش کیا۔ ملک کی دیگر جماعتوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کی پیش کردہ تجاویز کو رد کر دیا۔ اس پر شیخ مجیب الرحمٰن نے بھارت کے ساتھ خفیہ تعلقات استوار کرنا شروع کر دیئے۔ آل انڈیا ریڈیو کے ذریعے ایسے پروگرام نشر کیے جانے لگے جن کی وجہ سے بنگال کے عوام مغربی پاکستان کے خلاف نفرت مزید مستحکم ہونا شروع ہو گئی۔

(vi) صوبائی خودمختاری (Provincial Autonomy)

مشرقی پاکستان کے عوام اور وہاں کے سیاسی رہنما اس بات کے خواہش مند تھے کہ مشرقی پاکستان کو مکمل طور پر صوبائی خودمختاری عطا کی جائے۔ مشرقی پاکستان کی حکومت صوبائی نظم و نسق چلانے میں پوری طرح آزاد ہو۔ مشرقی پاکستان کے اس مطالبہ کو اس وقت تک تسلیم نہیں کیا گیا جب تک بھارت نے 1971ء میں مشرقی پاکستان پر حملہ نہیں کر دیا اگر اس مطالبہ کو پہلے ہی تسلیم کر لیا جاتا تو بعید مشرقی پاکستان علیحدہ نہ ہوتا۔

(vii) ہندو اساتذہ کا کردار (Role of Hindu Teachers)

مشرقی پاکستان کے تعلیمی اداروں میں ہندو اساتذہ کی ایک بڑی تعداد طلباء کو تعلیم دینے میں مصروف عمل تھی۔ انہوں نے نہ صرف اپنی تقاریر کے ذریعے بنگالی طلباء میں حق جذبات پیدا کیے بلکہ ایسا لٹریچر بھی تیار کیا جس کی بدولت بنگالی طلباء کے ذہنوں میں مغربی پاکستان کے خلاف منفی جذبات اور خیالات پوری طرح پروان چڑھنے لگے۔

(viii) بین الاقوامی سازشیں (International Conspiracies)

مشرقی پاکستان میں تقریباً ایک کروڑ ہندو اقلیت آباد تھی۔ ہندوؤں کے مفادات کے تحفظ کے لئے بھارت اُن کی پشت پناہی کرتا تھا۔ بھارت کی یہ خواہش تھی کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو جائے تاکہ بنگالی میں آباد ہندوؤں کی معاشی اور اقتصادی حیثیت مزید مستحکم ہو سکے۔ بنگال میں آباد بے شمار ہندو بھارت کے لئے جاسوسی کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ روس بھی پاکستان کا مخالف تھا کیونکہ پاکستان نے امریکہ کو اپنی سرزمین پر فوجی اڈوں کے قیام کی اجازت دے دی تھی۔ دوسری جانب امریکہ بھی یہ چاہتا تھا کہ مشرقی پاکستان علیحدہ ہو جائے۔ ان حالات میں روس نے پاکستان پر جارحانہ حملے کی مکمل طور پر حمایت کی۔

(ix) انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی اکثریت (Sheikh Mujeeb-ur-Rehman's Majority in Elections)

1970ء کے انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں واضح اکثریت اور برتری حاصل کی۔ عوامی لیگ کو مشرقی پاکستان کی 162 نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ عوامی لیگ نے خواتین کے لئے مخصوص نشستوں پر بھی کامیابی حاصل کی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے انتخابات میں کامیابی کے حصول کے بعد حکومت کی تشکیل کا مطالبہ کیا۔ مارشل لاء کی انتظامیہ نے نہ صرف ان مطالبات کو نظر انداز کیا بلکہ عوامی لیگ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر کے میانوالی جیل میں قید کر دیا گیا۔

(x) مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی (Military Action in East Pakistan)

شیخ مجیب الرحمٰن نے مشرقی پاکستان میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی تھی اور اس پر عوامی لیگ کے کارکنوں نے ان تمام افراد کے ساتھ پُرتشدد کارروائیوں کا آغاز کر دیا جو عوامی لیگ کے چھ نکاتی منشور سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان حالات میں مشرقی پاکستان میں امن و امان کی صورت حال انتہائی خراب ہو گئی۔ مارشل انتظامیہ نے مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے ذریعے عوامی لیگ کو کچلنے کا فیصلہ کر لیا۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان اور مارشل لاء انتظامیہ نے عوامی لیگ کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا اور عوامی لیگ کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر کے میانوالی جیل میں لا کر قید کر دیا گیا۔ ان حالات نے مشرقی پاکستان میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کو تیز ہوا دی اور بنگالی عوام میں اس فوجی کارروائی

کے نتیجہ میں زبردست نفرت پیدا ہو گئی اور انہوں نے بھی مسلح جدوجہد کا آغاز کر دیا۔

(xi) بھارت کا حملہ (India's Attack)

مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے نتیجہ میں عوامی لیگ کے رہنما اور بنگالیوں کی ایک کثیر تعداد بھارت فرار ہو گئی اور بھارت نے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ہی بھارت نے یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ بھی کرنا شروع کر دیا کہ مشرقی پاکستان کے لاکھوں پناہ گزینوں کی وجہ سے اس کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کو بھارت نے اپنے اوپر حملہ قرار دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے عوامی لیگ کے بھارت آنے والے کارکنوں کو اسلحہ اور تربیت فراہم کر کے "مکتی باہنی" کے نام سے ایک نیم فوجی دستہ بھی تیار کر دیا تا کہ وہ مشرقی پاکستان میں اپنی جدوجہد اور گوریلا کارروائی کو جاری رکھ سکے۔ ان بنگالیوں کی حمایت میں بھارت نے بھی پاکستان کی فوج پر بھی حملے کرنے شروع کر دیئے۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اندرون ملک عوام کی حمایت نہ ہونے اور رسد اور ملکی انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے 16 دسمبر 1971ء کو 90 ہزار پاکستانی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جبکہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بھی بغیر کسی بڑے حملے کے جنگ بندی کر دی گئی۔ اس طرح 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے طور پر ایک آزاد ملک بن گیا۔

(xii) بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا (Recognition of Bangladesh)

جنوری 1972ء میں شیخ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کے پہلے صدر بنے۔ جنوری 1973ء میں روس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ فروری 1973ء میں برطانیہ نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد دنیا کے اکثر ممالک نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور بنگلہ دیش کے قیام سے مغربی پاکستان کے محب وطن عوام کو شدید صدمہ پہنچا۔ وہ اس سانحہ کو پاکستان کے لئے ایک عظیم المیہ تصور کر رہے تھے اور اس کی وجہ سے پاکستان کی وحدت اور اتحاد کو شدید دھچکا لگا۔ 22 فروری تا 24 فروری 1974ء کو لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلم ریاستوں کے تقریباً چالیس وفود نے شرکت کی۔ یہ پاکستان کے لئے ایک بہت بڑا موقع تھا۔ اپنے وقت کے بہت سے اعلیٰ مرتبت سربراہان مملکت پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اسلامی اخوت، دوستی اور بھائی چارے کے اثر انگیز مناظر سامنے آئے۔ اس سربراہی کانفرنس میں مسلم دنیا کو درپیش مسائل کا مکمل طور پر جائزہ لیا گیا۔ مشرقی وسطیٰ کا مسئلہ بہت تفصیل سے زیر بحث آیا۔ اخوت اور بھائی چارے کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے بنگلہ دیش کو بھی اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر پاکستان نے بنگلہ دیش کو آزاد مملکت کے طور پر تسلیم کر لیا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو دوسری سربراہی کانفرنس میں خوش آمدید کہا گیا۔ 14 اگست اور 15 اگست 1975ء کو بنگلہ دیش میں درمیانی شب فوجی انقلاب آیا۔ بنگلہ دیش کے چند محب وطن فوجی عناصر نے شیخ مجیب الرحمٰن کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور شیخ مجیب الرحمٰن کو ان کے اہل خانہ سمیت قتل کر دیا گیا ان کی ایک بیٹی شیخ حسینہ واجد جو بیرون ملک میں تھی قتل ہونے سے بچ گئی۔

سوال نمبر۱۴:۔ 1977ء میں مارشل لاء کے نفاذ تک ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں رونما ہونے والے سیاسی واقعات کو بیان کیجئے۔

جواب: ذوالفقار علی بھٹو (Zulfiqar Ali Bhutto)

ذوالفقار علی بھٹو (1928 - 1979)ء پاکستان پیپلز پارٹی کے بنیٹر مین تھے۔ 1970ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے مغربی پاکستان کی کل 144 نشستوں میں سے 85 نشستوں پر کامیابی حاصل کی تھی۔ 20 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد صدر آغا محمد یحییٰ خان نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا اور اقتدار ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کر دیا جو پاکستان کے پہلے عام چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بن گئے۔ اس کے بعد انہوں نے صدر پاکستان کے طور پر پاکستان کا نظم و نسق سنبھالا۔ 22 دسمبر 1971ء کو انہوں نے نورالامین کو نائب صدر (Vice-President) نامزد کیا۔

شملہ معاہدہ (Simla Agreement)

صدر پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے شملہ کے مقام پر ملاقات کی اور جنگی قیدیوں کی رہائی سے متعلق مذاکرات کیے اور اس طرح ان کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جو شملہ معاہدہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدہ پر 3 جولائی 1972ء کو دستخط کیے گئے۔ اس معاہدہ کی روشنی میں پاکستان اور بھارت دونوں نے اپنی اپنی فوج سرحدوں پر سے ہٹانے اور تمام اختلافات اور تنازعات کو اقوام متحدہ کے عالمی منشور کے مطابق حل کرنے کے لئے رضامندی ظاہر کی۔

1973ء کا آئین (The Constitution of 1973)

اپریل 1972ء میں ملک میں مارشل لاء ختم کر کے ایک مجلس آئین نافذ کیا گیا۔ مستقل آئین کی تیاری کے لئے منتخب ارکان اسمبلی میں سے 25 ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں تمام بڑی سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔ آئین کی تیاری کے لئے مقرر کردہ کمیٹی نے آئین کا مسودہ اسمبلی میں پیش کیا جسے بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر 10 اپریل 1973ء کو منظور کر لیا گیا۔ 14 اگست 1973ء کو اس آئین کو ملک میں نافذ کر دیا گیا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

بھٹو حکومت کے دوران ترقی (The Progress during Bhutto Government)

1973ء کے آئین کے ملک میں نفاذ کے بعد ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان بن گئے۔ چوہدری فضل الٰہی نے صدر پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔ بھٹو حکومت نے اداروں کو قومی تحویل میں لیے جانے کے پروگرام کو متعارف کرایا۔ اس پروگرام کے تحت بنیادی صنعتوں اور تجارتی بینکوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ مارچ 1972ء میں تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ زمین کی ملکیت کی اصلاحات اور مزدوروں کی اصلاحات بھی متعارف کرائی گئیں۔ فروری 1974ء میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں 39 ممالک کے سربراہان مملکت اور ایران نے ایک مبصر (Observer) کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں اسلامی دنیا کے اتحاد کے لئے دوررس فیصلے کیے گئے

عام انتخابات۔1977ء (The General Election)

بھٹو حکومت نے دوسری مرتبہ عوامی مینڈیٹ کے حصول کی غرض سے 1977ء میں عام انتخابات منعقد کرانے کا اعلان کیا۔ نو سیاسی جماعتوں نے آپس میں اتحاد قائم کر کے پیپلز پارٹی کے خلاف انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے آپس میں ایک اتحاد تشکیل دیا جو پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) نے اپنا منشور تیار کیا اور ملک میں نظام مصطفیٰ کے مطابق ایک جمہوری معاشرے کے قیام کا وعدہ کیا۔ 7 مارچ 1977ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے 154 نشستیں حاصل کیں جبکہ پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) صرف 38 نشستوں کے حصول میں کامیاب ہو سکا۔ پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) نے قومی اسمبلی کے انتخابات کے نتائج کا اعلان ہونے کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا اور انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگا کر احتجاجی تحریک شروع کر دی۔ یہ احتجاج اپریل 1977ء میں شروع کیا گیا جو 4 جولائی 1977ء تک جاری رہا۔ ان احتجاجی مظاہروں کے دوران 1801 افراد ہلاک ہوئے اور تین ہزار سے زائد افراد زخمی ہو گئے۔ متعدد بینکوں اور دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔

مارشل لاء۔1977ء (The Martial Law)

قومی اسمبلی کے انتخابی نتائج کو مسترد کرتے ہوئے پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) نے نئے سرے سے انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا۔ اس کی طرف چیف الیکشن کمیشن اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے استعفوں کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے ان مطالبات کو رد کر دیا۔ اس پر پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) نے بھٹو حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز کر دیا۔ 19 اپریل 1977ء کو لاہور، حیدرآباد اور کراچی میں فوج طلب کر لی گئی۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے ایک وفد سے مذاکرات کیے۔ یہ وفد مفتی محمود، پروفیسر غفور اور نوابزادہ نصراللہ خان پر مشتمل تھا۔ ان مذاکرات سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہو سکا۔ ان حالات میں چیف آف آرمی اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو بھٹو حکومت کو برطرف کر کے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اسے معطل قرار دے دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔ مسز نصرت بھٹو نے آئین کی معطلی کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں ایک رٹ پٹیشن (Writ Petition) دائر کی۔ سپریم کورٹ نے 10 نومبر 1977ء کو جنرل محمد ضیاء الحق کے حق میں فیصلہ دیا۔ 4 اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

سوال نمبر15:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں رونما ہوئے۔

جواب: جنرل محمد ضیاء الحق (General Muhammad Zia-ul-Haq)

جنرل محمد ضیاء الحق (1988 - 1924) نے 5 جولائی 1977ء کو اقتدار پر قبضہ کر کے ملک میں تیسری مرتبہ مارشل لاء نافذ کر دیا۔ انہوں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے طور پر ملک کا انتظام سنبھال لیا۔

ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی (Execution of Zulfiqar Ali Bhutto)

جنرل محمد ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد نوے دن کے اندر ملک میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کیا تھا۔ اس عرصے میں آزادی تحریر و تقریر ختم کر کے ملک میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو اور دیگر سیاسی رہنماؤں کو حفاظت کی غرض کی خاطر گرفتار کر لیا گیا تھا۔ بعد ازاں پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کو حکومت میں شامل کر لیا گیا جبکہ ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کی سازش میں ملوث کر کے گرفتار کرنے کے بعد باقاعدہ طور پر جیل بھیج دیا گیا۔ قتل کی سازش کا مقدمہ لاہور ہائی کورٹ میں پیش کیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے جج مولوی مشتاق حسین نے اس مقدمہ کی سماعت کی۔ وعدہ معاف گواہوں کی گواہی پر ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت سنا دی گئی۔ سزائے موت کے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی۔ سپریم کورٹ میں اس مقدمہ کی سماعت سات ججوں کے بینچ نے شروع کی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس شیخ انوار الحق کی سربراہی میں فیصلہ کیا گیا اور پانچ ججز اس فیصلہ میں شریک ہوئے جن میں دو ججوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو بے گناہ قرار دے کر بری کیا جبکہ چیف جسٹس سمیت تین ججوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت کو بحال رکھا۔ دنیا کے بہت سے ممالک کے سربراہان مملکت اور حکومتوں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے اپیل کی کہ موت کی سزا پر عملدرآمد نہ کیا جائے لیکن اس کے باوجود تمام رحم کی اپیلوں کو مسترد کرتے ہوئے 4 اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

عبوری آئینی حکم نامہ (The Provisional Constitutional Order)

جنرل محمد ضیاء الحق نے عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) مارچ 1981ء میں جاری کیا۔ یہ کہا گیا کہ جمہوریت اور تمام اداروں کو اسلام کے اصولوں کے مطابق جلد ہی بحال کر دیا جائے گا۔ عدالت کے اختیارات کا تعین بھی اسی عبوری آئینی حکم نامہ کے تحت کر دیا گیا۔ یہ بھی واضح کیا گیا کہ صدر مملکت کو کسی طرح کی سیاسی سرگرمی کی اجازت نہ ہو گی اور صرف ان سیاسی جماعتوں کو سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دی جائے گی جو باقاعدہ الیکشن کمیشن میں رجسٹرڈ ہوں اور الیکشن کمیشن نے انہیں انتخابات میں حصہ لینے کے لئے اہل قرار دے دیا ہو۔ الیکشن کمیشن کی پیشگی اجازت کے بغیر کوئی بھی نئی سیاسی جماعت قائم نہیں کی جائے گی۔ ایک وفاقی کونسل (مجلس شوریٰ) سے بھی عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) کے تحت 24 دسمبر 1981ء کو قائم کی گئی۔

سیاسی منصوبہ اور 1983ء کے انتخابات (The Political Plan and Elections - 1983)

12 اگست 1983ء کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے مجلس شوریٰ سے خطاب کرتے ہوئے اپنے سیاسی منصوبہ کا اعلان کیا۔ مولانا ظفر احمد انصاری کی قیادت میں ایک کمیشن قائم کیا گیا تا کہ وہ اسلامی جمہوری نظام کے لئے اپنی تجاویز پیش کرے۔ ایک طویل عرصہ تک بحث و تمحیص کے بعد صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ضروری ترامیم کے ساتھ 1973ء کے آئین کو بحال کر دیا۔ 1983ء میں مقامی حکومتوں کے انتخابات منعقد کرائے گئے اور ان انتخابات کے وسیلہ سے 4100 یونین کونسلوں، 129 میونسپل کارپوریشنوں، 285 ٹاؤن کونسلوں اور 39 کنٹونمنٹ بورڈ کے ذریعے 71767 اراکین کا انتخاب کیا گیا۔ اس سیاسی منصوبہ کو ضیاء کے 18 ماہ کے طویل المیعاد منصوبہ کے طور پر جانا جاتا ہے۔

قومی ریفرنڈم۔1984ء (National Referendum)

مارشل کے خاتمہ اور اختیارات کی منتقلی کے حوالے سے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے 1983ء میں اپنے سیاسی منصوبہ کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اسلامی جمہوری نظام کے نفاذ کے سلسلے میں اپنے اقدامات کی بنیاد پر انہوں نے قومی ریفرنڈم کا اعلان کیا۔ 19 دسمبر 1984ء کو "ہاں" یا "نہیں" کی بنیاد پر ووٹ ڈالے گئے۔ انتخابات کے نتائج کا اعلان الیکشن کمیشن آف پاکستان نے کیا اور یہ اعلان کیا کہ جنرل محمد ضیاء الحق کو 97.7 فیصد ووٹ حاصل ہوئے ہیں۔ ریفرنڈم کے وسیلہ سے عوامی حمایت کے حصول کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے سیاسی منصوبہ کو اس عرصہ کے دوران اپنی حکومت کے منشور کے طور پر نافذ کر دیا جب تک کہ وفاقی اور صوبائی سطحوں پر عام نمائندوں کی حکومتیں قائم نہ ہو جائیں۔

عام انتخابات۔1985ء (General Elections)

جب ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کو ایک طویل عرصہ گزر گیا اور اندرونی اور بیرونی طور پر جمہوریت کی بحالی کے لئے دباؤ میں اضافہ ہوا تو جنرل محمد ضیاء الحق نے دسمبر 1984ء میں مارشل لاء ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے سب سے پہلے ایک ریفرنڈم کے ذریعے خود کو پانچ سال کے عرصہ کے لئے صدر قرار دیا، بعد ازاں آئین میں مارشل لاء آرڈر کے ذریعے ایک ترمیم کی جسے آٹھویں ترمیم کہا جاتا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعہ صدر پاکستان کو ایسے اختیارات دے دیئے گئے جن کے تحت وہ اسمبلیوں اور وزیراعظم کو اپنی مرضی کے تابع رکھ سکتا تھا۔ 25 فروری 1985ء کو قومی اسمبلی کی نشستوں کے لئے انتخابات ہوئے اور 28 فروری 1985ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات ہوئے۔ یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر منعقد کرائے گئے تھے۔ مارچ 1985ء میں سینیٹ کے انتخابات مکمل ہونے کے بعد 23 مارچ 1985ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے صدر پاکستان کے عہدہ کے لئے حلف اٹھایا اور محمد خان جونیجو کو غیر جماعتی وزیراعظم نامزد کر دیا۔ محمد خان جونیجو نے وزیراعظم کے اختیارات سنبھالنے کے دو ماہ بعد اسمبلی میں اپنے حامیوں کا ایک گروپ بنا لیا اور اسے "مسلم لیگ" کا نام دیا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے سیاسی جماعتوں کو بھی بحال کر دیا۔ قومی اسمبلی کے ساتھ ہی صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ میں برسر اقتدار گروپ مسلم لیگ قرار پائے۔ 30 دسمبر 1985ء کو ملک سے مارشل لاء کا خاتمہ کر دیا گیا۔

سیاسی جماعتوں کی سرگرمیاں (Activities of Political Parties)

جب 30 دسمبر 1985ء کو ملک سے مارشل لاء کا خاتمہ کر دیا گیا تو سیاسی جماعتوں نے ایک مرتبہ پھر اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ جنوری 1986ء میں سیاسی جماعتوں نے اپنے سیل کردہ دفاتر کو دوبارہ کھول لیا اور ملک بھر میں سیاسی جماعتوں کے جلسے، جلوس اور کنونشن منعقد کیے جانے لگے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف اپنی مہم شروع کر دی۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے صوبہ سندھ کی حکومت میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ سید غوث علی شاہ کو سندھ کا وزیراعلیٰ بنا دیا گیا اور انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ سندھ میں پیپلز پارٹی کی طاقت کو کمزور بنانے کے لئے اقدامات کریں۔ ان حالات میں الطاف حسین نے اپنی سیاسی جماعت بنائی جس کا نام مہاجر قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) تھا۔ ایک سال کے مختصر عرصہ میں مہاجر قومی موومنٹ کو کراچی اور حیدرآباد میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ تنظیم بنیادی طور پر 11 جون 1978ء کو ایک طلباء تنظیم کے طور پر قائم کی گئی تھی جس کا نام "آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (اے پی ایم ایس او)" تھا۔ اگست 1986ء میں کراچی میں واقع نشتر پارک مہاجر قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کا پہلا عوامی جلسہ منعقد کیا گیا۔

اسلامی نظام کے نفاذ کا طریقہ کار (The Process of Islamization)

بہت سی سیاسی جماعتیں قیام پاکستان کے وقت سے اسلام کا نام استعمال کر رہی تھیں۔ اس ضمن میں مختلف ادوار میں کئی اقدامات کیے گئے جن میں قرارداد مقاصد۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

1949ء کی منظوری، اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دینا اور ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں آئین میں مسلمان کی تعریف کو شامل کرنا تھے۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے مارشل لاء کے نفاذ سے اقتدار پر قابض ہو گئے تھے۔ ان کی یہ دلچسپی تھی کہ معاشرے کو غیر سیاسی بنیادوں پر استوار رکھا جائے اور اس کے لئے انہیں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ایک پرکشش نعرہ کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کے حصول کی خاطر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا نعرہ لگا دیا۔ 1977ء میں ملک میں حدود آرڈیننس نافذ کر دیا گیا۔ حدود آرڈیننس کے تحت مختلف نوعیت کے جرائم کے لئے مختلف سزائیں مقرر کی گئیں، ان جرائم میں شراب نوشی، چوری، زنا کاری اور زنا کی جھوٹی تہمت لگانا شامل تھے۔ حدود آرڈیننس کے مطابق شراب نوشی پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی گئی سوائے غیر مسلموں کے جنہیں خاص مواقع پر شراب کے استعمال کی اجازت تھی۔ 1980ء میں زکوٰۃ کی لازمی کٹوتی کا نظام متعارف کرایا گیا۔ ہر سال زکوٰۃ کی مقرر کردہ شرح 2.5% کے حساب سے رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو بینکوں میں لوگوں کے کھاتوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کی جانے لگی۔ اس طریقہ کار سے حاصل ہونے والی زکوٰۃ کی رقومات کو حکومت کی مقرر کردہ کمیٹیوں کے ذریعے مستحقین میں تقسیم کر دیا جاتا۔ زرعی پیداوار پر 10 فیصد عشر کی وصولی کا قانون نافذ کیا گیا۔ 1979ء میں ملک بھر کے نظام کو اسلامی خطوط پر چلانے کے لئے سوہائی سطح پر ہائی کورٹ میں شریعت بنچیں قائم کر دی گئیں۔ بعد ازاں ان کی جگہ پر اسلام آباد میں وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی۔ یہ عدالت 1980ء میں قائم ہوئی۔ اس عدالت کو وسیع اختیارات فراہم کیے گئے۔ بینکاری کے نظام سے سُود کا خاتمہ کرنے کے لئے پہلے کھاتوں کی جگہ نفع ونقصان شراکتی کھاتے کھولے گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے مارشل لاء انتظامیہ نے صلوٰۃ کمیٹیاں قائم کیں تاکہ لوگوں کو ایک دن میں پانچ مرتبہ نماز کی ادائیگی کے لئے ترغیب دی جا سکے۔ طلباء کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے واقفیت دلانے کے لئے تمام جماعتوں میں اسلامیات کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا اس کے علاوہ ملک کے تعلیمی نظام کو اسلام کی تعلیمات سے ہم آہنگ بنانے کے لئے بھی اقدامات کیے گئے۔ حکومت نے آرڈیننس جاری کیا جس کے مطابق رمضان المبارک کے مہینہ میں کھلے عام کھانے اور پینے کو ممنوع قرار دیا گیا۔

اوجڑی کیمپ کا سانحہ (Ohjiri Camp Disaster)

اوجڑی کیمپ راولپنڈی اور اسلام آباد کے درمیان واقع ایک اسلحہ کا ڈپو تھا۔ 10 اپریل 1988ء کو اس کیمپ میں ایک زبردست دھماکہ ہوا جس سے بڑے پیمانہ پر افراتفری پھیل گئی اور ایک بڑی تعداد میں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے اس واقعہ کی تحقیق کے لئے ایک انکوائری کمیٹی قائم کی اور اس کمیٹی کو دس دن کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا۔ اس کمیٹی نے 24 اپریل 1988ء کو اپنی رپورٹ پیش کی جس کی وجہ سے فوج اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔

جونیجو حکومت کی تحلیل (Dissolution of Junejo's Government)

1988ء میں وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے افغانستان کے مسئلہ پر جنیوا معاہدہ پر دستخط کیے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وزیر اعظم محمد خان جونیجو ان تمام فوجی جرنیلوں کو برطرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جو اوجڑی کیمپ کے سانحہ کے ذمہ دار تھے اور جن پر انکوائری کمیٹی نے سانحہ کی ذمہ داری عائد کی تھی۔ ان کا یہ آزاد اور خود مختار رویہ صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو پسند نہیں آیا۔ 29 مئی 1988ء کو جنرل ضیاء الحق نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو برطرف کر دیا اور ساتھ ہی ان کی کابینہ کے افراد کو بھی برطرف کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی تمام اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ انہوں نے مرکز اور صوبوں میں نگران حکومتیں قائم کر دیں۔ یہاں محمد نواز شریف کو صوبہ پنجاب کا نگران وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا جو بعد ازاں جونیجو کے انتقال کے بعد مسلم لیگ کے صدر منتخب کر لئے گئے۔ محمد خان جونیجو کے کچھ حامی افراد نے نواز شریف کے مسلم لیگ کے صدر منتخب ہونے کو پسند نہ کیا اور انہوں نے اپنا مسلم لیگ کا گروپ تشکیل دے دیا جو مسلم لیگ جونیجو گروپ کہلایا۔ اس طرح مسلم لیگ نواز گروپ اور مسلم لیگ جونیجو گروپ میں تقسیم ہو گئی۔

جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات (The Death of General Muhammad Zia-ul-Haq)

17 اگست 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق بہاولپور کے نزدیک ایک فضائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ جنرل اختر عبدالرحمٰن، پاکستان میں امریکہ کے سفیر آرنلڈ رافیل (Arnold Rafael) جو جنرل ضیاء الحق کے ہمراہ C-130 طیارہ میں موجود تھے وہ بھی اس حادثہ کے نتیجہ میں جاں بحق ہوئے۔ ضیاء الحق کی وفات کے بعد سینیٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان پاکستان کے صدر بن گئے۔

سوال نمبر۱۶:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات کے بعد سے لے کر بے نظیر بھٹو کی حکومت کی تحلیل تک رونما ہوئے۔

جواب: غلام اسحاق خان بطور نگران صدر (Ghulam Ishaq Khan as an Acting President)

17 اگست 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق بہاولپور کے نزدیک ایک فضائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات کے بعد سینیٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان پاکستان کے نگران صدر بن گئے۔ ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں ذوالفقار علی بھٹو کی صاحبزادی محترمہ بے نظیر بھٹو جنہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا وہ 10 اپریل 1986ء کو اس وقت وطن واپس لوٹی تھیں جب محمد خان جونیجو وزیر اعظم پاکستان تھے اور ان کا لاہور میں شاندار استقبال کیا گیا تھا۔ بے نظیر بھٹو کو پاکستان پیپلز پارٹی کا چیئرپرسن منتخب کر لیا گیا۔ انہوں نے سپریم کورٹ میں ایک رٹ پٹیشن (Writ-Petition) دائر کی تھی جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ تمام سیاسی جماعتوں کو رجسٹریشن کے بغیر انتخابات میں

حصہ لینے کا حق فراہم کیا جائے۔

عام انتخابات۔1988ء (General Elections)

جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات کے بعد سپریم کورٹ نے غیر جماعتی انتخابات کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دے دیا۔ چنانچہ گیارہ سال کے بعد ایک مرتبہ پھر 1988ء کے انتخابات جماعتی بنیادوں پر منعقد ہوئے۔ 16 نومبر 1988ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے ووٹ ڈالے گئے جبکہ 19 نومبر 1988ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے ان انتخابات کے نتیجہ میں قومی اسمبلی میں 93 نشستیں حاصل کیں جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) جو مسلم لیگ نواز گروپ، جماعت اسلامی اور دیگر نو چھوٹی جماعتوں پر مشتمل تھا اس نے 60 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے مرکزی صوبہ سندھ اور خیبر پختونخواہ میں حکومت تشکیل دی جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد صوبہ پنجاب میں اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

بے نظیر بھٹو بطور وزیر اعظم (Benazir Bhutto as Prime Minister)

1988ء کے عام انتخابات کے نتائج کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی ایک واحد اکثریتی جماعت کے طور پر سامنے آئی۔ 30 نومبر 1988ء میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس ہوئے۔ یکم دسمبر 1988ء کو بے نظیر بھٹو کو پاکستان کا وزیر اعظم منتخب کر لیا گیا۔

صدارتی انتخابات (The Presidential Elections)

جنرل ضیاء الحق کی وفات کے بعد غلام اسحاق خان نگران صدر کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ 12 دسمبر 1988ء کو صدارتی انتخابات منعقد کرائے گئے۔ غلام اسحاق خان اور نوابزادہ نصر اللہ خان صدارتی انتخاب کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں غلام اسحاق خان نے 348 ووٹ حاصل کیے اور انہیں صدر پاکستان منتخب کر لیا گیا۔

بلوچستان اسمبلی کی تحلیل (Dissolution of Baluchistan Assembly)

حکومت کے قیام کے صرف دو ہفتے بعد بلوچستان کے گورنر جنرل محمد موسیٰ نے وزیر اعلیٰ کے مشورہ پر بلوچستان کی اسمبلی کو تحلیل کر دیا۔ بلوچستان ہائی کورٹ نے اسمبلی کی تحلیل کے اقدام کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے جنوری 1989ء میں اسمبلی کو بحال کر دیا۔ بلوچستان اسمبلی کی تحلیل کی وجہ سے نواز شریف اور وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان سیاسی کشمکش شروع ہو گئی۔ ہارس ٹریڈنگ کا آغاز ہو گیا جس نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے لئے فضاء کو انتہائی خراب کر دیا۔

بے نظیر بھٹو کی حکومت کی تحلیل (Dissolution of Benazir Bhutto's Government)

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے حکومت کرنے کا ایک ایسا طریقہ کار اپنایا جو نہ تو متوازن تھا اور نہ ہی پوری طرح مؤثر تھا۔ انہوں نے ایک بڑی تعداد وزیروں، مشیروں اور نائب افسروں کا تقرر کر دیا جن میں سے بیشتر غیر مؤثر اور بدعنوان تھے۔ سندھ میں امن وامان کی صورت حال قابو سے باہر ہو گئی۔ صدر اور وزیر اعظم کے مابین تعلقات انتہائی کشیدہ ہو گئے۔ صوبہ پنجاب کی حکومت اور وفاقی حکومت کے درمیان اختلافات نے ایک کشمکش کی صورت حال پیدا کر دی۔ ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے 6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو برطرف کر دیا اور ان پر بدعنوانی، غیر مؤثر کارکردگی اور ناقص انتظام کے الزامات عائد کیے گئے۔ قومی اسمبلی اور تمام صوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

سوال نمبر۱۷:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں 1990ء کے انتخابات سے لے کر میاں محمد نواز شریف کی حکومت کی برطرفی تک پیش آئے۔

جواب: غلام مصطفیٰ جتوئی بطور نگران وزیر اعظم

(Ghulam Mustafa Jatoi as Care-taker Prime Minister)

6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے بدعنوانی، غیر مؤثر کارکردگی اور ناقص انتظامیہ کے الزامات عائد کرتے ہوئے محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ انہوں نے غلام مصطفیٰ جتوئی کو پاکستان کا نگران وزیر اعظم مقرر کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ ملک میں اگلے انتخابات 24 اکتوبر 1990ء کو ہوں گے۔

عام انتخابات۔1990ء (General Election)

قومی اسمبلی کی 207 نشستوں کے لئے عام انتخابات 24 اکتوبر 1990ء کو منعقد ہوئے جبکہ 27 اکتوبر 1990ء کو صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد کرائے گئے۔ ان عام

جامعۃ الاسلامیۃ پاکستان

انتخابات میں دو سیاسی اتحاد (Political Alliances) قائم کیے گئے۔ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) جس میں جمعیت العلمائے اسلام، پاکستان مسلم لیگ، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت الشائخ اور دوسرے کچھ گروپ شامل تھے۔ دوسرا سیاسی اتحاد پاکستان جمہوری اتحاد (پی ڈی اے) تھا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی، تحریک استقلال، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ شامل تھے۔ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) نے میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں قومی اسمبلی کی 105 نشستوں اور صوبہ پنجاب کی اسمبلی کی 208 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ پاکستان جمہوری اتحاد (پی ڈی اے) نے قومی اسمبلی کی 46 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) مرکز اور چاروں صوبوں میں حکومتوں کی تشکیل میں کامیاب ہوگیا۔

نواز شریف بطور وزیر اعظم (Nawaz Sharif as Prime Minister)

اگرچہ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) نے قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل کرلی تھی لیکن اسے مرکز میں حکومت کی تشکیل میں دشواری کا سامنا تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ مرکز میں ایک مخلوط حکومت قائم کی جائے گی۔ مہاجر قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) اور جمعیت العلمائے پاکستان (نیازی گروپ) مرکزی حکومت میں شامل ہو جائے۔ جماعت اسلامی نے حکومت کی تشکیل میں حصہ نہیں لیا۔ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کے سربراہ میاں محمد نواز شریف کو 6 نومبر 1990ء کو پاکستان کا وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔

نواز شریف کی معاشی پالیسیاں (Economic Policies of Nawaz Sharif)

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے ملک سے بدعنوانی (Corruption) کے خاتمہ کا وعدہ کیا اور معاشی ترقی اور جمہوریت کو پروان چڑھانے کے لئے کام شروع کر دیا۔ انہوں نے عوام کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ مسلم اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف نے پاکستان کی معاشی ترقی کے لئے پالیسیاں متعارف کرائیں۔ ایک پرائیویٹائزیشن پروگرام بھی متعارف کرایا گیا۔ 92-1991ء کے دوران پینتیس پبلک کو نجی ملکیت میں دے دیا گیا۔ دو تجارتی بینکوں مسلم کمرشل بینک اور الائیڈ بینک کو بھی اسی دور میں نجی ملکیت میں دے دیا گیا۔ غیر ملکی اکاؤنٹس کھولے گئے اور زرمبادلہ کی درآمد اور برآمد کی اجازت دے دی گئی۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے ایک موڑوے کی تعمیر کا اعلان بھی کیا۔ انہوں نے بے روزگاری کی شرح کو کم کرنے کے لئے یا کیب اسکیم بھی متعارف کرائی۔

نواز شریف کا زوال (The Downfall of Nawaz Sharif)

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو معاشرے کے بڑا اثر طبقات جیسے کنا جروں، صنعتکاروں اور شہری طبقات سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد کی بڑی حمایت حاصل تھی اس وجہ سے وہ بہت زیادہ پُراعتماد ہوگئے۔ 8 جنوری 1993ء کو چیف آف آرمی اسٹاف جنرل آصف نواز کی موت پر وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور صدر پاکستان غلام اسحاق خان کے تعلقات کشیدہ ہوگئے۔ جنرل آصف نواز کی بیوہ نے یہ الزام لگایا کہ حکومت نے ان کے شوہر کو قتل کرایا تھا اور ان کے مطابق ان کے شوہر کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا۔ صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم سے کوئی مشورہ کیے بغیر جنرل عبدالوحید کاکڑ کو چیف آف آرمی اسٹاف مقرر کر دیا۔ ان حالات کا حزب اختلاف کی قائد محترمہ بینظیر بھٹو نے بھرپور طریقہ سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے صدر غلام اسحاق خان کو آئندہ صدارتی انتخاب میں اپنی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ وہ نواز شریف کی حکومت کو تحلیل کر دیں اور وسط مدتی انتخابات کا اعلان کریں۔

نواز شریف کی وزیر اعظم کے عہدہ سے برطرفی (Dismissal of Nawaz Sharif as Prime Minister)

صدر غلام اسحاق خان نے حکومت پر بدعنوانی، مخالف سیاسی حریفوں کو ہراساں کرنے اور پرائیویٹائزیشن کے عمل کے غیر شفاف ہونے کے سنگین الزامات عائد کیے۔ 18 اپریل 1993ء کو صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم نواز شریف کو برطرف کر دیا اور میر بلخ شیر مزاری کو نگراں وزیر اعظم مقرر کیا۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ ملک میں آئندہ انتخابات 14 جولائی 1993ء کو کرائے جائیں گے۔

نواز شریف حکومت کی بحالی (Restoration of Nawaz Sharif's Government)

میاں محمد نواز شریف نے اپنی حکومت کی تحلیل کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کر دی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلہ سنایا کہ حکومت کو تحلیل کرنے کا اقدام غیر قانونی اور غیر آئینی تھا اور 26 مئی 1993ء کو نواز شریف کی حکومت کو بحال کر دیا۔

نواز شریف کی حکومت کی تحلیل (Dissolution of Nawaz Sharif Government)

نواز شریف حکومت کی بحالی کے بعد اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کے اتحادیوں کے مابین اختلافات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ پنجاب کے کچھ وزراء نے یہ اعلان کیا کہ اپنی رکنیت سے استعفیٰ دے رہے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کمزور ہونا شروع ہوگئی۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں تحریک عدم اعتماد پیش کر دی گئی۔ فوج نے وزیر اعظم نواز شریف پر اسمبلی تحلیل کرنے کے لئے دباؤ بڑھانا شروع کیا۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل عبدالوحید کاکڑ نے اس سارے معاملے کی ہدایت خود نگرانی شروع کر دی۔ 18 جولائی 1993ء کو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خان دونوں نے اپنے اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔ سینیٹ کے چیئرمین وسیم سجاد پاکستان کے صدر بن گئے اور معین الدین احمد قریشی کو

پاکستان کا وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔ معین الدین احمد قریشی عالمی بینک کے سابقہ نائب صدر رہ چکے تھے۔ انہوں نے وسط مدتی انتخابات تک پاکستان کے نگراں وزیر اعظم کے طور پر کام کرنا شروع کر دیا۔

سوال نمبر 18:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں 1993ء کے انتخابات کے بعد پیش آئے۔

جواب: معین الدین قریشی بطور نگراں وزیر اعظم (Moinuddin Qureshi as Care-Taker Prime Minister)

صدر پاکستان غلام اسحاق خان اور وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف دونوں نے 18 جولائی 1993ء کو اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ وسیم سجاد نے ملک کے نگراں صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا اور معین الدین احمد قریشی کو عام انتخابات تک کے لئے نگراں وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

عام انتخابات۔ 1993ء (General Elections)

قومی اسمبلی کے عام انتخابات 6 اکتوبر 1993ء کو منعقد ہوئے جبکہ صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات 9 اکتوبر 1993ء کو منعقد کرائے گئے۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) اور پاکستان پیپلز پارٹی دو بڑی جماعتوں کے طور پر سامنے آئیں۔

بے نظیر بھٹو بطور وزیر اعظم (Benazir Bhutto as the Prime Minister)

1993ء کے عام انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) نے 86 نشستیں حاصل کیں جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی کو 72 نشستیں حاصل ہوئیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے پاکستان مسلم لیگ (جونیجو گروپ) کے ساتھ اتحاد کر کے مرکز میں حکومت بنالی۔ 19 اکتوبر 1993ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو پاکستان کی وزیر اعظم بن گئیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی اتحادی جماعتوں کے ساتھ مل کر صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں بھی حکومت بنائی جبکہ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) نے اپنی اتحادی جماعتوں کے ساتھ صوبہ بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں اپنی حکومت بنالی۔

صدارتی انتخاب (Presidential Elections)

محترمہ بے نظیر بھٹو کے وزیر اعظم پاکستان کی حیثیت سے تقرری کے بعد صدارتی انتخابات منعقد ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے سردار فاروق احمد خان لغاری کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا جبکہ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) نے وسیم سجاد کو نامزد کیا۔ 18 نومبر 1993ء کو سردار فاروق احمد خان لغاری صدارتی انتخاب جیت کر ملک کے صدر منتخب ہو گئے۔

بے نظیر بھٹو کی پالیسیاں (The Policies of Benazir Bhutto)

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے جمہوریت کے ارتقاء اور ملک کی معاشی صورت حال کو بہتر بنانے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں محترمہ بے نظیر بھٹو نے محاذ رائی کی سیاست کا آغاز کر دیا۔ صرف دو ماہ میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں قائم شدہ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کی اتحادی حکومت کا خاتمہ کر کے گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔ بجٹ کا خسارہ کم کر کے ملکی معیشت کو کسی حد تک بہتر بنانے کی کوشش کی گئی اور صنعتی اور زرعی شعبہ جات کوئی قابل ذکر ترقی سامنے نہ آئی۔

بینظیر بھٹو کا زوال (The Downfall of Benazir Bhutto)

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اپنی حکومت کا انتظام بہتر طور پر سنبھالنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے کارکن بدعنوانی میں ملوث ہوئے۔ کراچی میں ماورائے عدالت ہلاکتوں اور تیزی سے پھیلتی ہوئی بدعنوانی نے حکومت کو کمزور کر دیا۔ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے شوہر آصف علی زرداری کے خلاف بدعنوانی (Corruption) کے الزامات عائد کیے گئے۔ ہارس ٹریڈنگ اور بلیک میلنگ کے ذریعے حکومت کے لئے وفاداریوں کو خریدا جانے لگا۔ کراچی میں امن وامان کی صورت حال انتہائی خراب ہوگئی یہاں تک کہ وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے بھائی مرتضیٰ بھٹو کو کراچی میں ایک پولیس مقابلہ میں ہلاک کر دیا۔

بے نظیر حکومت کی تحلیل (Dissolution of Benazir's Government)

کراچی میں جاری ماورائے عدالت ہلاکتوں اور ملک میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی نے حکومت کو کمزور کر دیا اور وزیر اعظم بے نظیر بھٹو ان تمام حالات کو صحیح انداز میں سنبھال نہ سکیں۔ ان حالات میں صدر سردار فاروق احمد خان لغاری پر حکومت کو تحلیل کرنے کے لئے دباؤ بڑھ گیا۔ جماعت اسلامی نے قومی اسمبلی کے سامنے دھرنا دیا اور حکومت کے مستعفی ہونے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ 5 نومبر 1996ء کو صدر سردار فاروق احمد خان لغاری نے قومی اسمبلی توڑ دی اور وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ملک میں آئندہ انتخابات 2 فروری 1997ء کو منعقد کرائے جائیں گے اور ملک معراج خالد کو ملک کا نگراں وزیر اعظم نامزد کر دیا۔ پاکستان کے چاروں صوبوں میں بھی اسی طرح نگراں حکومتیں قائم کر دی گئیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر19:۔ ان سیاسی واقعات کو بیان کیجئے جو پاکستان میں 1997ء کے انتخابات سے حکومت میں فوجی مداخلت کے دوران رونما ہوئے۔

جواب: ملک معراج خالد بطور نگراں وزیر اعظم (Malik Meraj Khalid as Care-taker Prime Minister)

صدر فاروق احمد خان لغاری نے پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت پر بدعنوانی، بدانتظامی اور ماورائے عدالت ہلاکتوں کے الزامات عائد کرتے ہوئے قومی اسمبلی کو تحلیل کر دیا اور 5 نومبر 1996ء کو وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ انہوں نے ملک معراج خالد کو ملک کا نگراں وزیر اعظم نامزد کیا۔

عام انتخابات۔1997ء (General Elections)

2 فروری 1997ء کو بیک وقت قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے عام انتخابات ہوئے۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) نے ان انتخابات میں ایک بہت بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) نے مرکز اور صوبہ پنجاب میں اپنی حکومت قائم کی۔ صوبہ سندھ میں بھی متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے ساتھ اتحاد قائم کر کے اپنی حکومت بنائی۔

نواز شریف بطور وزیر اعظم (Nawaz Sharif as Prime-Minister)

پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کے بھاری اکثریت سے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد 13 فروری 1997ء کو میاں محمد نواز شریف نے دوسری مرتبہ وزیر اعظم پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔

قرض اُتارو ملک سنوارو پروگرام (National Debt Retirement Programme)

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنے قرض اتارو ملک سنوارو پروگرام کا اعلان کیا۔ بہت سے عام افراد نے اس اسکیم میں اپنے فنڈز جمع کرائے لیکن مجموعی طور پر یہ اسکیم غیر مقبول رہی کیونکہ بڑے بڑے جاگیرداروں اور صنعتکاروں جن کے پاس روپے پیسے کی کمی نہ تھی، اس اسکیم میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ البتہ عام لوگوں نے اس سلسلہ میں نہایت جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا۔

آئین میں ترامیم (Amendments in the Constitution)

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اپنی حکومت کو مزید مستحکم بنانے کے لئے آئین میں ضروری ترامیم کیں۔ 14 ویں ترمیم کے تحت صدر پاکستان کو اتنے وسیع اختیارات دے دیئے گئے جتنے کہ وہ مدت پوری ہونے سے قبل بھی کسی بھی وقت قومی اسمبلی کو تحلیل کر سکتا تھا۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کو قومی اسمبلی اور سینیٹ دونوں میں دو تہائی اکثریت حاصل تھی۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اپنی جماعت کی اکثریت کا پورا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے آئین میں تیرہویں اور چودھویں ترمیم کو متعارف کرایا اور آئین سے ان تمام شقوں کا خاتمہ کر دیا جن کے تحت صدر قومی اسمبلی کو تحلیل کرنے کے اختیارات حاصل تھے۔

محمد رفیق تارڑ کا صدر کے طور پر انتخاب (Muhammad Raffique Tarar Elected as the President)

مسلم لیگ (نواز گروپ) نے صدر کے لئے اپنا امیدوار نامزد کر دیا۔ سردار فاروق احمد خان لغاری نے وزیر اعظم نواز شریف کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ 2 دسمبر 1997ء سے 31 دسمبر 1997ء تک دہم سجاد نے صدر پاکستان کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ 31 دسمبر 1997ء کو صدر کے انتخاب کے لئے ووٹ ڈالے گئے اور یکم جنوری 1998ء کو محمد رفیق تارڑ نے صدر پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔

موٹروے کا منصوبہ (The Motoway Project)

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے ایک موٹروے کی تعمیر کے منصوبہ کا اعلان کیا۔ پاکستان کی سڑکوں کی تاریخ میں لاہور۔ اسلام آباد موٹروے پہلی مرتبہ ایک انفرادی نوعیت کی تعمیر تھی۔ 26 نومبر 1997ء کو پاکستان موٹروے تعمیر کیا گیا۔

قومی تعلیمی پالیسی (National Education Policy)

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے آئندہ بارہ سالوں (1998-2010) تک کے لئے ایک قومی تعلیمی پالیسی کا اعلان 21 فروری کو کیا۔ اس پالیسی میں یہ واضح کیا گیا کہ جدید ضروریات اور تقاضوں کے مطابق تعلیم کو ترقی دینے کے لئے مسلسل اقدامات کیے جائیں گے۔

پاکستان کا پہلا ایٹمی دھماکہ (First Atomic Explosion of Pakistan)

بھارت نے اپنے نیوکلیائی ہتھیاروں کے تجربات کرنے کا سلسلہ 1998ء میں شروع کر دیا تھا۔ بھارت کے نیوکلیائی تجربات نے پاکستان کو یہ احساس دلایا کہ اپنے نیوکلیئر پروگرام کو خصوصی طریقہ سے منظم کیا جائے۔ ہندوستان کے نیوکلیائی تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان نے 28 مئی 1998ء کو اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کیا۔ یہ ایٹمی دھماکہ چاغی کے مقام پر

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی زیر نگرانی کیا گیا۔ اس طرح میاں محمد نواز شریف کے دوسرے حکومت کے دوسرے دور میں پاکستان ایک ایٹمی قوت بن گیا اگرچہ ایٹمی ٹیکنالوجی پر کام بہت پہلے سے شروع کیا جا چکا تھا۔ پاکستان نے خوردی دوم میزائل کا بھی کامیاب تجربہ کیا۔

نواز شریف کی برطرفی (Dismissal of Nawaz Sharif)

عوام کو نواز شریف حکومت سے بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ یہ حکومت عوامی نمائندوں اور عوامی اداروں سے اقاقانونیت کا خاتمہ کر دے گی اور زندگی کے ہر شعبہ سے بدعنوانی کی لعنت کا خاتمہ کرنے میں بھی کامیاب ہو جائے گی۔ انہیں یہ توقع بھی تھی کہ ملک کی معیشت میں نیا انقلاب برپا ہوگا اور وہ مستحکم ہو جائے گی، غیر ملکی قرضہ جات کا بوجھ کم ہوگا اور عام آدمی کا معیار زندگی بہتر ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے نواز شریف کی حکومت ان مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہوگئی۔ رفتہ رفتہ غیر محسوس انداز سے تمام تر اختیارات وزیر اعظم کے ہاتھوں میں آتے چلے گئے۔ ان حالات میں پاکستان کی فوج نے اقتدار کو سنبھالنے کا فیصلہ کر لیا۔ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف نے محمد نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ 12 اکتوبر 1999ء کی شام کو پاکستان کی سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں معطل کر دی گئیں۔ 14 اکتوبر 1999ء کو صدر پاکستان نے ایک صدارتی دستوری حکم نامہ (پی سی او) نمبر 1 جاری کیا۔ ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔ نواز شریف کو گرفتار کر لیا گیا اور بعد ازاں انہیں ان کے خاندان کے ہمراہ جلاوطن کر دیا گیا۔ 17 اکتوبر 1999ء میں اپنے قوم سے خطاب کے دوران جنرل پرویز مشرف نے اپنے چیف ایگزیکٹو آف پاکستان کے درجہ کا اعلان کیا۔

سوال نمبر20:۔ اکتوبر 1999ء میں چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف کے اقتدار سنبھالنے کے بعد سے لے کر اب تک پیش آنے والے سیاسی واقعات کو بیان کیجئے۔

جواب: جنرل پرویز مشرف بطور چیف ایگزیکٹو (General Pervaiz Musharaf as Chief Executive)

وزیر اعظم محمد نواز شریف نے اُس وقت چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف کو برطرف کرنے کی کوشش کی جبکہ وہ ملک سے باہر گئے ہوئے تھے اور ان کی جگہ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر خواجہ ضیاء الدین کو چیف آف آرمی اسٹاف نامزد کر دیا۔ پاکستان کی فوج پہلے سے ہی حکومت کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے منصوبہ بندی کر چکی تھی۔ 12 اکتوبر 1999ء کو پاکستان کی مسلح فوج نے جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں محمد نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ 17 اکتوبر 1999ء کو قوم سے اپنے خطاب کے دوران جنرل پرویز مشرف نے یہ اعلان کیا کہ انہیں وفاقی حکومت کے سربراہ اور چیف ایگزیکٹو آف پاکستان کا درجہ حاصل ہے۔

تفویض اختیارات کا منصوبہ۔2000ء (The Devolution Plan)

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے مقامی حکومتوں کے نظام کا ازسرنو تعمیر کے لئے ایک حکمت کا اعلان کیا جسے تفویض اختیارات کا منصوبہ۔2000ء کہا جاتا ہے۔ 18 نومبر 1999ء کو ایک قومی تعمیر نو بیورو (این آر بی) قائم کیا گیا۔ قومی تعمیر نو بیورو نے مقامی حکومتوں کے قیام کے لئے ایک تین سطحی ڈھانچہ پر مشتمل تفویض اختیارات کا منصوبہ پیش کیا۔ اس منصوبہ کے مطابق یہ طے کیا گیا کہ ابتدائی سطح پر یونین کونسلیں قائم کی جائیں گی اس کے بعد تحصیل کونسلیں اور ڈسٹرکٹ کونسلیں قائم ہوں گی جن میں ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب کیا جائے گا۔ ان تمام کیلئے علیحدہ علیحدہ انتخابی حلقے اور انتظامی ساخت کا تعین کیا جائے گا۔ ہم دونوں کی سطح پر کونسلیں اور شہری سطح پر کینٹونمنٹ بورڈ کا قیام عمل میں لایا جائے گا تاکہ عوام زیادہ بہتر طریقہ سے ترقیاتی کاموں میں شریک ہو سکیں۔ چاروں صوبوں میں مقامی حکومتوں کا نظام قائم کر دیا گیا جو 110 ضلعی کونسلوں، 334 تحصیل کونسلوں، 62 ٹاؤن کونسلوں اور 6125 یونین کونسلوں پر مشتمل تھا۔ تفویض اختیارات کے منصوبہ 2000ء کے مطابق یہ بھی طے کیا گیا کہ یونین کونسلوں، ڈسٹرکٹ کونسلوں اور تحصیل کونسلوں کی عام نشستوں میں سے 33% نشستیں خواتین کیلئے مخصوص ہوں گی۔ ووٹ ڈالنے کیلئے عمر کی حد 25 سال سے کم کر کے 18 سال کر دی گئی جس سے نوجوانوں کو بھی ملک کی سیاسی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا موقع حاصل ہوا۔

جنرل پرویز مشرف بطور صدر (General Pervais Musharaf as the President)

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے صدارتی حکم نامہ (پی سی او) نمبر 1 میں ایک ترمیم کے ذریعہ صدر محمد رفیق تارڑ کو استعفیٰ دینے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد جنرل پرویز مشرف نے صدر پاکستان کے طور پر حلف اٹھا لیا۔ اس وقت وہ چیف ایگزیکٹو آف پاکستان بھی تھے۔ اس کے ساتھ ہی معطل شدہ قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ کو برطرف کر دیا گیا۔ 20 جون 2001ء کو صدر پاکستان بننے کے بعد جنرل پرویز مشرف کو اپنی مستقبل کی سیاسی منصوبہ بندی کرنے میں آسانی ہو گئی۔

مقامی اداروں کے انتخابات (Local Bodies Elections)

تفویض اختیارات کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور یونین کونسلوں، تحصیل کونسلوں اور ضلعی کونسلوں کے لئے نمائندے منتخب کرنے کے لئے مقامی اداروں کے انتخابات کرائے گئے۔ 14 اگست 2001ء سے ضلعی اور تحصیل سطح پر کشمیری نظام کا خاتمہ کر دیا گیا اور یونین کونسلوں، تحصیل کونسلوں اور ضلعی کونسلوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن افسران (ڈی سی او) مقرر کیے گئے اور 12 ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ افسران (ای ڈی او) کی بھی تقرری کی گئی۔ مقامی خود اختیاری نظام میں ایک ضلع کا ناظم سربراہ کے طور پر مقرر کیا گیا اور ایک نائب ناظم کو اس کی ماتحتی میں کام کرنے کے لئے چنا گیا۔ تعلقہ، یونین کونسل، ناظمین پر مشتمل ضلعی اسمبلیاں قائم کر دی گئیں جنہوں نے ہر ضلع میں 14

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اگست 2001ء سے باقاعدگی سے کام کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح کا ایک باقاعدہ نظام تعلقہ سے یونین کونسل کی سطح تک متعارف کرایا گیا اور اختیار کر لیا گیا۔ تاہم صوبائی سطح، وفاقی دارالحکومت اور کچھ بڑے شہروں اور شہری ضلعی حکومتیں قائم کی گئیں جن کا سربراہ ناظم اعلیٰ کو مقرر کیا گیا۔ مقامی اداروں کے مرحلہ وار انتخابات دسمبر 2000ء سے لے کر جولائی 2001ء تک منعقد کرائے گئے۔

آگرہ مذاکرات (Agra Summit)

12 جولائی 2001ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے بھارت کا دورہ کیا اور بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کی دعوت پر بھارت پہنچے۔ دونوں رہنماؤں نے کشمیر سمیت مختلف متنازعہ امور پر آگرہ میں 16 جولائی 2001ء کو گفتگو کی لیکن ان مذاکرات سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ (Attack on World Trade Centre)

11 ستمبر 2001ء کو امریکی فضائی کمپنی کے تین اغواء شدہ طیارے نیویارک میں واقع ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون سے ٹکرا گئے۔ دہشت گردی کے اس حملہ میں ہزاروں کی تعداد میں معصوم لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس حملہ کی تمام تر ذمہ داری کا الزام اسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ پر عائد کیا گیا۔ امریکہ نے اعلان کیا کہ وہ ان تمام ممالک کے خلاف عملی جدوجہد کا آغاز کرے گا جو دہشت گردوں کی معاونت کر رہے ہیں۔ امریکیوں نے الزام عائد کیا کہ طالبان نے اسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے اور القاعدہ کے نیٹ ورک کی امریکہ اور دیگر ممالک کے خلاف سرگرمیوں کے لئے مدد فراہم کر رہے ہیں۔ یہ صورت حال پاکستان کے لئے بہت تشویشناک ہو گئی اور امریکہ نے جنرل پرویز مشرف سے کہا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کی مدد کریں۔ امریکہ نے چالیس اقوام پر مشتمل ایک اتحاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے قائم کیا۔ اس اتحاد میں پاکستان بھی شامل تھا۔ 7 اکتوبر 2001ء کو امریکی افواج نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور 13 نومبر 2001ء کو کابل پر قبضہ کر لیا۔ کابل پر قبضہ کے بعد جنرل پرویز مشرف نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ افغانستان میں کئی گروہوں پر مشتمل ایک قطعہ حکومت قائم کی جائے۔

قومی ریفرنڈم (National Referendum)

صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنی قومی ریفرنڈم کی مہم کا آغاز کر دیا اور 6 اپریل 2002ء کو مینار پاکستان لاہور میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کیا۔ اس کے بعد انہوں نے پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں عوامی جلسوں میں شرکت کی اور عوام سے خطاب کیا۔ 30 اپریل 2002ء کو قومی ریفرنڈم منعقد کرایا گیا۔ ووٹ ڈالنے کے لئے بڑی تعداد میں پولنگ اسٹیشن قائم کر دیئے گئے۔ بہت سی معروف سیاسی جماعتوں جیسے کہ پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ)، عوامی نیشنل پارٹی اور متحدہ قومی موومنٹ نے اس ریفرنڈم کی مخالفت کی لیکن اس کے باوجود یہ ریفرنڈم منعقد کرایا گیا اور جنرل پرویز مشرف کو آئندہ پانچ سالوں (2007 - 2002) تک صدر کی حیثیت سے ملک پر حکمرانی کرنے کا عوامی مینڈیٹ حاصل ہو گیا۔

عام انتخابات۔ 2002ء (General Elections)

سپریم کورٹ آف پاکستان نے جنرل پرویز مشرف کو ملک میں عام انتخابات منعقد کرانے اور جمہوریت کو ملک میں دوبارہ بحال کرنے کے لئے تین سال کی مدت فراہم کی تھی۔ انہیں سپریم کورٹ آف پاکستان کی طرف سے آئین میں ضروری تبدیلیاں کرنے کا اختیار بھی دیا گیا تھا جن کے تحت عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کو اقتدار اور اختیارات کی منتقلی کی جانی تھی۔ 10 اکتوبر 2002ء کو قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں کے لئے عام انتخابات منعقد کرائے گئے۔ مسلم لیگ (قائداعظم گروپ) نے ان انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ 16 نومبر 2002ء کو چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے آئندہ پانچ سالوں کے لئے ملک کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ 20 نومبر 2002ء کو قومی اسمبلی کے لئے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب ہوا۔

میر ظفر اللہ خان جمالی بطور وزیراعظم (Mir Zafarullah Khan Jamali as Prime Minister)

جنرل پرویز مشرف کی فوجی انتظامیہ نے مسلم لیگ (قائداعظم گروپ) PML-Q تشکیل دی تھی۔ پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کے کئی ممبران اس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ کئی دوسری جماعتوں سے بھی اراکین اس پارٹی میں شامل ہو گئے اور 2002ء کے انتخابات کے بعد یہ حکمران جماعت بن گئی۔ 23 نومبر 2002ء کو میر ظفر اللہ جمالی نے وزیراعظم پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ صدر جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹو کے تمام اختیارات میر ظفر اللہ خان جمالی کو منتقل کر دیئے۔

لیگل فریم ورک آرڈر (The Legal Frame Work Order)

صدر جنرل پرویز مشرف کے اختیارات سے متعلق وفاقی حکومت کی جانب سے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا گیا۔ اس نوٹیفکیشن کے مطابق کور کمانڈروں، مسلح افواج کے سربراہوں، چیف الیکشن کمیشنر اور چیف آف فیڈرل پبلک سروس کمیشن کی تقرری کے تمام اختیارات صدر کو فراہم کر دیئے گئے۔ اس کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ وہ چیف آف آرمی اسٹاف کا عہدہ نہیں چھوڑیں گے۔ 9 مارچ 2003ء کو وکلاء نے لیگل فریم ورک آرڈر کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کر دی۔ 9 مارچ 2003ء کو متحدہ مجلس عمل (ایم ایم

اے) نے بھی لیگل فریم ورک آرڈر اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کے خلاف راولپنڈی میں ملین مارچ شروع کر دیا۔ 16 مارچ 2003ء کو امریکہ کی جانب سے پاکستان پر فوجی انتظامیہ کی بدولت عائد کردہ پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ 19 مارچ 2003ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا۔ بھارتی وزیراعظم نے پاکستان پر فوجی حملے کی دھمکی دی۔ 24 جون 2003ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے امریکہ کا دورہ کیا اور امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے ساتھ مذاکرات کیے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ لیگل فریم ورک آرڈر پاکستان میں حکومت کی تشکیل کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ 29 اکتوبر 2003ء کو مخدوم جاوید ہاشمی کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے اجلاس میں شدید ہنگامہ آرائی ہوئی۔ 12 نومبر 2003ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے اراکین پارلیمنٹ کی تنخواہوں میں 100 فیصد اضافہ کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی کی کوششوں سے حکومت اور متحدہ مجلس عمل کے درمیان لیگل فریم ورک آرڈر پر ایک معاہدہ طے پا گیا۔ اس کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف نے قوم سے خطاب کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ 31 دسمبر 2004ء کو چیف آف آرمی اسٹاف کا عہدہ چھوڑ دیں گے۔

چوہدری شجاعت حسین بطور وزیراعظم (Chaudry Shujaat Hussain as Prime Minister)

28 جنوری 2004ء کو وفاقی کابینہ نے قومی سلامتی کونسل کے قیام کا ایک بل منظور کیا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو ان کے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا اور بعد ازاں 31 جنوری 2004ء کو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ 7 اپریل 2004ء کو قومی سلامتی کونسل کے قیام کا حتمی بل منظور کرا لیا گیا۔ 19 اپریل 2004ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے اس بل پر دستخط کر دیئے۔ قومی سلامتی کونسل کے قیام پر حزب اختلاف نے شدید احتجاج کیا۔ 18 جون 2004ء کو فوجی انتظامیہ کی جانب سے شدید دباؤ پر وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ چوہدری شجاعت حسین کو ایک مخصوص مدت کے لئے وزیراعظم نامزد کیا گیا۔ 30 جون 2004ء کو چوہدری شجاعت حسین نے وزیراعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

شوکت عزیز بطور وزیراعظم (Shaukat Aziz as Prime-Minister)

مسلم لیگ (قائداعظم) کے پلیٹ فارم سے شوکت عزیز کو باقاعدہ طور پر قومی اسمبلی کا رکن منتخب کرایا گیا اور اس کے بعد انہیں وزیراعظم پاکستان نامزد کر دیا گیا۔ 28 اگست 2004ء کو وزیراعظم شوکت عزیز اور ان کی کابینہ کے 31 اراکین نے حلف اٹھایا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ (War Against Terrorism)

صدر جنرل پرویز مشرف نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا باقاعدہ طور پر اعلان کر دیا۔ 2004ء تک پاکستان کے کئی شہروں میں بم دھماکوں کے نتیجہ میں کئی بے گناہ شہری ہلاک ہوئے۔ جون 2006ء کو نواب اکبر خان بگٹی کے خلاف آپریشن کیا گیا اور اس آپریشن کے نتیجہ میں نواب اکبر خان بگٹی کی ہلاکت ہوئی۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں دہشت گردوں کے خلاف بھی آپریشن کا آغاز کر دیا گیا۔ 3 جولائی 2007ء کو لال مسجد میں آپریشن کیا گیا۔

عدلیہ کا بحران (The Judiciary Crisis)

9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری کو معطل کر دیا گیا جس کے باعث پاکستان میں عدلیہ کا بحران پیدا ہوا۔ اس موقع پر وکلاء نے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا۔ سپریم کورٹ نے چیف جسٹس افتخار چوہدری کو 20 جولائی 2007ء کو بحال کر دیا۔

قومی مفاہمتی آرڈیننس (این آر او) (National Re-Conciliation Order)

صدر جنرل پرویز مشرف نے 5 اکتوبر 2007ء کو قومی مفاہمتی آرڈیننس کے نام سے ایک آرڈیننس جاری کیا جو این آر او کے نام سے مشہور ہوا۔ اس آرڈیننس کے مطابق یکم جنوری 1986ء سے لے کر 12 اکتوبر 1999ء کے درمیان بیوروکریٹس اور سیاست دانوں پر قائم کئے گئے مقدمات ختم کر دیئے گئے۔ اس آرڈیننس کے تحت یہ فیصلہ کیا گیا کہ حکومت سیاست دانوں کے خلاف قائم کئے گئے اندرون اور بیرون ملک مقدمات سے دستبردار ہو جائے گی۔ 2007ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلہ دیا کہ اس آرڈیننس کو پارلیمنٹ کے سامنے توثیق کیلئے پیش کیا جائے لیکن حکومت اس آرڈیننس کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش نہ کر سکی اس طرح 29 نومبر 2009ء کو یہ آرڈیننس ازخود ختم ہو گیا۔ 16 دسمبر 2009ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کی فل بینچ نے اسے کالعدم قانون قرار دے دیا۔

ایمرجنسی کا نفاذ (The Enforcement of Emergency)

8 اگست 2007ء کو ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی دوران صدر جنرل پرویز مشرف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان دبئی میں مذاکرات ہوئے اور آخرکار صدر پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان حتمی معاملات طے پا گئے۔ ایک قومی مفاہمت نو کا حکم نامہ (National Re-conciliation Order) جاری کیا گیا جس کے تحت بے نظیر بھٹو، آصف علی زرداری اور پاکستان پیپلز پارٹی کے دیگر اہم رہنماؤں پر لگائے گئے بدعنوانی کے مقدمات ختم کر دیئے گئے اور محترمہ بینظیر بھٹو، آصف علی زرداری پاکستان پیپلز پارٹی کے دیگر اہم رہنماؤں پر لگائے گئے بدعنوانی کے مقدمات ختم کر دیئے گئے اور محترمہ بے نظیر بھٹو کو وطن واپسی کی اجازت دے دی گئی اور 4 اکتوبر 2007ء کو حکومت اور بے نظیر بھٹو کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔ 18 اکتوبر 2007ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو وطن واپس آئیں اور کراچی کے ایئرپورٹ پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے جلوس میں کارساز کے مقام پر ایک دھماکہ ہوا جس میں 150 سے زائد بے گناہ شہری ہلاک ہوئے۔ 6 اکتوبر 2007ء کو صدارتی انتخاب ہوا اور صدر جنرل پرویز مشرف ایک مرتبہ پھر بھاری اکثریت سے

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

کامیاب ہو گئے۔ 3 نومبر 2007ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے ایک عبوری آئینی حکم نامہ (Provisional Constitutional Order) نمبر 1 جاری کر کے پورے ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو برطرف کر دیا گیا اور ان کی جگہ جسٹس عبدالحمید ڈوگر کو چیف جسٹس آف پاکستان نامزد کر دیا گیا۔ تمام عدالتوں کے اراکین کو کہا گیا کہ وہ اس نئے عبوری آئینی حکم نامہ کے تحت حلف اٹھائیں۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے متعدد ججوں اور وکلاء نے نئے عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ وکلاء کے شدید احتجاج کی وجہ سے حکومتی ایجنسیوں نے ان کے خلاف فوری طور پر اقدامات کرنے شروع کیے۔ بڑی تعداد میں وکلاء کو گرفتار کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی معروف سیاسی رہنماؤں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وہ تمام جج جنہوں نے اس نئے عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا انہیں گھر بھیج دیا گیا۔ اس کے ساتھ کئی پرائیویٹ ٹی وی چینلز کی نشریات بند کر دی گئیں۔

محمد میاں سومرو بطور نگراں وزیراعظم (Muhammad Mian Soomro as Care-taker Prime Minister)

2 اکتوبر 2007ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے جنرل اشفاق پرویز کیانی کو چیف آف آرمی اسٹاف نامزد کر دیا تھا۔ 15 نومبر 2007ء کو قومی اسمبلی اپنی مدت پوری ہونے اور تحلیل ہو گئی۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کی اسمبلی پہلے ہی 10 اکتوبر 2007ء کو تحلیل کی جا چکی تھی۔ اس کے بعد ایک نگراں حکومت قائم کی گئی اور 16 اکتوبر 2007ء کو محمد میاں سومرو نے 16 اکتوبر 2007ء کو اپنی کابینہ کے 24 اراکین کے ساتھ وزیراعظم کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ میاں محمد سومرو 16 نومبر 2007ء کو پاکستان کے نگراں وزیراعظم بن گئے۔ صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کی اسمبلیاں 18 نومبر 2007ء کو تحلیل کی گئیں اور وہاں پر بھی نگراں حکومتیں قائم کر دی گئیں۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ ملک میں عام انتخابات 8 جنوری 2008ء کو منعقد کرائے جائیں گے۔ پاکستان کے سابقہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف جو جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے وہ بھی 25 نومبر 2007ء کو وطن واپس پہنچ گئے۔ سعودی عرب کے شہنشاہ شاہ عبداللہ نے ان کی واپسی میں اہم کردار ادا کیا اور صدر جنرل پرویز مشرف کو نواز شریف کی واپسی اور انتخابات میں حصہ لینے کے لئے رضامند کیا۔

پرویز مشرف بطور ایک سویلین صدر (Pervaiz Musharaf as Civilian President)

عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) جاری کرنے اور ملک میں ایمرجنسی نافذ کرنے سے متعلق سپریم کورٹ آف پاکستان صدر جنرل پرویز مشرف کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ 24 نومبر 2007ء کو شوکت عزیز نے اعلان کیا کہ وہ آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے۔ نواز شریف نے 25 نومبر 2007ء کو وطن واپسی کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف کے خلاف اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ 28 نومبر 2007ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے چیف آف آرمی اسٹاف کا عہدہ چھوڑ دیا اور جنرل پرویز اشفاق کیانی پاکستان کے نئے آرمی چیف بن گئے۔ چیف آف آرمی اسٹاف کا عہدہ چھوڑنے کے بعد صدر جنرل پرویز مشرف نے 29 نومبر 2007ء کو سویلین صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ 14 دسمبر 2007ء کو صدر پرویز مشرف نے عبوری آئینی حکم نامہ (پی سی او) میں ایک ترمیم کا اضافہ کیا۔

عام انتخابات۔2008ء (General Elections)

27 دسمبر 2007ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ بینظیر بھٹو کو راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا۔ عام انتخابات جو 8 جنوری 2008ء کو منعقد ہونا تھے اس سانحہ کے بعد الیکشن کمیشن آف پاکستان کی جانب سے اُن کی تاریخ میں توسیع کر دی گئی اور نئی تاریخ 18 فروری 2008ء مقرر کی گئی۔ اس مقرر کردہ تاریخ پر ملک میں قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے عام انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) کو 88 نشستیں، پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) (PML-N) کو 67 نشستیں، پاکستان مسلم لیگ (قائداعظم) (PML-Q) کو 42 نشستیں، متحدہ قومی موومنٹ (MQM) کو 19 نشستیں، عوامی نیشنل پارٹی (ANP) کو 10 نشستیں اور متحدہ مجلس عمل (MMA) کو قومی اسمبلی کی 4 نشستیں حاصل ہوئیں۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں کسی بھی سیاسی جماعت اس بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل نہ کی کہ وہ مرکز میں خود اپنے طور پر حکومت تشکیل دے سکے۔

سید یوسف رضا گیلانی بطور وزیراعظم (Syed Yousuf Raza Gillani as Prime Minister)

مارچ 2008ء میں پاکستان پیپلز پارٹی نے مرکز میں متحدہ قومی موومنٹ، عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت العلماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے ساتھ اتحاد قائم کر کے مخلوط حکومت بنائی۔ 19 مارچ 2008ء کو اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب ہوا۔ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا قومی اسمبلی کی اسپیکر منتخب ہوئیں جن کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے اور فیصل کریم کنڈی ڈپٹی اسپیکر منتخب ہوئے۔ 22 مارچ 2008ء کو پاکستان پیپلز پارٹی نے سید یوسف رضا گیلانی کو بطور وزیراعظم نامزد کیا۔ ان کے مقابل پاکستان مسلم لیگ (قائداعظم) کے چوہدری پرویز الٰہی نے وزیراعظم کے لئے انتخاب لڑا۔ سید یوسف رضا گیلانی کو 264 ووٹ حاصل ہوئے جبکہ چوہدری پرویز الٰہی کو صرف 42 ووٹ ملے۔ 25 مارچ 2008ء کو سید یوسف رضا گیلانی نے وزیراعظم پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔ صوبہ پنجاب، صوبہ خیبر پختونخواہ، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں بھی پاکستان پیپلز پارٹی نے مخلوط حکومتیں قائم کیں۔

اعلان مری (Muree Declaration)

9 مارچ 2008ء پاکستان پیپلز پارٹی کے قائد آصف علی زرداری اور مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے اعلان مری کے معاہدہ پر دستخط کر دیے۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان مرکز اور پنجاب میں حکومت سازی اور معزول ججوں کی بحالی سمیت تمام امور پر مکمل اتفاق رائے ہو گیا۔ اعلان مری کے معاہدے کے تحت یہ طے پایا کہ نئی وفاقی

حکومت اپنی تشکیل کے بعد 30 دنوں کے اندر اندر تمام معزول ججوں کو پارلیمنٹ میں ایک قرارداد پاس کر کے بحال کر دے گی۔ پاکستان پیپلز پارٹی خود بھی چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو بحال نہیں کرنا چاہتی تھی۔ 2 اپریل 2008ء کو آصف علی زرداری نائن زیرو آئے اور انہوں نے حکومت کے رہنماؤں سے مذاکرات کیے۔ 21 اپریل 2008ء کو آصف علی زرداری اور میاں محمد نواز شریف کے درمیان ملاقات ہوئی تاکہ ججوں کی بحالی کی حکمت عملی کو حتمی طور پر طے کیا جا سکے۔ اس کے بعد نواز شریف نے آصف علی زرداری سے دبئی میں بھی ملاقات کی۔ 2 مئی 2008ء کو میاں محمد نواز شریف نے اعلان کیا کہ دونوں جماعتوں میں ججوں کی بحالی سے متعلق تمام معاملات طے پا گئے ہیں اور 12 مئی 2008ء کو ججوں سے متعلق قرارداد پارلیمنٹ میں پیش کی جائے گی۔ 10 مئی 2008ء کو نواز شریف اور آصف علی زرداری کے درمیان لندن میں ملاقات ہوئی اور اس موقع پر دونوں رہنماؤں میں ججوں کی بحالی سے متعلق اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف رائے کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) نے وفاقی کابینہ سے علیحدگی کا فیصلہ کیا اور 13 مئی 2008ء کو مسلم لیگ (ن) کے وزراء نے اپنے اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیے۔

وکلاء کا لانگ مارچ (The Long March of Lawyers)

9 جون 2008ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے لئے پاکستان بھر کے وکلاء نے لانگ مارچ کا آغاز کیا۔ کراچی اور کوئٹہ سے وکلاء کے قافلے اسلام آباد روانہ شروع ہو گئے۔ 13 جون 2008ء کو یہ تمام قافلے اسلام آباد میں پارلیمنٹ کے سامنے جمع ہوئے۔ لاکھوں افراد کے اس اجتماع سے سپریم کورٹ بار کونسل کے صدر چوہدری اعتزاز احسن اور مسلم لیگ (ن) کے صدر میاں محمد نواز شریف نے خطاب کیا۔ سپریم کورٹ کے وکلاء کا پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے یہ احتجاج دھرنے میں تبدیل نہ ہو سکا اور 14 جون 2008ء کو چوہدری اعتزاز احسن کے اعلان کے بعد وکلاء کا یہ اجتماع پُرامن طور پر منتشر ہو گیا۔

صدر پرویز مشرف کا استعفیٰ (Resignation of the President Pervaiz Musharraf)

ملک میں صدر پرویز مشرف کی طرف سے اٹھائے گئے غیر قانونی اور غیر آئینی اقدامات کا جائزہ لیتے ہوئے حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی اتحادی جماعتوں نے 7 اگست 2008ء کو صدر پرویز مشرف کے خلاف مواخذے (Impeachment) کی تحریک کو جلد ہی قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں پیش کرنے کا اعلان کر دیا۔ ان حالات میں صدر پرویز مشرف کو یہ مشورہ دیا گیا کہ مواخذہ کی تحریک قومی اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل ہی وہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جائیں۔ چاروں صوبائی اسمبلیوں میں صدر پرویز مشرف کے مواخذے کی قراردادیں منظور کر لی گئی تھیں اور مواخذہ کی تحریک قومی اسمبلی میں پیش ہونا باقی تھی کہ 18 اگست 2008ء کو صدر پرویز مشرف نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے باقاعدہ طور پر اپنے استعفیٰ کا اعلان کر دیا۔ صدر پرویز مشرف کے مستعفی ہونے کے بعد سینیٹ کے چیئرمین میاں محمد سومرو نے صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔

آصف علی زرداری بطور صدرِ پاکستان (Asif Ali Zardari as the President of Pakistan)

6 ستمبر 2008ء کو ملک میں صدارتی انتخاب ہوا۔ اس صدارتی انتخاب میں پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے آصف علی زرداری، پاکستان مسلم لیگ (ن) کی جانب سے جسٹس ریٹائرڈ سعید الزماں صدیقی اور پاکستان مسلم لیگ (ق) کی جانب سے مشاہد حسین صدارتی امیدوار تھے۔ اس انتخاب میں آصف علی زرداری نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ انہیں 481 ووٹ حاصل ہوئے، جسٹس ریٹائرڈ سعید الزماں صدیقی کو 153 ووٹ اور مشاہد حسین کو 44 ووٹ حاصل ہوئے۔ 9 ستمبر 2008ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے صدرِ پاکستان کے طور پر حلف اٹھایا۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس جسٹس عبدالحمید ڈوگر نے ان سے حلف لیا۔

جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی (Restoration of Chief Justice Iftikhar Muhammad Chaudry)

11 مارچ 2009ء کو سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کُرد کی زیرِ قیادت معزول ججوں کی بحالی کے لئے ایک مرتبہ پھر وکلاء کا لانگ مارچ شروع ہوا۔ حکومت نے اس لانگ مارچ کو روکنے کے لئے بھرپور اقدامات کیے لیکن یہ لانگ مارچ کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ 16 مارچ 2009ء کو وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت تمام معزول ججوں کو بحال کرنے کا اعلان کر دیا۔ 17 مارچ کو صدر آصف علی زرداری نے جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے گیارہ معزول ججوں کو ان کے عہدوں پر بحالی کرنے کے نوٹیفکیشن پر دستخط کر دیے۔

شمالی علاقہ جات کی خودمختاری (Autonomy of Northern Areas)

29 اگست 2009ء کو وفاقی کابینہ کے ایک اجلاس میں پاکستان میں شمالی علاقہ جات کو مکمل سیاسی خودمختاری دینے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ ان علاقوں کا نیا نام گلگت بلتستان ہو گا۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ اس صوبے کی قانون ساز اسمبلی مجموعی طور پر 33 ارکان پر مشتمل ہو گی جن میں 24 ارکان کا انتخاب نومبر 2009ء میں براہ راست انتخاب کے ذریعہ ہو گا۔ 6 نشستیں خواتین کے لئے اور 3 نشستیں ٹیکنوکریٹس کے لئے مخصوص ہوں گی۔ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ گلگت بلتستان کے لئے الگ چیف کمشنر اور آڈیٹر جنرل کی تقرری کی جائے گی اور سرکاری ملازمتوں کی بھرتی کے لئے ایک علیحدہ پبلک سروس کمیشن قائم ہو گا۔ قرۃ مان کارگل کو گلگت بلتستان کا قائم مقام گورنر مقرر کیا گیا۔ 12 نومبر 2009ء کو گلگت بلتستان اسمبلی کے پہلے انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں دس سیاسی جماعتوں کے 94 امیدواروں نے حصہ لیا جن میں سے 23 کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی، 18 کا تعلق متحدہ قومی موومنٹ، 15 کا

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

تعلق پاکستان مسلم لیگ (ن)، 4 کا تعلق عوامی نیشنل پارٹی، 3 کا تعلق جمعیت العلمائے اسلام فضل الرحمٰن گروپ، ایک امیدوار پاکستان تحریک انصاف، ایک امیدوار جماعت اسلامی اور 16 امیدواروں کا تعلق گلگت بلتستان جمہوری الائنس سے تھا۔ انتخابات کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی نے کُل 23 نشستوں میں 13 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ آزاد امیدوار 8، پاکستان مسلم لیگ (ن) 1، متحدہ قومی موومنٹ 1، جمعیت العلمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) 1 اور ق لیگ کا ایک امیدوار کامیاب ہوئے۔ گلگت بلتستان میں پاکستان پیپلز پارٹی نے اتحادیوں کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت قائم کر لی۔ 11 دسمبر 2009ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے سید مہدی علی شاہ گلگت بلتستان کے پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ 23 مارچ 2010ء میں معروف سماجی رہنما اور پاکستان پیپلز پارٹی کی کارکن ڈاکٹر شمع خالد نے گلگت بلتستان کی پہلی گورنر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

این ایف سی ایوارڈ (NFC Award)

یکم جولائی 2009ء کو صدر پاکستان آصف علی زرداری نے ساتویں قومی مالیاتی کمیشن (NFC) ایوارڈ کی تقسیم کے معاہدے پر دستخط کیے۔ ایوارڈ کی تقسیم کے معاہدے کے سلسلہ میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی اور صدر پاکستان آصف علی زرداری کے علاوہ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور تین صوبوں کے گورنروں نے بھی شرکت کی۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے گورنر نے اس تقریب میں شرکت نہیں کی۔ اس موقع پر صدر آصف علی زرداری نے اعلان کیا کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کو 110 بلین روپے اس کے ہائیڈل پراجیکٹ کے منافع کے طور پر دیے جائیں گے۔ رواں مالیاتی سال کے لئے 10 بلین روپے جبکہ آئندہ چار سالوں کے لئے 25 بلین روپے ہر سال ادا کیے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ بلوچستان کو گیس کی تقسیم کا سرچارج بھی ادا کیا جائے گا۔ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ این ایف سی ایوارڈ کے انعقاد سے صوبوں اور مرکز کے درمیان اعتماد کی فضاء میں کمی آئے اور اس سے تمام صوبوں کے مابین اعتماد کی فضاء کو بھی قائم کرنے میں مدد ملے گی۔

اٹھارہویں آئینی ترمیم (18th Constitutional Amendment)

حکومت نے 1973ء کے آئین کی اٹھارویں ترمیم کا از سرِ نو جائزہ لینے کے لئے اور اس سے متعلق آئینی مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک پارلیمانی کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی نے نو ماہ کے عرصہ میں آئین کی اٹھارویں ترمیم کا از سرِ نو مرتب کرنے کا ایک آئینی بل تیار کیا۔ اٹھارویں ترمیم سے متعلق یہ آئینی مسودہ 7 اپریل 2010ء کو قومی اسمبلی میں بحث کے لئے پیش کیا گیا۔ 12 اپریل 2010ء کو یہ آئینی مسودہ سینیٹ میں پیش کیا گیا۔ اس ترمیم کے تحت صوبہ سرحد کا نام تبدیل کر کے صوبہ خیبر پختونخواہ رکھا گیا۔

انیسویں آئینی ترمیم (19th Constitutional Amendment)

حکومت کی طرف سے قائم کردہ آئینی اصلاحات کی کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر میاں رضا ربانی نے انیسویں ترمیم کے لئے نیا ترمیمی بل 21 دسمبر 2010ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ اس نئے ترمیمی بل کے ذریعے ایل ایف او، جس کی تقرری کے مسئلہ کو حل کیا گیا اور جوڈیشل کونسل کے اختیارات کو بحال کیا گیا۔ 23 دسمبر 2010ء کو قومی اسمبلی نے انیسویں ترمیم کا نیا ترمیمی بل اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔

سوال نمبر ۲۱:۔ مندرجہ ذیل پر تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

(i) پاک۔ بھارت جنگ 1965ء (ii) مارشل لاء۔ 1958ء

(iii) پاک۔ بھارت جنگ۔ 1971ء (iv) مارشل لاء۔ 1977ء

(v) لیگل فریم ورک آرڈر۔ 2002ء (vi) این ایف سی ایوارڈ۔ 10-2009ء

(vii) گلگت اور بلتستان میں حالیہ سیاسی اصلاحات

سوال نمبر ۲۱:۔ مندرجہ ذیل پر تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: (i) پاک۔ بھارت جنگ 1965ء (Indo-Pakistan War)

جون 1965ء میں سندھ میں رن کچھ کے علاقے میں پاکستان اور بھارت کی فوجوں کے درمیان ایک بڑی سرحدی جھڑپ ہوئی جس میں پاکستان کے بھارتی افواج سے وہ رقبہ خالی کرا لیے جن پر بھارت نے قبضہ کر کے اپنا دعویٰ ملکیت کیا تھا۔ اسی اثناء میں بھارتی متنوعہ کشمیر میں چھاپہ مار کارروائیوں کے بعد بھارت نے پاکستان پر کشمیر میں چھاپہ مار داخل کرنے کا الزام عائد کیا اور گجرات کے نزدیک پاکستان اور کشمیر کی سرحد پر توپ خانہ سے گولہ باری کی۔ اس کے جواب میں 31 اگست 1965ء کو آزاد کشمیر اور پاکستان کی افواج نے جموں کے نزدیک جنگ بندی لائن عبور کر کے باقاعدہ فوجی کارروائی کا آغاز کر دیا اور 5 ستمبر 1965ء تک بہت اہم فوجی کامیابیاں حاصل کیں۔ کشمیر پر سے اس دباؤ کو کم کرنے کے لئے بھارت 5 اور 6 ستمبر 1965ء کی درمیانی شب کو لاہور، سیالکوٹ اور قصور کے علاقوں میں بین الاقوامی سرحد پر باقاعدہ حملہ کر دیا۔ صدر ایوب خان نے 6 ستمبر 5

خطاب کیا اور بھارت کے خلاف باقاعدہ جنگ کا اعلان کر دیا۔

مغربی پاکستان میں سندھ، پنجاب اور کشمیر کی سرحدوں پر شروع ہونے والی بری، فضائی اور سمندری جنگ سترہ روز تک جاری رہی جس کے دوران پاکستان کے عوام اور افواج پاکستان نے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے حملوں کو کامیابی سے روکا۔ پہلے دن کی کامیابی کے علاوہ جس میں بھارتی افواج لاہور اور سیالکوٹ کے علاقوں میں کچھ پاکستانی علاقوں پر قابض ہو گئی تھیں، بھارت کو کوئی قابل ذکر کامیابی نہ حاصل کرنے دی۔ راجستھان کے بھارتی علاقے اور قصور میں بھارتی قصبہ کھیم کرن اور کشمیر میں 5 ستمبر تک حاصل کیا ہوا علاقہ پاکستان کے قبضہ میں تھے۔ پاکستان کی فضائیہ نے فیصلہ کن انداز میں سترہ روزہ جنگ میں بھارتی فضائیہ پر اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ جنگ شروع ہوتے ہی امریکہ نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد پر پابندی عائد کر دی حالانکہ اس وقت پاکستان امریکہ کے ساتھ علاقے کے دو دفاعی معاہدوں سیٹو (SEATO) اور سینٹو (CENTO) میں اس کا اتحادی تھا۔

(ii) مارشل لاء۔ 1958ء (Martial Law)

1958ء کا آئین صرف ڈھائی سال تک نافذ رہا۔ 7 اکتوبر 1958ء کو میجر جنرل اسکندر مرزا نے مسلح افواج کے تعاون سے جنرل محمد ایوب خان کی قیادت میں آئین کو منسوخ کر دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ 14 اگست 1947ء سے لے کر 7 اکتوبر 1958ء تک عرصہ کے دوران ملک میں سیاسی جوڑ توڑ، انتشار اور غیر جمہوری ہتھکنڈے اپنے انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ غیر یقینی کی کیفیت اور عدم تحفظ کے احساس نے عوام میں مایوسی پیدا کر دی تھی۔ مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں لڑائی اور تشدد سے بھرپور ایک اجلاس میں ڈپٹی اسپیکر کو ایوان کے اندر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ 1951ء میں لیاقت علی خان کے قتل کے بعد صرف سات سال کے عرصے میں ملک میں چھ حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ اس سیاسی انتشار کی وجہ سے ملک میں طویل مدت کی منصوبہ بندی ممکن نہیں رہی تھی اور اقتصادی حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ آزادی کے بعد گیارہ سال کی مدت گزرنے کے باوجود عام انتخابات کے انعقاد کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا۔ ان حالات میں عوام سیاست دانوں اور سیاسی جماعتوں سے مایوس ہو چکے تھے اور ملک میں غیر یقینی کی فضاء پائی جاتی تھی۔ ان حالات سے فائدہ اٹھا کر بری فوج کے کمانڈر ان چیف جنرل محمد ایوب خان نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ جنرل محمد ایوب خان کا سیاست میں عمل دخل گورنر جنرل ملک غلام محمد کے زمانے سے شروع ہو چکا تھا۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے جنرل محمد ایوب خان کے ذریعے خواجہ ناظم الدین سے وزارت عظمیٰ کا استعفیٰ طلب کرنے کے علاوہ محمد ایوب خان کو وزیر دفاع بھی مقرر کیا تھا۔ اس طرح میجر جنرل اسکندر مرزا کی صدارت کے دوران ایوب خان نے ملک کا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن کر تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے اور ملک میں فوجی آمریت کی روایت شروع کی۔ میجر جنرل اسکندر مرزا جو سیکریٹری دفاع کے عہدے سے قائم مقام گورنر جنرل بنے تھے اور 1956ء میں پاکستان کے جمہوریہ بنائے جانے پر ملک کے پہلے صدر مقرر کیے گئے تھے۔ اسکندر مرزا کا غلام محمد، محمد علی بوگرہ اور چوہدری محمد علی کے بعد صدارت تک پہنچنا سیاست میں بیوروکریسی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا ایک اور ثبوت تھا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے صرف بیس دن کے بعد جنرل محمد ایوب خان نے اسکندر مرزا کو صدارت سے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا اور انہیں ملک سے باہر بھیج دیا گیا۔ 27 اکتوبر 1958ء کو جنرل محمد ایوب خان نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے مکمل اختیارات سنبھال لیے۔ مارشل لاء کے تحت سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی اور سیاسی سرگرمیوں کے علاوہ طلباء کی جمہوری سرگرمیوں اور مزدور انجمنوں کی سرگرمیوں پر بھی مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ آزادی تحریر و تقریر ختم کر دی گئی۔ اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دیا گیا۔ پریس اینڈ پبلیکیشنز جس کے تحت پاکستان ٹائمز، امروز اور وقت روزنامے شائع ہوتے تھے قبضے میں لے کر اداریے پر ایک میجر جنرل کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا۔ نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا اور غیر ملکی نیوز ایجنسیوں پر اپنے طور پر پاکستان میں خبریں بھیجنے پر پابندی لگا دی گئی۔ ان اقدامات کے علاوہ جنرل محمد ایوب خان نے فوجی عدالتیں تشکیل دے کر انہیں مقدمات کے سمری ٹرائل کا اختیار فراہم کر دیا۔ ان عدالتوں نے مختلف نوعیت کے مقدمات میں بے شمار افراد کو مختلف سزائیں دیں جن میں بہت سے سیاست دان اور سیاسی کارکن بھی شامل تھے۔ مارشل لاء کی انتظامیہ نے متعدد سیاست دانوں کے سیاست میں حصہ لینے پر بھی پابندی عائد کر دی۔

(iii) پاک۔ بھارت جنگ۔ 1971ء (The Indo-Pak War)

ایک کشمیری چھاپہ مار گروپ بھارتی مسافر طیارہ اغواء کر کے لاہور کے ہوائی اڈے پر لے آیا۔ مسافروں اور جہاز کے عملہ کو رہا کرنے کے بعد بھارتی مسافر طیارہ جس کا نام "گنگا" تھا اسے آگ لگا دی گئی۔ بھارت نے اس واقعے کے حوالے سے پاکستانی طیاروں کی بھارت پر سے پرواز منسوخ کر کے مشرقی پاکستان جانے کا راستہ بند کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں پاکستانی طیاروں کو مشرقی پاکستان پہنچنے کے لئے سری لنکا کے ذریعے تین گنا زیادہ راستہ عبور کرنا پڑا۔

آخر کار مارشل لاء کی انتظامیہ نے مشرقی پاکستان میں فوج کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس فوجی کارروائی میں جماعت اسلامی کے رضا کاروں نے بھی حصہ لیا اور اس موقع کو اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف استعمال کیا اور ان کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے نتیجہ میں عوامی لیگ کے کارکن بڑی تعداد میں بھارت پناہ حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ بھارت نے ان کارکنوں کی مدد کی۔ انہیں اسلحہ فراہم کیا اور پوری طرح مسلح کر کے دوبارہ مشرقی پاکستان بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا تاکہ "مکتی باہنی" کے یہ مسلح کارکن مشرقی پاکستان میں اپنی جدوجہد اور مسلح کارروائیوں کو جاری رکھ سکیں۔ 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔ اندرون ملک عوام کی حمایت حاصل نہ ہونے اور سرد و گرم کے انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے 16 دسمبر 1971ء کو پاکستان کی فوج نے بھارتی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جبکہ مغربی پاکستان کے محاذ پر بغیر کسی بڑے حملے کے جنگ بندی کر دی گئی۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے طور پر ایک آزاد ملک بن گیا اور دنیا کے ملکوں نے اسے تیزی سے تسلیم کرنا شروع کر دیا جن

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

میں بڑی طاقتیں بھی شامل تھیں۔

مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے ہتھیار ڈالنے کے بعد مارشل ایڈمنسٹریٹر جنرل آغا محمد یحییٰ خان اپنے بنائے ہوئے آئین کا ایک مسودہ نافذ کر کے حکومت جاری رکھنے کی کوشش کی لیکن ان کے چند ساتھی جرنیلوں نے انہیں استعفیٰ دینے کے لئے مجبور کر دیا اور باقی ماندہ پاکستان کا اقتدار 20 دسمبر 1971ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کو سونپ دیا گیا۔ ملک میں کوئی آئین موجود نہ ہونے کی وجہ سے ذوالفقار علی بھٹو کو صدر بننے کے باوجود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے طور پر اقتدار سنبھالنا پڑا۔

(iv) مارشل لاء۔1977ء (Martial Law)

جنرل محمد ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا اعلان کیا تھا۔ اس عرصے کے دوران آزادی تحریر و تقریر ختم کر کے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو اور دیگر سیاسی رہنماؤں کو مخالفت کی غرض سے گرفتار کر لیا گیا۔ بعد ازاں پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کو حکومت میں شامل کیا گیا اور ذوالفقار علی بھٹو کو نواب محمد احمد خان کے قتل کی سازش میں ملوث کر کے گرفتار کر لیا گیا۔

قتل کی سازش کا مقدمہ لاہور ہائی کورٹ کے جج مولوی مشتاق حسین نے سنا اور وعدہ معاف گواہوں کی گواہی پر ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی گئی جس کی سماعت سات ججوں کے بنچ نے شروع کی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس شیخ انوار الحق کی سربراہی میں فیصلہ پانچ ججوں نے کیا جن میں سے دو نے بھٹو کو بے گناہ قرار دے کر بری کیا جبکہ چیف جسٹس سمیت تین ججوں نے ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے دنیا کے بہت سے ممالک کے سربراہان مملکت اور حکومتوں نے اپیل کی کہ موت کی سزا پر عمل درآمد نہ کیا جائے اور اس طرح 4 اپریل 1979ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے مارشل لاء کے نفاذ کے وقت نوے دن کے اندر انتخابات کرانے کا جو وعدہ کیا تھا وہ انہوں نے پورا نہیں کیا اور 1985ء تک 31 مرتبہ انتخابات کا اعلان کر کے اسے مختلف وجوہات کی بناء پر ملتوی کرتے رہے۔ اقتدار پر ان کی گرفت مضبوط ہوتی دیکھ کر پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) میں شامل جماعتوں نے رفتہ رفتہ ان سے دور ہونا شروع کر دیا اور جب پاکستان پیپلز پارٹی نے بحالی جمہوریت کے لئے تحریک (ایم آر ڈی) شروع کی تو جمعیت العلمائے اسلام، تحریک استقلال اور تحریک فقہ جعفریہ نے اس میں شمولیت اختیار کر لی۔ دوسری جماعتیں جو اس اتحاد میں شامل ہوئیں ان میں مسلم لیگ کا ایک مختصر سا دھڑا (ملک قاسم گروپ)، مزدور کسان پارٹی، جماز آزادی اور بائیں بازو کے دیگر عناصر شامل تھے۔ بحالی جمہوریت کی تحریک (ایم آر ڈی) کے دوران مارشل لاء انتظامیہ نے پاکستان پیپلز پارٹی کے سینکڑوں کارکنوں کو کوڑوں کی سزا دی جبکہ ہزاروں کارکنان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔ بحالی جمہوریت کی یہ تحریک خاص طور پر صوبہ سندھ میں زیادہ سرگرم رہی۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی ایوب خان کی طرح جمہوریت کو پاکستان کے لئے ناپسندیدہ قرار دیا اور ملک میں غیر جماعتی معاشرہ قائم کرنے کا نعرہ لگایا۔ اس کے ساتھی ہی انہوں نے معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے کچھ اقدامات کیے۔

(v) لیگل فریم ورک آرڈر۔2002ء (Legal Frame Work Order)

21 اگست 2002ء کو صدر جنرل پرویز مشرف نے 1973ء کے آئین میں ترامیم کرنے کا ایک حکم نامہ جاری کیا جس کے تحت انہیں ملک پر حکمرانی کرنے کے لئے آئینی طور پر حمایت حاصل ہو گئی۔ اس حکم نامہ کو لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کا نام دیا جاتا ہے۔ 10 اکتوبر 2002ء کے انتخابات کے بعد پاکستان مسلم لیگ (قائداعظم گروپ) کی حکومت قائم کی گئی۔ پاکستان مسلم لیگ (ق) ایک سیاسی جماعت تھی جسے جنرل پرویز مشرف کی فوجی انتظامیہ نے قائم کیا تھا۔ آئین میں ترامیم سے متعلق حکومت اور متحدہ مجلس عمل (ایم ایم اے) کے درمیان ایک معاہدہ طے ہوئے۔ حکومت کے مطابق آئین کی سترہویں ترمیم کا ایکٹ پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت سے منظور کر لیا گیا۔ لیگل فریم ورک آرڈر کے ساتھ آئین کی 29 شقوں میں ترامیم کی گئی تھیں۔ ان ترامیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کو آئندہ پانچ سال تک صدر کے عہدہ پر برقرار رہنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ آئین کی شق 58 (2-B) بھی بحال کر دی گئی جس کے تحت صدر کو اسمبلی توڑنے اور کابینہ میں ردوبدل کرنے کا اختیار بھی مل گیا تھا۔ تیرہویں ترمیم کے ذریعہ چیک اینڈ بیلنس کے نظام کو ختم کر دیا گیا اور وڈیرے کے لئے عمر کی حد 18 سال مقرر کر دی گئی۔ سترہویں ترمیم زیادہ اہم تھی۔ سترہویں ترمیم کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

i) صدر کو کسی بھی منافع بخش عہدہ پر حکومت میں قبول کرنے کا اہل نہیں ہے۔

ii) قومی اسمبلی کی تحلیل کی صورت میں صدر اس صورت حال کو 15 دن کے اندر سپریم کورٹ میں پیش کرے گا اور سپریم کورٹ اس ضمن میں 30 دن کے اندر اپنا فیصلہ سنائے گی

iii) صوبوں کے گورنروں پر بھی اسی صورت حال کا اطلاق ہوگا۔

iv) اقتدار اعلیٰ اور ملکی سالمیت کے لئے قومی سلامتی کونسل سے مشاورتی خدمات حاصل کی جائیں گی۔

v) پہلے جدول میں شامل 27 سے 30 تک کی شقوں کو چھ سال کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔

vi) صدر وزیر اعظم کے مشورے سے چیف آف آرمی اسٹاف کی تقرری کرے گا۔

vii) صدر کی طرف سے جاری کردہ تمام احکامات، آرڈیننس، چیف ایگزیکٹو آرڈیننس فوجی انتظامیہ کی طرف سے قانونی طور پر نافذ کیے گئے ہیں اور یہ اس وقت تک نافذ العمل رہیں گے جب تک کہ متعلقہ حکام کی طرف سے ان کی منسوخی کا حکم نامہ جاری نہ کیا جائے۔

لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) نے صدر جنرل پرویز مشرف کی طرف سے اٹھائے گئے تمام اقدامات کو جائز اور درست قرار دیا اور انہیں قانونی طور پر تحفظ بھی فراہم کیا۔ لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے صدر اور چیف آف آرمی اسٹاف برقرار رہنے کے لئے 31 دسمبر 2004ء تک اعتماد کا ووٹ حاصل ہو گیا۔ آئین کی دفعہ 58 (2-B) کے تحت صدر کے اسمبلی توڑنے کے اختیار کو بھی بحال کر دیا گیا لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی رکھی گئی کہ صدر اس معاملہ کو 15 دن کے اندر سپریم کورٹ آف پاکستان میں پیش کرے گا اور سپریم کورٹ 30 دن کے اندر اس ضمن میں اپنا فیصلہ سنائے گی۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر 63 سال کر دی گئی ماسوائے اس کے وہ قبل از وقت خود سے مستعفی ہو جائیں یا پھر انہیں برطرف کر دیا جائے۔ قومی اسمبلی کی نشستوں کی تعداد بڑھا کر 332 اور سینیٹ کی 100 کر دی گئی۔ قومی اسمبلی میں خواتین کی نشستوں کی تعداد 60 اور اقلیتوں کی نشستوں کی تعداد 10 کر دی گئی۔ اس لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کے اعلان پر آئینی ماہرین نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور کہا کہ جنرل پرویز مشرف کو سپریم کورٹ اس قدر بنیادی نوعیت کی ترامیم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے اور نہ ہی انہیں خود سے ایسا کرنے کا آئینی اور قانونی حق حاصل ہے۔

(vi) این ایف سی ایوارڈ۔2009-10ء (NFC-Award)

پاکستان میں قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ (NFC-Award) کا مسئلہ گزشتہ کئی سالوں سے زیر بحث تھا لیکن صوبوں اور مرکز کے درمیان اتفاق رائے کی کمی کی وجہ سے ان ایوارڈز کا باقاعدہ طور پر اعلان نہیں کیا جا سکا تھا۔ صدر پاکستان آصف علی زرداری نے یکم جولائی 2009ء کو ساتویں قومی مالیاتی کمیشن (NFC) ایوارڈ کی تقسیم کے معاہدے پر دستخط کیے۔ چاروں صوبوں نے اس ایوارڈ کے لئے 30 دسمبر 2008ء کو منظوری دے دی تھی۔ ایوارڈ کی تقسیم کے معاہدے کے سلسلہ میں جو تقریب منعقد ہوئی اس میں وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی اور صدر پاکستان آصف علی زرداری کے علاوہ چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور تین صوبوں کے گورنروں نے شرکت کی۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے گورنر اس تقریب میں شریک نہیں ہوئے۔ اس موقع پر صدر آصف علی زرداری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صوبہ خیبر پختونخواہ کو 110 بلین روپے اس کے ہائیڈل پراجیکٹ کے منافع کے طور پر دیئے جائیں گے۔ رواں مالیاتی سال کے لئے 10 بلین روپے جبکہ آئندہ چار سالوں کے لئے 25 بلین روپے ہر سال ادا کیے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی طے کیا گیا کہ صوبہ بلوچستان کو اس کے گیس کی تقسیم کا سرچارج (GDS) جو 1991ء سے مرکزی حکومت کے ذمہ تھا ادا کر دیا جائے گا اور صوبہ بلوچستان کو آئندہ بارہ سال تک 120 بلین روپوں کی ادائیگی کی جائے گی۔ ساتویں این ایف سی ایوارڈز میں مالیاتی وسائل کی صوبوں کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ صوبہ پنجاب کا حصہ 51.74 فیصد، صوبہ سندھ کا حصہ 24.55 فیصد، صوبہ خیبر پختونخواہ کا حصہ 14.62 فیصد اور صوبہ بلوچستان کا حصہ 9.09 فیصد تھا۔

قومی مالیاتی کمیشن (NFC) ایوارڈز میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ خدمات پر جنرل سیلز ٹیکس کے نفاذ کے اختیارات صوبوں کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ اس ایوارڈ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ صوبوں میں وسائل کی تقسیم میں غربت، آبادی کی گنجانی، آمدنی اور اخراجات کے محاصل کا پوری طرح جائزہ لیا جائے گا۔ اس موقع پر آصف علی زرداری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں جمہوریت کی جڑیں مستحکم ہو چکی ہیں اور ہم شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے عزم و ارادہ کی روشنی میں پاکستان جمہوریت کی بنیادیں نئے سرے سے مستحکم کرنے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں۔ اس موقع پر وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی نے بھی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ این ایف سی ایوارڈز کے اتفاق سے صوبوں اور مرکز کے مابین اعتماد کی فضاء میں کمی آئے گی اور اس سے تمام صوبوں کے درمیان بھی اتحاد کی فضاء قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ این ایف سی ایوارڈ کے تحت صوبوں کے مابین وسائل کی تقسیم میں آبادی کا حصہ 82 فیصد، غربت کے خاتمہ کے لئے 10.3 فیصد، علاقائی ترقی کے لئے 2.7 فیصد جبکہ محاصل میں ہر صوبہ کا حصہ 2.5 فیصد مختص ہوگا۔

(vii) گلگت اور بلتستان میں حالیہ سیاسی اصلاحات (Recent Political Reforms in Gilgit Baltistan)

گلگت بلتستان میں حالیہ سیاسی اصطلاحات پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں سیاسی، مالیاتی اور عدالتی اصلاحات کی تنظیم نو کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ صدر پاکستان آصف علی زرداری نے گلگت بلتستان میں انتظامی اصلاحات کے نفاذ کے لئے گلگت بلتستان آرڈر۔2009ء پر دستخط کیے جس کے تحت گلگت بلتستان کے لوگوں کو یہ حق حاصل ہو گیا کہ وہ بھی اپنی قانون ساز اسمبلی کے لئے نمائندے اور وزیر اعلیٰ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ گلگت بلتستان کی اسمبلی کے لئے گورنر کا انتخاب صدر کے مشورے سے وزیر اعظم پاکستان کریں گے۔ قمر زمان کائرہ کو گلگت بلتستان کا قائم مقام گورنر مقرر کیا گیا۔ یہ طے ہوا کہ انتخابات کے بعد گلگت بلتستان کی اسمبلی وزیر اعلیٰ کا انتخاب کرے گی۔ گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی میں 24 ارکان شامل ہوں گے جنہیں براہ راست انتخاب کے ذریعہ چنا جائے گا۔ اس کے علاوہ چھ نشستیں خواتین کے لئے اور تین نشستیں ٹیکنوکریٹس کے لئے مخصوص ہوں گی۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کو مجموعی طور گلگت بلتستان کہا جائے گا اور اس کا اپنا ایک مخصوص فلیگ ہوگا اور سالانہ بجٹ گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا جائے گا جیسے کہ پاکستان کے دیگر صوبوں کی صوبائی اسمبلیوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ گلگت بلتستان میں اپنا ایک علیحدہ عدالتی نظام ہوگا جس میں ایک اعلیٰ عدالت قائم ہوگی جس کے چیف جسٹس کا انتخاب گلگت بلتستان کے مشورے سے کیا جائے گا جبکہ ماتحت ججوں کا انتخاب عدالتی کونسل کا چیئرمین گورنر کے مشورے سے کرے گا۔ عدالت میں ججوں کی تعداد پانچ ہوگی۔ اس کے علاوہ یہاں کا ایک اپنا الیکشن کمیشن بھی قائم کیا جائے گا۔

گلگت بلتستان کے چھ اضلاع میں کل رجسٹرڈ ووٹروں کی تعداد 7,17,286 ہے جس میں سے مرد ووٹروں کی تعداد 384,909 اور خواتین ووٹروں کی تعداد 3,32,377 ہے۔ گلگت بلتستان میں 12 نومبر 2009ء میں طے شدہ پروگرام کے مطابق عام انتخابات منعقد ہوئے۔ انتخابات میں دس سیاسی جماعتوں کے 94 امیدواروں نے

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

حصہ لیا جن میں سے 23 کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی، 18 کا تعلق متحدہ قومی موومنٹ، 15 کا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ن)، 4 کا تعلق عوامی نیشنل پارٹی، 3 کا تعلق جمعیت العلمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)، ایک کا امیدوار پاکستان تحریک انصاف، ایک امیدوار جماعت اسلامی اور 16 امیدواروں کا تعلق گلگت بلتستان جمہوری الائنس سے تھا۔ انتخابات کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی نے 13 نشستیں حاصل کیں۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کا ایک امیدوار، متحدہ قومی موومنٹ کا ایک امیدوار، پاکستان مسلم لیگ (ق) کا ایک امیدوار اور جمعیت العلمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے دو امیدوار کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ 4 آزاد امیدواروں نے بھی کامیابی حاصل کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر گلگت اور بلتستان میں مخلوط اسمبلی قائم کر لی۔ 11 دسمبر 2009ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے سید مہدی علی شاہ گلگت بلتستان کے پہلے وزیر اعلیٰ بنے۔ 23 مارچ 2010ء کو ڈاکٹر شمع خالد نے گلگت بلتستان کی پہلی گورنر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ گلگت بلتستان میں حالیہ سیاسی اصلاحات ایک اہم جمہوری قدم ہے جس کے اثرات یقیناً خوش گوار برآمد ہوں گے۔ اگر انصاف اور مساوات کے اصولوں کو برقرار رکھا جائے۔

سوال نمبر۲۲:۔ پاکستان میں سیاسی انتشار کی وجوہات بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں سیاسی انتشار کی وجوہات (Causes of Political Turmoil in Pakistan)

پاکستان کی گزشتہ نصف صدی کی تاریخ سیاسی انتشار اور عدم استحکام کی ایک تصویر ہے جس کی چند اہم وجوہات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان میں سیاسی جماعتوں نے کبھی اپنی تنظیم کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ اپنے تمام وسائل کو اقتدار حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ پر صرف کیا۔

(ii) پاکستان میں سیاسی جماعتوں کو تبدیل کرنے کا عام رجحان پایا جاتا ہے۔ اقتدار میں آنے اور اقتدار سے محروم ہونے کے بعد سیاسی جماعتوں میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(iii) سیاسی جماعتوں میں بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے کے لئے مختلف شخصیات ہمیشہ آپس میں اختلافات کا شکار رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر سیاسی جماعت تقسیم ہو کر کئی کئی گروپوں میں تقسیم ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں مسلم لیگ سب سے زیادہ متاثر ہوئی جس کے اب تک کئی مختلف دھڑے بن چکے ہیں۔

(iv) جاگیرداروں کے سیاست پر اثرات کی وجہ سے عوام کی خواہشات کو پالیسی سازی میں بہت کم دخل حاصل رہا۔

(v) پاکستان 36 سال تک براہ راست فوجی آمریت کا شکار رہا جس کی وجہ سے جمہوری روایات معاشرے میں جگہ پانے میں ناکام رہیں۔

(vi) گزشتہ 60 سے زائد سالوں میں معاشرے میں مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصب میں بہت اضافہ ہوا ہے اور ملک کے حکمرانوں نے اس تعصب کے خلاف جدوجہد کر کے عوام میں اختلاف برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرنے کے بجائے ہمیشہ انتہا پسندوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے کیونکہ اقتدار قائم رکھنے کا یہ ایک آسان ترین نسخہ تھا۔

(vii) ملک میں قانون کی بالادستی اور قانون کی نظر میں سب کے مساوی ہونے کا اصول رائج نہیں ہو سکا۔

(viii) پاکستان میں حکمرانوں کے احتساب کا کوئی باقاعدہ ادارہ یا طریقہ کار نہیں اپنایا گیا اور نہ کام کرنے والوں سے کسی نے بھی حساب طلب نہیں کیا۔

(ix) جمہوریت کے بارے میں عوام کے شعور میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ جمہوریت صرف انتخابات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل انسانی رویہ کا نام ہے۔

اہم مختصر سوالات و جوابات
(IMPORTANT SHORT QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر۱:۔ کسی ریاست یا ملک کے لئے آئین یا دستور کیوں ضروری ہوتا ہے؟ پانچ جملوں میں جواب لکھیے۔

جواب: کسی ریاست یا ملک کے لئے آئین یا دستور کی ضرورت مندرجہ ذیل ہے۔

(i) آئین یا دستور کسی ملک یا ریاست کا بنیادی اور اعلیٰ قانون ہوتا ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(ii) کوئی فرد یا ادارہ آئین سے بالاتر نہیں ہوتا۔ آئین کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں۔

(iii) ہر فرد کے لئے آئین کی پاسداری اور وفاداری ضروری ہوتی ہے۔

(iv) آئین کسی ریاست اور ریاست کے شہریوں کے بنیادی حقوق کا محافظ ہوتا ہے۔

(v) آئین یا دستور ریاست میں فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے اور ہر حکومت آئین کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے۔

سوال نمبر۲:۔ قرارداد مقاصد کے کوئی پانچ اہم نکات لکھیے۔ قرارداد مقاصد پر پانچ جملے تحریر کیجیے۔

جواب: قرارداد مقاصد کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پوری کائنات پر اقتدار اعلیٰ کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(ii) ریاست کا انتظام عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر چلایا جائے گا۔

(iii) پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق بشمول مذہب و ثقافتی آزادی کا پورا تحفظ دیا جائے گا۔

(iv) عدلیہ کی آزادی کی حفاظت کی جائے گی۔

(v) ملک میں وفاقی نظام حکومت قائم کیا جائے گا جس میں صوبوں کو مقررہ آئینی حدود میں خودمختاری حاصل ہوگی۔

سوال نمبر۳:۔ 1956ء کے دستور کی کوئی سی پانچ اسلامی دفعات کو بیان کیجئے۔

جواب: 1956ء کے دستور کی پانچ اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اقتدار اعلیٰ کا حق اس پوری کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(ii) عوام کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگیاں قرآن اور سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

(iii) ملک میں کوئی بھی قانون قرآن و سنت کے منافی نہیں بنایا جائے گا۔

(iv) اسلامی تحقیق کا ایک ادارہ قائم کیا جائے گا اور قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہوگی۔

(v) ملک کے سربراہ کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہوگا۔

سوال نمبر۴:۔ 1973ء کے آئین کی کوئی پانچ نمایاں خصوصیات تحریر کیجئے۔

جواب: 1973ء کے آئین کے نمایاں خدوخال یا خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اس آئین کی بنیاد قرارداد مقاصد پر رکھی گئی ہے۔

(ii) ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا ہے اور اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔

(iii) اس آئین کے مطابق ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام رائج کیا گیا ہے اور وزیر اعظم کو بہت زیادہ اختیارات فراہم کیے گئے ہیں۔

(iv) اس آئین کے مطابق پاکستان میں پہلی مرتبہ دو ایوانوں پر مشتمل پارلیمان قائم کی گئی ہے۔ ایوان بالا کا نام سینیٹ اور ایوان زیریں کا نام قومی اسمبلی رکھا گیا ہے۔

(v) اس آئین کے مطابق پاکستان کے صدر اور وزیر اعظم دونوں کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۵:۔ 1973ء کے آئین کی کوئی سی پانچ اسلامی دفعات تحریر کیجئے۔

جواب: 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پوری کائنات پر صرف اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے اور اقتدار اعلیٰ کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

(ii) اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کے لئے اقدامات کیے جائیں گے۔

(iii) قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم لازمی ہوگی اور قرآن پاک کی غلطیوں سے پاک طباعت کے لئے اقدامات کیے جائیں گے۔

(iv) اسلامی نظریاتی کونسل بنائی جائے گی تو اسلامی طرز حیات کے مطابق کے سلسلے میں اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

(v) صدر، وزیر اعظم کے علاوہ ارکان اسمبلی، سینیٹ کے ارکان، صوبائی گورنروں اور تمام وزراء کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے عہدوں کا حلف اٹھاتے ہوئے اسلامی نظریات کی حفاظت کا عہد کریں۔

سوال نمبر۶:۔ 1973ء کے دستور میں حکمت عملی کے کوئی پانچ اصول تحریر کیجئے۔ 1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان میں آئین سازی کے پانچ رہنما اصول لکھیے۔

جواب: 1973ء کے دستور میں حکمت عملی کے اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پالیسی بناتے وقت اسلامی طرز حیات کے تمام بنیادی اصولوں اور قومی ترقی کے عمل کو سامنے رکھا جائے گا۔

(ii) اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کیلئے اقدامات کئے جائیں گے۔

(iii) قرآن مجید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی ہوگی اور عربی زبان سکھانے کیلئے مناسب اقدامات کئے جائیں گے۔

(iv) حکومت پاکستان مملکت میں جسم فروشی، شراب نوشی، جوئے، فحش اور قابل اعتراض لٹریچر کی طباعت اور اشاعت اور اس کی گردش کی روک تھام کیلئے مناسب اقدامات کرے گی۔

(v) اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی جائے گی جو ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق تیار کرنے میں مشاورت فراہم کرے گی۔

سوال نمبر۷:۔ ایوان بالا سینیٹ کی وضاحت پانچ جملوں میں کیجئے۔ پاکستان کے سینیٹ کے متعلق پانچ جملے لکھیے۔

جواب: پاکستان کے ایوان بالا سینیٹ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) 1973ء کے آئین کے مطابق وفاقی حکومت کے مجلس شوریٰ کے ایوان بالا کو سینیٹ کا نام دیا گیا ہے۔

(ii) سینیٹ میں تمام صوبوں کو مساوی نمائندگی دی جاتی ہے۔

(iii) پاکستان کے سینیٹ کے کل اراکین کی تعداد 100 ہے۔

(iv) سینیٹ کے اراکین کا انتخاب چھ سال کے لئے عمل میں آتا ہے۔

(v) سینیٹ میں چاروں صوبوں کے لئے مخصوص نشستوں کا انتخاب متعلقہ صوبائی اسمبلیاں متناسب نمائندگی کے لئے قابل انتقال ووٹ کے ذریعے کرتی ہیں۔

سوال نمبر۸:۔ پاکستان کی پارلیمنٹ پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی پارلیمنٹ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ایوان بالا کو سینیٹ اور ایوان زیریں کو قومی اسمبلی کہا جاتا ہے۔

(ii) قومی اسمبلی کے ارکان کا انتخاب عوام کے ذریعے براہ راست کیا جاتا ہے۔

(iii) سینیٹ کے ارکان کا انتخاب بالواسطہ طور پر صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

(iv) پاکستان کی پارلیمنٹ کا سب سے اہم ترین فریضہ قانون سازی ہے۔

(v) قومی اسمبلی کا سربراہ وزیر اعظم جبکہ سینیٹ کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے۔

سوال نمبر۹:۔ آزاد عدلیہ سے متعلق پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: آزاد عدلیہ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

پاکستان میں عدلیہ کی آزادی کو برقرار اور رکھنے کے لئے آئین میں کئی دفعات شامل کی گئی ہیں۔

(i) قومی اسمبلی کے ارکان کا انتخاب عوام کے ذریعے براہ راست کیا جاتا ہے۔

(ii) سینیٹ کے ارکان کا انتخاب بالواسطہ طور پر صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

(iii) پاکستان کی پارلیمنٹ کا سب سے اہم ترین فریضہ قانون سازی ہے۔

(iv) قومی اسمبلی کا سربراہ وزیر اعظم جبکہ سینیٹ کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے۔

(v)

سوال نمبر۹:۔ آزاد عدلیہ سے متعلق پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: آزاد عدلیہ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

پاکستان میں عدلیہ کی آزادی کو برقرار اور رکھنے کے لئے آئین میں کئی دفعات شامل کی گئی ہیں۔

(i) پاکستان میں عدالتوں کے ججوں کو ہر قسم کے بیرونی دباؤ سے تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔

(ii) پاکستان میں مجلس شوریٰ کے بنائے ہوئے قانون کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے اور عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس قانون کو کالعدم قرار دے سکتی ہے۔

(iii) آزاد عدلیہ کے قیام سے پاکستان کی عوام میں آزادی اور بنیادی حقوق کے تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(iv) پاکستان میں انصاف اور عدل کو معاشرے میں قائم رکھنے کے لئے عدالتیں آزادانہ طور پر اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔

سوال نمبر۱۰:۔ وفاقی محتسب پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: وفاقی محتسب پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) وفاقی محتسب سرکاری اہلکاروں سے ان کی بدانتظامی، تاخیر یا غلط کارکردگی اور ناانصافیوں کے بارے میں باز پرس کرتا ہے۔

(ii) وفاقی محتسب سرکاری اداروں میں بدعنوانیوں کے بارے میں مکمل تحقیقات کرتا ہے۔

(iii) وفاقی محتسب متاثرہ افراد کو ان کا حق، معاوضہ یا تاوان ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔

(iv) وفاقی محتسب کے فیصلوں کے خلاف کسی اور عدالت میں اپیل دائر نہیں کی جاسکتی۔

(v) وفاقی محتسب کا ادارہ ملک میں بدعنوانیوں کا احتساب کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

سوال نمبر۱۱:۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے پانچ اغراض و مقاصد تحریر کیجئے۔

جواب: اسلامی نظریاتی کونسل کے پانچ اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) مجلس شوریٰ اور صوبائی اسمبلیوں کو ایسی سفارشات پیش کرنا جن پر عمل پیرا ہو کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

(ii) موجودہ قوانین کو اسلامی قوانین کے مطابق ڈھالنے کے لئے تجاویز پیش کرنا۔

(iii) ایسے اسلامی اصولوں کو جمع کرنا جنہیں قانون کی شکل دی جاسکتی ہو۔

(iv) صدر، گورنر، قومی اسمبلی اور سینیٹ کو مشاورت دینا اور کسی مخصوص مسودہ بل کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کرنا۔

(v) قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا تاکہ لوگوں میں اسلام کا نفاذ ممکن ہو سکے۔

سوال نمبر۱۲:۔ ون۔ یونٹ وحدت مغربی پاکستان پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: ون۔ یونٹ مغربی پاکستان کی وحدت پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) علاقائی نمائندگی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پاکستان کے مغربی حصے کے تمام صوبوں کو ایک وحدت میں ضم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جو ون۔ یونٹ کہلاتا ہے۔

(ii) ون۔ یونٹ کا مسودہ بنگال کے ممتاز سیاست دان حسین شہید سہروردی نے تیار کیا۔

(iii) 14 اکتوبر 1955ء کو ون۔ یونٹ کا قیام عمل میں آیا۔

(iv) 1955ء میں قانون ساز اسمبلی نے 13 کے مقابلے میں 43 ووٹوں سے ون۔ یونٹ کا مسودہ منظور کیا۔

(v) ون۔ یونٹ کے حامیوں کا خیال تھا کہ اس سے آئین سازی میں آسانی ہوگی اور صوبائیت پرستی ختم ہو جائے گی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۱۳:۔ 2002ء کی ترمیم کے بعد پاکستان کی چاروں صوبائی اسمبلیوں کی عام نشستوں کی تعداد دیکھئے۔

جواب: 2002ء کی ترمیم کے بعد پاکستان کی چاروں صوبائی اسمبلیوں کی عام نشستوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

نمبر شمار	صوبہ کا نام	عام نشستیں	خواتین اور ٹیکنوکریٹس	نشستوں کی کل تعداد
1۔	صوبہ پنجاب	297	93	390
2۔	صوبہ سندھ	130	41	171
3۔	صوبہ خیبر پختونخواہ	99	31	130
4۔	صوبہ بلوچستان	51	16	67

سوال نمبر۱۴:۔ 2002ء کی ترمیم کے بعد قومی اسمبلی میں نشستوں کی تفصیل لکھیے۔

جواب: 2002ء کی ترمیم کے بعد قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد 357 ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(1) صوبہ پنجاب: 148 (2) صوبہ سندھ: 61 (3) صوبہ خیبر پختونخواہ: 35
(4) صوبہ بلوچستان: 14 (5) وفاقی زیر انتظام قبائلی علاقے: 12 (6) وفاقی دارالحکومت: 02
(7) خواتین اور ٹیکنوکریٹ: 85

سوال نمبر۱۵:۔ 1977ء کے مارشل لاء کے نفاذ کی پانچ وجوہات بیان کیجئے۔

جواب: 1977ء کے مارشل لاء کے نفاذ کی پانچ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) انتخاب میں مرتب اختلاف کی سیاسی جماعتوں نے حکومت پر دھاندلی کا الزام لگایا۔
(ii) تمام سیاسی جماعتوں نے حکومت کے خلاف احتجاجی تحریکیں شروع کر دیں۔
(iii) ملک میں احتجاجات اور فسادات کا سلسلہ عام ہو گیا۔
(iv) اپریل سے 4 جولائی 1977ء تک چلنے والی احتجاجی تحریک میں 801 افراد ہلاک اور تین ہزار سے زخمی ہوئے۔
(v) پوری قوم حکومت کے خلاف احتجاج میں شامل ہو گئی جس کی وجہ سے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

سوال نمبر۱۶:۔ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے کیوں علیحدہ ہوا۔ پانچ جملوں میں بیان کیجئے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے پانچ اسباب بیان کیجئے۔

جواب: مشرقی پاکستان کی مغربی پاکستان سے علیحدگی کے پانچ اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کے ان دونوں حصوں کے درمیان سولہ سو کلومیٹر کا فاصلہ تھا اور درمیان میں بھارت اور سمندر حائل تھے اس لئے دونوں حصوں کے عوام ایک دوسرے کے قریب نہ آ سکے۔
(ii) دونوں صوبوں کے عوام کے مسائل بہت مختلف تھے اس لئے ان کے ماہین آگاہی پروان نہ چڑھ سکی۔
(iii) بار بار ملک میں مارشل لاء کے نفاذ نے بھی مشرقی پاکستان کے عوام میں احساس محرومی پیدا کر دیا تھا۔
(iv) مشرقی پاکستان کے تعلیمی اداروں میں ہندو اساتذہ کی ایک کثیر تعداد پڑھا رہی تھی۔ انہوں نے ایسا مواد تیار کیا جس کی بدولت بنگالیوں کے ذہنوں میں مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف تلخ جذبات اور خیالات پیدا ہو گئے۔
(v) سرکاری زبان کے مسئلہ پر بھی مشرقی پاکستان کے عوام کو وفاقی حکومت کی پالیسی سے اختلاف تھا۔ حکومت کے خلاف مظاہرے ہوئے جس میں کئی بنگالی طلباء کی جانیں قربان ہو گئیں۔ ان حالات میں بنگالیوں میں مغربی پاکستان کے عوام کے خلاف اشتعال پیدا ہو گیا۔

سوال نمبر۱۷:۔ پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ پانچ جملوں میں بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ہمارا یعنی پاکستانیوں کا کردار مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔

(i) ہمیں سخت محنت کرنا چاہیے اور قومی نشوونما کے تمام شعبوں کو ترقی دینا چاہیے تاکہ ہمارا ملک خوش حال اور معاشی طور پر مستحکم ہو جائے۔
(ii) ہمیں اپنے فرائض پورے کرنے چاہئیں اور قانون کا احترام کرنا چاہیے۔
(iii) ہمیں لسانیت اور علاقائیت سے بلند ہو کر سوچنا چاہیے۔
(iv) ہمیں اپنے قول اور فعل سے پاکستان سے محبت اور حب الوطنی کا اظہار کرنا چاہیے۔
(v) ہمیں اپنی نوجوان نسل کو تعلیم یافتہ بنانا چاہیے اور ملک کے کونے کونے میں تعلیم کی روشنی پھیلانا چاہیے۔

سوال نمبر۱۸:۔ پاکستان میں آئین سازی میں تاخیر کے پانچ اسباب یا وجوہات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں آئین سازی میں تاخیر کے پانچ اسباب یا وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) تحریک پاکستان کے آخری مراحل میں چند ترقی پسند عناصر کی وجہ سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔
(ii) مرکز اور صوبوں کے مابین اختیارات کی تقسیم کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
(iii) مہاجرین کی آبادکاری حکومت پاکستان کے لئے ایک مسئلہ بن گئی تھی۔
(iv) قیام پاکستان کے بعد اسمبلیوں کی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے ریاست کے لئے ایک مستقل آئین کرنا مشکل ہو گیا تھا۔
(v) 1951ء میں لیاقت علی خان کے قتل کے بعد صرف سات سال کے عرصہ میں چھ حکومتیں تبدیل ہوئیں اور اس سیاسی انتشار کی بدولت ملک میں طویل مدت کی منصوبہ بندی ممکن نہ رہی۔

سوال نمبر۱۹:۔ لیگل فریم ورک آرڈر (LFO) 1970ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔ لیگل فریم ورک آرڈر 1970ء کے اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے 25 مارچ 1969ء کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس کے بعد نئے آئین کی تیاری کے لئے 29 مارچ 1970ء کو ایک عبوری حکم نامہ جاری کیا جو لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) کہلاتا ہے۔ لیگل فریم ورک آرڈر کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) لیگل فریم ورک آرڈر۔ 1970ء کے تحت مارشل لاء انتظامیہ نے سیاسی جماعتوں کے تمام مطالبات تسلیم کیے اور ملک میں پہلی بار بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کا پروگرام پیش کیا۔
(ii) لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت ملک میں پارلیمانی نظام بحال کرنے کا اعلان کیا گیا۔
(iii) مغربی پاکستان کا ون۔ یونٹ ختم کر کے پنجاب، سندھ، صوبہ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے صوبے بحال کر دیے گئے۔
(iv) بالغ رائے دہی کی بنیاد پر آبادی کے تناسب سے تمام صوبوں کو نمائندگی دینے کا فیصلہ کیا گیا۔
(v) تمام سیاسی مقدمات واپس لے لئے گئے۔

سوال نمبر۲۰:۔ عام انتخابات۔ 1970ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔ 1970ء کا ایک مختصر خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) 7 دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی اور 17 دسمبر 1970ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے ووٹ ڈالے گئے۔
(ii) عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں اور پاکستان پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔
(iii) ان عام انتخابات میں 63 چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں اور گروپوں نے حصہ لیا تھا۔
(iv) ان انتخابات کے بعد مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک زور پکڑ گئی اور 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔
(v) سقوط ڈھاکہ کے بعد جنرل آغا محمد یحییٰ خان صدارت سے مستعفی ہو گئے اور ذوالفقار علی بھٹو نے 20 دسمبر 1971ء کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

سوال نمبر۲۱:۔ عام انتخابات۔ 1977ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔ 1977ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

1977ء میں دوسرے عام انتخابات منعقد کرائے گئے۔ یہ انتخابات 1973ء کے آئین کے مطابق منعقد ہوئے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(ii) ان انتخابات میں مرتب اختلاف کی نو جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے نام سے متحد ہو کر حصہ لیا۔

(iii) انتخابات کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کو نمایاں طور پر کامیابی حاصل ہوئی۔

(iv) ان انتخابات کے بعد حکومت اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو پر دھاندلی کا الزام لگایا گیا اور تحریک نظام مصطفیٰ کی شکل میں قومی اتحاد کی تحریک چلائی گئی۔

(v) 30 جون اور یکم جولائی 1977ء کو حکومت اور پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کے درمیان مذاکرات طے پا گئے اور جب مذاکرات کی کامیابی کے بعد معاہدے پر دستخط ہونے کا وقت آیا تو 5 جولائی 1977ء کی درمیانی شب کو جنرل محمد ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ الٹ دیا اور ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔

سوال نمبر۲۲:۔ عام انتخابات۔1985ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔1985ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) جنرل محمد ضیاء الحق نے دسمبر 1984ء میں ملک سے مارشل لاء ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے سب سے پہلے ایک ریفرنڈم کے ذریعہ خود کو پانچ سال کے لئے صدر منتخب کرایا۔

(ii) 2 مارچ 1985ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے آئین میں جزوی ترمیم کے ساتھ اسے بحال کیا اور ملک میں عام انتخابات کرائے۔ یہ انتخابات 30 دسمبر 1985ء کو منعقد کرائے گئے۔

(iii) یہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر منعقد ہوئے۔ 23 مارچ 1985ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے منتخب صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا اور محمد خان جونیجو کو غیر جماعتی وزیر اعظم نامزد کیا۔

(iv) محمد خان جونیجو نے وزیر اعظم بننے کے دو ماہ بعد ہی اسمبلیوں میں اپنے حامیوں کے گروپ کو مسلم لیگ کا نام دے کر سیاسی جماعتوں کی بحالی کا اعلان کر دیا۔

(v) ساڑھے تین سال کی مدت کے بعد افغانستان کے مسئلہ پر صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے درمیان اختلافات ہو گئے اور 29 مئی 1988ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو اور ان کی حکومت کو برطرف کر دیا۔

سوال نمبر۲۳:۔ عام انتخابات۔1988ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔1988ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) جنرل محمد ضیاء الحق کے انتقال کے بعد سپریم کورٹ آف پاکستان نے غیر جماعتی انتخابات کو غیر آئینی قرار دیا اور اس طرح گیارہ سال کے بعد ایک مرتبہ پھر 1988ء میں جماعتی بنیادوں پر انتخابات منعقد کرائے گئے۔

(ii) 12 نومبر 1988ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے جبکہ 19 نومبر 1988ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات منعقد کرائے گئے۔

(iii) ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) جس میں نو جماعتیں شامل تھیں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے مرکز کے علاوہ صوبہ سندھ اور خیبر پختونخواہ میں حکومت بنائی جبکہ اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) نے صوبہ پنجاب میں حکومت بنائی۔

(iv) ان انتخابات کے نتیجہ میں محترمہ بینظیر بھٹو وزیر اعظم منتخب ہوئیں جبکہ غلام اسحاق خان ملک کے صدر بنے۔

(v) 6 اگست 1990ء یعنی حکومت کی تشکیل کے صرف بیس ماہ بعد صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم بینظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں اور غلام مصطفیٰ جتوئی کو نگراں وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔

سوال نمبر۲۴:۔ عام انتخابات۔1990ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔1990ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) 24 اکتوبر 1990ء کو قومی اسمبلی اور 27 اکتوبر 1990ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے ووٹ ڈالے گئے۔

(ii) ان انتخابات میں اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) جس میں نو جماعتیں شامل تھیں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی جبکہ اس کے مقابلہ پر پیپلز ڈیموکریٹک الائنس (پی ڈی اے) رہی جس میں چھ جماعتیں شامل تھیں۔

(iii) اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) نے مرکز سمیت چاروں صوبوں میں اپنی حکومت تشکیل دی اور 6 نومبر 1990ء کو میاں محمد نواز شریف نے وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ غلام اسحاق خان صدر پاکستان منتخب ہوئے۔

(iv) 18 اپریل 1993ء کو صدر غلام اسحاق خان نے وزیر اعظم محمد نواز شریف اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا اور میر بلخ شیر مزاری کو نگران وزیر اعظم مقرر کیا گیا

(v) محمد نواز شریف نے اسمبلی کی تحلیل کے خلاف سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا جس پر 26 مئی 1993ء کو سپریم کورٹ نے نواز شریف کی حکومت کو بحال کر دیا۔ 18 جولائی 1993ء کو فوج کے شدید دباؤ پر وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اور صدر غلام اسحاق خان دونوں اپنے عہدوں سے مستعفی ہو گئے۔ معین الدین احمد قریشی کو نگراں وزیر اعظم مقرر کیا گیا جبکہ سینیٹ کے چیئرمین وسیم سجاد نے صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔

سوال نمبر۲۵:۔ عام انتخابات۔1993ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔1993ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) 12 اکتوبر 1993ء کو قومی اسمبلی اور 9 اکتوبر 1993ء کو صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات منعقد ہوئے۔

(ii) ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی جبکہ اس کے مقابلہ پر پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) رہی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنی اتحادی جماعتوں کے ساتھ مل کر مرکز میں حکومت بنائی۔ صوبہ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) اور اس کی اتحادی جماعتوں کی حکومت قائم ہوئی۔

(iii) 19 اکتوبر 1993ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو نے دوسری مرتبہ وزیر اعظم پاکستان کا حلف اٹھایا۔ 18 نومبر 1993ء کو سردار فاروق احمد خان لغاری صدر پاکستان منتخب ہوئے۔

(iv) کچھ عرصہ بعد پاکستان ڈیموکریٹک فرنٹ (پی ڈی ایف) نے خیبر پختونخواہ میں مسلم لیگ (نواز گروپ) اور ولی خان کے اتحاد کی حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد میں کامیابی حاصل کر کے خیبر پختونخواہ میں بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔

(v) تین سال کی مدت کے بعد 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری نے بدعنوانی، ماورائے عدالت قتل اور بدانتظامی کے الزامات لگاتے ہوئے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ ملک معراج خالد کو ملک کا نگراں وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔

سوال نمبر۲۶:۔ عام انتخابات۔1997ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔1997ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) 3 فروری 1997ء کو ملک میں ایک ہی دن قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات منعقد کرائے گئے۔

(ii) ان انتخابات میں پاکستان مسلم لیگ (نواز گروپ) کو بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی اور اس نے مرکز اور صوبہ پنجاب میں اپنی حکومت تشکیل دی۔ صوبہ سندھ میں بھی متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے ساتھ اتحاد کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔

(iii) 13 فروری 1997ء کو پاکستان مسلم لیگ (ن) کے سربراہ میاں محمد نواز شریف نے دوسری مرتبہ ملک کے وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ یکم جنوری 1998ء کو سردار فاروق احمد خان لغاری کے مستعفی ہو جانے کے بعد محمد رفیق تارڑ ملک کے صدر منتخب ہوئے۔

(iv) اتنے بھاری عوامی مینڈیٹ کے حصول کے بعد بھی محمد نواز شریف کی حکومت ملک سے لاقانونیت کو ختم کرنے اور سرکاری اداروں میں بدعنوانی کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف کو لامحدود اختیارات حاصل تھے لیکن اس کے باوجود عوام کے مسائل میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

(v) پاکستانی فوج نے ملک کا اقتدار سنبھالنے کا واضح منصوبہ تیار کیا اور 12 اکتوبر 1999ء کو چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان کی سینیٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیاں معطل کر دی گئیں اور ملک میں ہنگامی حالت نافذ کر دی گئی۔ جنرل پرویز مشرف نے چیف ایگزیکٹیو کے طور پر ملک کا نظم و نسق سنبھال لیا۔

سوال نمبر۲۷:۔ 12 اکتوبر 1999ء کو فوج کے اقتدار سنبھالنے کی ضرورت کی پانچ وجوہات تحریر کیجئے۔

جواب: 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں فوج نے ملک کا اقتدار سنبھال لیا اس کی وجوہات مندرجہ ذیل تھیں۔

(i) کارگل کے مسئلہ پر حکومت اور فوج کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔

(ii) وزیر اعظم محمد نواز شریف کو وزیر اعظم پاکستان کے طور پر لامحدود اختیارات حاصل ہو گئے تھے مگر ان کی حکومت عوام کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہی تھی۔

(iii) وزیر اعظم محمد نواز شریف نے جنرل پرویز مشرف کو آرمی چیف کے عہدے سے برطرف کر کے ان کی جگہ آئی ایس آئی کے سربراہ خواجہ ضیاء الدین بٹ کو آرمی چیف نامزد کر دیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف جب وطن واپس پہنچے تو ان کے جہاز کو کراچی سے نو بتاہ ایئرپورٹ لے جایا گیا۔

(iv) وزیر اعظم نواز شریف کے اس فیصلہ کو فوج نے تسلیم نہیں کیا اور اسے قومی معاملات میں دخل اندازی قرار دیتے ہوئے ملک کا اقتدار سنبھالنے کا فیصلہ کر لیا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(v) 12 اکتوبر 1999ء کو فوج نے ایک آپریشن کے ذریعے نواز شریف حکومت کو برطرف کر دیا اور ملک کے اقتصادی استحکام کیلئے اقتدار خود سنبھال لیا۔ نواز شریف کو گرفتار کیا گیا اور بعد ازاں جلاوطن کر دیا گیا۔

سوال نمبر۲۸:۔ پاکستان کے پانچ وزرائے اعظم کے نام اور ان کے دورِ حکومت کے دورانیے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچ وزرائے اعظم کے نام اور ان کے دورِ حکومت کے دورانیے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	نوابزادہ لیاقت علی خان	15 اگست 1947ء سے 16 اکتوبر 1951ء
(ii)	ذوالفقار علی بھٹو	14 اگست 1973ء سے 5 جولائی 1977ء
(iii)	محترمہ بے نظیر بھٹو	19 اکتوبر 1993ء سے 5 نومبر 1996ء
(iv)	میاں محمد نواز شریف	17 فروری 1997ء سے 12 اکتوبر 1999ء
(v)	میر ظفر اللہ خان جمالی	23 نومبر 2002ء سے 26 جون 2004ء

سوال نمبر۲۹:۔ پاکستان کے پانچ صدور کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچ صدور کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	میجر جنرل اسکندر مرزا	23 مارچ 1956ء سے 27 اکتوبر 1958ء
(ii)	جنرل محمد ضیاء الحق	16 ستمبر 1978ء سے 17 اگست 1988ء
(iii)	غلام اسحاق خان	17 اگست 1988ء سے 18 جولائی 1993ء
(iv)	سردار فاروق احمد خان لغاری	18 نومبر 1993ء سے 2 دسمبر 1997ء
(v)	محمد رفیق تارڑ	یکم جولائی 1998ء سے 20 جون 2001ء

سوال نمبر۳۰:۔ پاکستان کے پانچ نگران وزیراعظموں کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچ نگران وزیراعظموں کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	غلام مصطفیٰ جتوئی	2 اگست 1990ء سے 6 نومبر 1990ء
(ii)	میر بلخ شیر مزاری	18 اپریل 1993ء سے 26 مئی 1993ء
(iii)	معین الدین احمد قریشی	19 جولائی 1993ء سے 19 اکتوبر 1993ء
(iv)	ملک معراج خالد	5 نومبر 1996ء سے 17 فروری 1997ء
(v)	میاں محمد سومرو	16 نومبر 2007ء سے 25 مارچ 2008ء

سوال نمبر۳۱:۔ پاکستان کے پانچ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا چیف ایگزیکٹو کے نام اور حکومت کے دورانیے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر یا چیف ایگزیکٹو کے نام اور حکومت کے دورانیے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	جنرل محمد ایوب خان	7 اکتوبر 1958ء سے 8 جون 1962ء
(ii)	جنرل آغا محمد یحییٰ خان	25 اپریل 1969ء سے 20 دسمبر 1971ء
(iii)	ذوالفقار علی بھٹو	20 دسمبر 1971ء سے 21 اپریل 1972ء
(iv)	جنرل محمد ضیاء الحق	5 جولائی 1977ء سے 30 دسمبر 1985ء
(v)	جنرل پرویز مشرف	12 اکتوبر 1999ء سے 19 جون 2001ء

سوال نمبر۳۲:۔ پاکستان کے چار گورنر جنرلوں کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے چار گورنر جنرلوں کے نام اور ان کی حکومت کے دورانیے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	قائداعظم محمد علی جناح	15 اگست 1947ء سے 11 ستمبر 1948ء
(ii)	خواجہ ناظم الدین	14 ستمبر 1948ء سے 17 اکتوبر 1951ء
(iii)	ملک غلام محمد	19 اکتوبر 1951ء سے 15 اکتوبر 1955ء
(iv)	میجر جنرل اسکندر مرزا	16 اکتوبر 1955ء سے 22 مارچ 1956ء

سوال نمبر۳۳:۔ 1973ء کے آئین میں مسلمان کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس پر پانچ نکات تحریر کیجئے۔

جواب: 1973ء کے آئین میں ایک مسلمان کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس پر اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) 1973ء کے آئین میں ایک ترمیم 1974ء میں کی گئی جس کے تحت مسلمان کی تعریف کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔
(ii) اس تعریف کے مطابق ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل ایمان رکھتا ہے۔
(iii) ایک مسلمان ختم نبوت کو تسلیم کرتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے۔
(iv) ایک مسلمان سابقہ آسمانی کتابوں، قرآن مجید اور آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے۔
(v) 1973ء کے آئین میں کی گئی اس ترمیم کا مقصد قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا تھا جس کا مطالبہ جنوبی ایشیاء کے مسلمان مذہبی عناصر عرصہ دراز سے کرتے چلے آ رہے تھے۔

سوال نمبر۳۴:۔ وفاقی حکومت کے قائم کردہ ایسے اداروں کے نام لکھیے جن کا تعلق وفاق اور صوبائی حکومتوں سے یکساں طور پر ہوتا ہے۔

جواب: وفاقی حکومت کے قائم کردہ ایسے اداروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں جن کا تعلق وفاقی اور صوبائی حکومتوں سے یکساں طور پر ہوتا ہے۔

(i) منصوبہ بندی کمیشن (ii) مشترکہ مفادات کی کونسل (iii) قومی اقتصادی کونسل
(iv) قومی مالیاتی کونسل (v) اسلامی نظریاتی کونسل

سوال نمبر۳۵:۔ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس جو لاہور میں منعقد ہوئی اس پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس جو لاہور میں منعقد ہوئی اس پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) یہ اسلامی سربراہی کانفرنس 22 تا 24 فروری 1974ء میں پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوئی۔
(ii) اس کانفرنس میں انتالیس ممالک کے سربراہان مملکت نے شرکت کی۔
(iii) ایران اس کانفرنس میں ایک مبصر کی حیثیت سے شریک ہوا۔
(iv) یہ پہلا موقع تھا جس میں اسلامی اخوت، دوستی، بھائی چارے کے پُر اثر انگیز مناظر نظر آئے اور مسلم دنیا کو درپیش مسائل کو زیر بحث لایا گیا۔
(v) اس کانفرنس میں بنگلہ دیش کی طرف سے شیخ مجیب الرحمٰن نے شرکت کی اور پاکستان نے بھی اس موقع پر بنگلہ دیش کو آزاد مملکت کے طور پر تسلیم کر لیا۔

سوال نمبر۳۶:۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کس نے اور کب توڑی تھی؟

جواب: پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو توڑ دیا تھا۔ اس وقت وزیراعظم محمد علی بوگرہ تھے۔ اس اسمبلی کو برخاست کرنے کا پس منظر یہ تھا کہ وزیراعظم محمد علی بوگرہ نے خواجہ ناظم الدین کے ساتھ کیے جانے والے سلوک کو دیکھتے ہوئے اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کرانے کی کوشش کی جس کے تحت گورنر جنرل کے اختیارات کم کر کے اس سے اسمبلی کی تحلیل یا وزیراعظم کو برطرف کرنے کا اختیار واپس لینا تھا۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے اس قرارداد کی منظوری سے قبل ہی اسمبلی تحلیل کر دی۔ اسمبلی کی تحلیل کے خلاف اسمبلی کے اسپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ چیف کورٹ میں مقدمہ دائر کیا۔ عدالت نے دستور ساز اسمبلی کی تحلیل کے اقدام کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ گورنر جنرل کو ایسا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ گورنر جنرل ملک غلام محمد نے سندھ چیف کورٹ کے فیصلے کے خلاف فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ چیف جسٹس فیڈرل کورٹ جسٹس منیر نے سندھ کورٹ کے فیصلے کو اس بنیاد پر منسوخ کر دیا کہ دستور ساز اسمبلی آٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی آئین بنانے میں ناکام رہی ہے جس کی وجہ سے اس کی نمائندہ حیثیت ختم ہو گئی ہے۔ فیڈرل کورٹ کے اس فیصلہ کے بعد چوہدری محمد علی کو وزیراعظم نامزد کر دیا گیا۔

سوال نمبر۳۷:۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم کون تھے؟ پاکستان کے پہلے صدر کا نام بھی تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان تھے جبکہ پاکستان کے پہلے صدر اسکندر مرزا تھے۔

سوال نمبر۳۸:۔ قراردادِ مقاصد۔ 1949ء کی اہمیت تحریر کیجئے۔

جواب: قراردادِ مقاصد کو پاکستان میں دستور سازی کے عمل میں بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس قرارداد میں ان تمام مقاصد کو دستاویزی شکل میں پیش کر دیا گیا تھا جن کو بنیاد بنا کر

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اس قرارداد میں مسلمانوں کے نظریہ حیات، سیاسی اور سماجی نظام کو عملی شکل میں بیان کیا گیا تھا جن کو نافذ کر کے ایک پرامن اور خوشحال ریاست قائم کی جا سکتی ہے۔ قرارداد مقاصد۔ 1949ء نے ایک نئی جمہوری ریاست کے لئے بنیادی اصولی، نظریات اور کردار کا ایک واضح تعین کیا اور اسلام کو مملکت پاکستان کی نظریاتی بنیاد قرار دیا۔ قرارداد مقاصد میں یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ پاکستان میں پارلیمانی طرز کی حکومت قائم کی جائے گی جس میں ایک وزیر اعظم اور اس کی وزارت کابینہ ہوتی ہے۔ ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں قرارداد مقاصد کو مشعل راہ قرار دیا جا سکتا ہے جس نے مملکت پاکستان میں آئین کی تشکیل کے لئے رہنمائی عطا کی۔

سوال نمبر۳۹:۔ 1962ء کے آئین کے پانچ نمایاں خدوخال یا خصوصیات تحریر کیجئے۔

جواب: 1962ء کے آئین یا دستور کے پانچ نمایاں خدوخال یا خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) یہ ایک تحریری آئین تھا جس میں 250 دفعات، چار گوشوارے اور مارشل لاء کے اکتیس ضابطے تھے۔

(ii) یہ ایک غیر لچکدار آئین تھا اور قومی اسمبلی کی دو تہائی اکثریت اس میں تبدیلی کی مجاز تھی۔

(iii) اس آئین کے تحت ملک میں صدارتی طرز حکومت نافذ کیا گیا اور بنیادی جمہوریت کے نظام کو آئین کا حصہ بنا دیا گیا۔

(iv) اس آئین کے تحت تمام تر اختیارات ایک فرد یعنی صدر کی ذات میں جمع کر دیئے گئے۔

(v) صدر، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے انتخاب کے لئے انتخاب کا بالواسطہ نظام رائج کیا گیا۔

سوال نمبر۴۰:۔ 1962ء کے آئین کی پانچ اسلامی دفعات تحریر کیجئے۔

جواب: 1962ء کے آئین کی پانچ اسلامی دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اس آئین میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا اور قرارداد مقاصد کو ابتدائیہ میں شامل کیا گیا۔

(ii) اس آئین میں ملک کے سربراہ یعنی صدر کے لئے مسلمان ہونا ضروری قرار دیا گیا۔

(iii) یہ طے کیا گیا کہ پاکستان کے عوام کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال سکیں۔

(iv) اس آئین کے مطابق اسلامی نظریاتی کونسل قائم کی گئی جس میں ایسے لوگوں کو شامل کیا گیا جو مروجہ قوانین کا جائزہ لے کر ان کے غیر اسلامی پہلوؤں کی نشاندہی کر سکیں۔

(v) آئین کے تحت اداروں حقیقات اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ جدید تقاضوں کے مطابق اسلامی فقہ اور تاریخ کی تحقیق کو فروغ دیا جا سکے۔

سوال نمبر۴۱:۔ 1964ء کے صدارتی انتخاب پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: 1962ء کے آئین کے ملک میں نفاذ کے بعد 1964ء میں ملک میں صدارتی انتخاب منعقد کرایا گیا۔ اس صدارتی انتخاب میں ایوب خان کا مقابلہ قائداعظم محمد علی جناح کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح نے کیا۔ محترمہ فاطمہ جناح حزب اختلاف کی متفقہ امیدوار تھیں۔ متحدہ حزب اختلاف مسلم لیگ کے ایک دھڑے کے علاوہ نیشنل عوامی پارٹی، جماعت اسلامی، عوامی لیگ، نظام اسلام اور دیگر چھوٹی جماعتیں شامل تھیں۔ جنرل محمد ایوب کنونشن مسلم لیگ کے امیدوار تھے۔ صدارتی انتخاب میں گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خان اور مشرقی پاکستان کے گورنر منعم خان نے انتظامیہ کو بھرپور طریقے سے ایوب خان کے حق میں استعمال کیا۔ اس طرح اس انتخاب کے بالواسطہ ہونے اور بنیادی جمہوریتوں کے اسی ہزار ارکان پر سرکاری دباؤ کی وجہ سے ایوب خان صدارتی انتخاب میں کامیاب ہو گئے۔

سوال نمبر۴۲:۔ 1965ء کی پاکستان اور بھارت جنگ پر پانچ جملے لکھیے۔

جواب: 1965ء کی پاکستان اور بھارت جنگ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) جون 1965ء میں سندھ میں رن کچھ کے علاقے میں پاکستان اور بھارت کی فوجوں کے درمیان ایک بڑی سرحدی جھڑپ ہوئی جس میں پاکستانی فوج نے بھارتی افواج سے دلدلی علاقے خالی کرا لیے۔

(ii) 31 اگست 1965ء کو بھارتی فوج نے کشمیر کی سرحد پر گولہ باری کی جس پر پاکستانی فوج نے جموں کے نزدیک جنگ بندی لائن عبور کر کے باقاعدہ فوجی کارروائی کا آغاز کر دیا

(iii) کشمیر پر سے اس دباؤ کو کم کرنے کے لئے 5 اور 6 ستمبر کی درمیانی شب کو بھارت نے لاہور، سیالکوٹ اور قصور کے علاقوں میں بین الاقوامی سرحد پر حملہ کر دیا اور اس طرح 6 ستمبر 1965ء کو پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔

(iv) یہ جنگ سترہ روز تک جاری رہی جس کے دوران پاکستان کے عوام اور افواج نے اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن کے حملوں کو کامیابی سے روکا اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ پاکستان کی فضائیہ نے فیصلہ کن انداز میں بھارتی فضائیہ پر اپنی برتری ثابت کر دی۔

جنگ شروع ہوتے ہی امریکہ نے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد پر پابندی عائد کر دی حالانکہ اس وقت پاکستان امریکہ کے ساتھ علاقے کے دو دفاعی معاہدوں سیٹو اور سینٹو میں اس کا اتحادی تھا۔

(v)

سوال نمبر۴۳:۔ معاہدہ تاشقند پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: معاہدہ تاشقند پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) 1965ء کی پاکستان اور بھارت جنگ کے بعد تاشقند میں صدر ایوب خان اور بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کے درمیان ایک صلح کا معاہدہ ہوا جسے معاہدہ تاشقند کہا جاتا ہے۔

(ii) معاہدہ تاشقند کے نتیجہ میں ذوالفقار علی بھٹو نے وزیر خارجہ کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

(iii) ذوالفقار علی بھٹو کو جنرل محمد ایوب خان کے اس فیصلہ سے اختلاف تھا جس کے تحت انہوں نے کشمیر کے متنازعہ علاقے میں ان علاقوں سے واپسی منظور کر لی تھی جن پر پاکستانی افواج نے قبضہ کیا تھا۔

(iv) ذوالفقار علی بھٹو کا مؤقف یہ تھا کہ جنگ بندی لائن جسے افواج نے مجبور کیا تھا بین الاقوامی سرحد نہیں ہے لہٰذا نئی جنگ بندی لائن وہ ہونی چاہیے جہاں جنگ بند ہوئی ہے۔

(v) پاکستانی عوام نے بھی معاہدہ تاشقند پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا خصوصاً پاکستان کے نوجوان طلبا اس معاہدہ سے ناخوش تھے۔

سوال نمبر۴۴:۔ عام انتخابات۔ 2002ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔ 2002ء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) سپریم کورٹ آف پاکستان نے جنرل پرویز مشرف کو تین سال کے اندر عام انتخابات کرانے اور اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کرنے کا پابند کیا تھا۔ 10 اکتوبر 2002ء کو ملک بھر میں قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات ہوئے۔

(ii) عام انتخابات۔ 2002ء سے قبل آئندہ پانچ سالوں تک صدر مملکت رہنے کے لئے جنرل پرویز مشرف نے براہ راست عوامی ووٹ حاصل کیا تھا۔ ان کی مارشل لاء انتظامیہ نے مسلم لیگ (ق) کے نام سے ایک سیاسی جماعت تشکیل دی جسے اس انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی۔

(iii) 23 نومبر 2002ء کو میر ظفر اللہ خان جمالی جن کا تعلق پاکستان مسلم لیگ (ق) سے تھا وزیر اعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ 26 جون 2004ء کو وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔

(iv) 29 جون 2004ء کو چوہدری شجاعت حسین کو ایک خاص مدت کے لئے وزیر اعظم نامزد کیا گیا جو 25 اگست 2004ء تک وزیر اعظم کے عہدے پر فائز رہے۔

(v) مسلم لیگ (ق) کے پلیٹ فارم سے شوکت عزیز کو قومی اسمبلی کا ممبر منتخب کیا گیا اور اس کے بعد انہیں وزیر اعظم نامزد کر دیا گیا۔ شوکت عزیز نے 28 اگست 2004ء کو وزیر اعظم کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔

سوال نمبر۴۵:۔ عام انتخابات۔ 2008ء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: عام انتخابات۔ 2008ء پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) 15 اکتوبر 2007ء کو قومی اسمبلی کی میعاد ختم ہونے پر میاں محمد سومرو کو نگراں وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا اور عام انتخابات کی تاریخ 8 جنوری 2008ء طے کر دی گئی۔

(ii) 27 دسمبر 2007ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کی وجہ سے انتخابات کی تاریخ میں توسیع کر دی گئی اور اس طرح یہ انتخابات 18 فروری 2008ء کو منعقد ہوئے۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

(iii) 25 مارچ 2008ء کو سید یوسف رضا گیلانی جن کا تعلق پاکستان پیپلز پارٹی سے ہے ملک کے وزیر اعظم منتخب ہو گئے۔ 7 اگست 2008ء کو صدر پرویز مشرف کے خلاف مواخذے کی تحریک کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

(iv) صدر پرویز مشرف نے 18 اگست 2008ء کو اسمبلی میں مواخذے کی تحریک پیش ہونے سے قبل ہی اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

(v) 6 ستمبر 2008ء کو الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے صدارتی انتخاب منعقد کرایا گیا اور اس کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری صدر پاکستان منتخب ہوئے۔ آصف علی زرداری نے 9 ستمبر 2008ء کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم کثیر الانتخابی سوالات

IMPORTANT MULTIPLE CHOICE QUESTIONS (MCQs)

مندرجہ ذیل میں سے ہر ایک کے لئے دیئے ہوئے ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

(۱) قدیم دور کا انسان رہا کرتا تھا:
☆ قبیلوں کی شکل میں ☆ حیوانات کی شکل میں
☆ چھوٹی خاندانی اکائیوں کی شکل میں ☆ بڑے سیاسی گروہوں کی شکل میں

(۲) پاکستان کو اپنے قیام کے فوراً بعد اس کی ضرورت تھی:
☆ فوجی ہیڈ کوارٹر ☆ جنگی ساز و سامان ☆ مستقل آئین ☆ جمہوریت

(۳) 1956ء کے آئین کے ابتدائیہ میں یہ کہا گیا کہ تمام تر حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ حاصل ہے:
☆ صدر مملکت کو ☆ وزیر اعظم کو ☆ اللہ تعالیٰ کو ☆ گورنر جنرل کو

(۴) دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنے والے سربراہان مملکت کی تعداد تھی:
☆ بیس ☆ پچیس ☆ تیس ☆ چالیس

(۵) پاکستان نے بنگلہ دیش کو ایک آزاد مملکت کے طور پر تسلیم کیا:
☆ پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس میں ☆ دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس میں
☆ قیام کے فوراً بعد ☆ 1973ء کے آئین کی تشکیل کے بعد

(۶) 1973ء کے آئین کی اساس اس پر رکھی گئی ہے:
☆ قرارداد پاکستان ☆ قانون آزادی ہند ☆ قرارداد مقاصد ☆ معاہدہ تاشقند

(۷) پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو انہوں نے تحلیل کر دیا تھا:
☆ خواجہ ناظم الدین ☆ ملک غلام محمد ☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان

(۸) پاکستان کے تینوں دساتیر میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کا حق حاصل ہے:
☆ اللہ تعالیٰ کو ☆ گورنر جنرل کو ☆ صدر پاکستان کو ☆ وزیر اعظم پاکستان کو

(۹) جون 1955ء میں اس کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور اس نے پاکستان کے دستور کی تشکیل کے لئے اپنے کام کا آغاز کر دیا:
☆ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی ☆ پاکستان کی دوسری دستور ساز اسمبلی
☆ بنیادی اصولوں کی کمیٹی ☆ علماء کی کونسل

(۱۰) جب پاکستان قائم ہوا تو اسے ضروری ترامیم کے ساتھ پاکستان کے عبوری آئین کے طور پر قبول کر لیا گیا:
☆ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔1935ء ☆ قرارداد پاکستان
☆ قرارداد مقاصد ☆ منٹو۔مارلے اصلاحات

(۱۱) ملک میں پیدا ہونے والے انتشار اور شدید ہنگامہ آرائی کی بدولت 25 مارچ 1969ء کو انہوں نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا:
☆ ملک غلام محمد ☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ جنرل محمد ایوب خان

(۱۲) بنیادی قوانین، قواعد اور ضابطوں کا ایسا مجموعہ جو ریاست کی انتظامیہ کو چلانے کے لئے ضروری ہو کہلاتا ہے:
☆ نظریہ ☆ میثاق جمہوریت ☆ میثاق حکومت ☆ آئین یا دستور

(۱۳) پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں 12 مارچ 1949ء کو منظور ہوئی:
☆ قرارداد جمہوریت ☆ قرارداد مقاصد ☆ قرارداد پاکستان ☆ قرارداد آمریت

(۱۴) 17 اکتوبر 1958ء کو انہوں نے ملک میں مارشل لاء نافذ کیا:
☆ گورنر جنرل ملک غلام محمد ☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل آغا محمد یحییٰ خان

(۱۵) 1962ء کا دستور تقریباً اتنے سال تک نافذ العمل رہا:
☆ ڈھائی سال ☆ تین سال ☆ پانچ سال ☆ سات سال

(۱۶) انہوں نے 1962ء کا دستور منسوخ کر کے ملک میں ایک مرتبہ پھر مارشل لاء نافذ کر دیا:
☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل آغا محمد یحییٰ خان ☆ جنرل محمد ضیاء الحق

(۱۷) لیگل فریم ورک آرڈر (ایل ایف او) مارچ کے مہینہ میں اس سن عیسوی میں جاری کیا گیا:
☆ 1960ء ☆ 1965ء ☆ 1970ء ☆ 1980ء

(۱۸) 1956ء کے آئین کے مطابق گورنر جنرل کے عہدہ کی جگہ پر یہ عہدہ رکھا گیا:
☆ صدر ☆ وزیر اعظم ☆ اسپیکر ☆ اٹارنی جنرل

(۱۹) 1962ء کے آئین کے مطابق جو طرز حکومت متعارف کرایا گیا وہ یہ تھا:
☆ وفاقی ☆ پارلیمانی ☆ وفاقی پارلیمانی ☆ صدارتی

(۲۰) مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان فاصلہ تھا:
☆ 800 کلومیٹر سے زیادہ ☆ 1000 کلومیٹر سے زیادہ ☆ 1200 کلومیٹر سے زیادہ ☆ 1600 کلومیٹر سے زیادہ

(۲۱) مشرقی پاکستان اس سن عیسوی میں مغربی پاکستان سے علیحدہ ہوا:
☆ 3 فروری 1970ء ☆ 26 مارچ 1970ء ☆ 28 اپریل 1971ء ☆ 16 دسمبر 1971ء

(۲۲) دسمبر 1970ء کے انتخابات میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ اس وقت عوامی لیگ کے سربراہ تھے:
☆ مولانا بھاشانی ☆ چوہدری خلیق الزماں ☆ شیخ مجیب الرحمٰن ☆ نورالامین

(۲۳) 3 دسمبر 1971ء کو پاکستان اور اس ملک کے درمیان جنگ چھڑ گئی:
☆ روس ☆ افغانستان ☆ بھارت ☆ ایران

(۲۴) اس ملک نے سب سے پہلے بنگلہ دیش کو ایک آزاد و خود مختار ریاست کے طور پر قبول کیا:
☆ روس ☆ بھارت ☆ پاکستان ☆ چین

(۲۵) جنوری 1971ء میں بنگلہ دیش کے پہلے صدر منتخب ہوئے:
☆ مولانا بھاشانی ☆ راجہ تری دیورائے ☆ نورالامین ☆ شیخ مجیب الرحمٰن

(۲۶) پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نوابزادہ لیاقت علی خان تھے جبکہ پاکستان کے پہلے صدر تھے:
☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ ذوالفقار علی بھٹو ☆ چوہدری فضل الٰہی

(۲۷) پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس 1947ء میں ہوا اور ان کو اس کا صدر منتخب کیا گیا:
☆ لیاقت علی خان ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ ملک غلام محمد ☆ قائداعظم محمد علی جناح

(۲۸) زکوٰۃ کا نظام پاکستان میں اس سن عیسوی میں پہلی مرتبہ باقاعدہ طور پر نافذ ہوا:
☆ 1977ء ☆ 1978ء ☆ 1980ء ☆ 1981ء

(۲۹) شریعت آرڈیننس اس سن عیسوی میں جاری کیا گیا:
☆ 1977ء ☆ 1979ء ☆ 1982ء ☆ 1985ء

(۳۰) محمد علی بوگرہ فارمولا میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں نمائندگی کے اس اصول کو تسلیم کیا گیا:
☆ توازن ☆ مساوات ☆ عدم توازن ☆ حاکمیت

(۳۱) پاکستان نے اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ چاغی کے مقام پر اس سن عیسوی میں کیا:
☆ 12 اگست 1993ء ☆ 6 ستمبر 1996ء ☆ 28 مئی 1998ء ☆ 12 اکتوبر 1999ء

(۳۲) پاکستان کے پہلے صدر میجر جنرل اسکندر مرزا تھے جبکہ پاکستان کے پہلے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر تھے:
☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل آغا محمد یحییٰ خان ☆ جنرل محمد ضیاء الحق ☆ جنرل پرویز مشرف

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۳۳) پاکستان کا دوسرا دستور ملک میں 1962ء میں نافذ کیا گیا اس وقت ملک کے صدر تھے:
☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ چوہدری فضل الٰہی

(۳۴) شرقی پاکستان 1971ء میں مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو گیا اب اس ملک کا نام ہے:
☆ نیپال ☆ بھوٹان ☆ بنگلہ دیش ☆ آزاد کشمیر

(۳۵) 1977ء میں انہوں نے ملک میں تیسری مرتبہ مارشل لاء نافذ کر دیا:
☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل آغا محمد یحییٰ خان ☆ جنرل محمد ضیاء الحق

(۳۶) 30 اپریل 2002ء کو انہوں نے ایک عوامی ریفرنڈم کے ذریعہ بھاری عوامی مینڈیٹ حاصل کیا:
☆ جنرل اسلم بیگ ☆ جنرل آصف نواز ☆ جنرل عبدالوحید کاکڑ ☆ جنرل پرویز مشرف

(۳۷) 25 مارچ 1969ء کو انہوں نے صدر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا:
☆ میجر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل آغا محمد یحییٰ خان ☆ جنرل محمد ضیاء الحق

(۳۸) جنرل پرویز مشرف نے اس سن عیسوی میں اقتدار پر قبضہ کر کے حکومت کا انتظام سنبھال لیا:
☆ 26 مئی 1998ء ☆ 27 اگست 1998ء ☆ 12 اکتوبر 1999ء ☆ 30 نومبر 1999ء

(۳۹) پارلیمانی نظام حکومت میں ملک کی انتظامیہ کا سربراہ کہلاتا ہے:
☆ گورنر ☆ وزیراعظم ☆ صدر ☆ سینیٹ کا چیئرمین

(۴۰) پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں 1949ء میں قرارداد مقاصد انہوں نے پیش کی تھی:
☆ ملک غلام محمد ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ نوابزادہ لیاقت علی خان ☆ مولوی تمیز الدین

(۴۱) پاکستان کا پہلا دستور 1956ء میں نافذ ہوا جبکہ پاکستان کا تیسرا دستور اس سن عیسوی میں نافذ کیا گیا:
☆ 1962ء ☆ 1970ء ☆ 1972ء ☆ 1973ء

(۴۲) وفاقی حکومت کا سربراہ صدر کہلاتا ہے جبکہ حکومت کا سربراہ ہوتا ہے:
☆ قومی اسمبلی کا اسپیکر ☆ سینیٹ کا چیئرمین ☆ وزیراعظم ☆ وزیر اعلیٰ

(۴۳) پاکستان کے پہلے صدر اسکندر مرزا تھے جبکہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے:
☆ نوابزادہ لیاقت علی خان ☆ خواجہ ناظم الدین ☆ ملک غلام محمد ☆ قائداعظم محمد علی جناح

(۴۴) پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس اس سن عیسوی میں ہوا:
☆ 1947ء ☆ 1948ء ☆ 1949ء ☆ 1951ء

(۴۵) پاکستان کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والا ملک تھا:
☆ بھارت ☆ ایران ☆ چین ☆ افغانستان

(۴۶) وہ اسلامی ملک جس نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی تھی:
☆ ترکی ☆ سعودی عرب ☆ افغانستان ☆ عراق

(۴۷) پاکستان کا پہلا دستور 1956ء میں نافذ کیا گیا جبکہ پاکستان کا دوسرا دستور اس سن عیسوی میں نافذ ہوا:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1962ء ☆ 1973ء

(۴۸) 1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہے جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے اور سرکاری نام ہے:
☆ ریاست پاکستان ☆ عوامی جمہوریہ پاکستان ☆ وفاقی جمہوریہ پاکستان ☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان

(۴۹) پاکستان کے پہلے صدر تھے:
☆ محمد علی جوہر ☆ چوہدری فضل الٰہی ☆ اسکندر مرزا ☆ لیاقت علی خان

(۵۰) 27 اکتوبر 1954ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کو انہوں نے تحلیل کر دیا تھا:
☆ گورنر جنرل ناظم الدین ☆ گورنر جنرل ملک غلام محمد ☆ گورنر جنرل اسکندر مرزا ☆ جنرل محمد ایوب خان

قرارداد مقاصد اس سن عیسوی میں منظور ہوئی:
(۵۱) ☆ 1948ء ☆ 1949ء ☆ 1950ء ☆ 1951ء

1962ء کے آئین میں تجویز کردہ نظام حکومت تھا:
(۵۲) ☆ پارلیمانی طرز کا ☆ صدارتی طرز کا ☆ دھاتی طرز کا ☆ وفاقی پارلیمانی طرز کا

1973ء کے آئین کے مطابق حکومت کا سربراہ کہلاتا ہے:
(۵۳) ☆ وزیراعظم ☆ صدر ☆ گورنر جنرل ☆ ڈپٹی اسپیکر

اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کے سربراہ تھے:
(۵۴) ☆ محمد خان جونیجو ☆ غلام اسحاق خان ☆ قاضی حسین احمد ☆ میاں محمد نواز شریف

29 مئی 1978ء کو انہوں نے محمد خان جونیجو کی حکومت کو برطرف کر دیا تھا:
(۵۵) ☆ جنرل محمد ایوب خان ☆ جنرل محمد ضیاء الحق ☆ جنرل آغا محمد عیسیٰ خان ☆ جنرل اسلم بیگ

1986ء کے انتخابات کے بعد پاکستان کے وزیراعظم کے طور پر ان کا انتخاب ہوا:
(۵۶) ☆ میاں محمد نواز شریف ☆ محترمہ بے نظیر بھٹو ☆ معین الدین قریشی ☆ غلام مصطفیٰ جتوئی

1990ء کے انتخابات کے بعد پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوئے جو اسلامی جمہوری اتحاد (آئی جے آئی) کے سربراہ بھی تھے:
(۵۷) ☆ میاں محمد نواز شریف ☆ نوابزادہ نصر اللہ خان ☆ مولانا فضل الرحمٰن ☆ مولانا عبدالستار خان نیازی

8 اپریل 1993ء کو انہوں نے قومی اسمبلی تحلیل کر دی اور نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا:
(۵۸) ☆ غلام اسحاق خان ☆ فاروق احمد خان لغاری ☆ محمود فتیح تارڑ ☆ پرویز مشرف

1993ء کے انتخابات کے اس سیاسی جماعت نے حکومت کی تشکیل میں کامیابی حاصل کی:
(۵۹) ☆ پاکستان پیپلز پارٹی ☆ پاکستان مسلم لیگ ☆ جمہوری وطن پارٹی ☆ جماعت اسلامی

5 نومبر 1996ء کو انہوں نے وزیراعظم بے نظیر بھٹو اور ان کی کابینہ کو برطرف کر دیا:
(۶۰) ☆ غلام اسحاق خان ☆ سردار فاروق احمد خان لغاری ☆ محمود فتیح تارڑ ☆ پرویز مشرف

19 جولائی 1993ء کو انہیں نگران وزیراعظم منتخب کیا گیا:
(۶۱) ☆ ملک معراج خالد ☆ معین الدین احمد قریشی ☆ غلام مصطفیٰ جتوئی ☆ میاں محمد سومرو

سینیٹ کے اراکین کا انتخاب بلاواسطہ طور پر اتنے سالوں کے لئے عمل میں آتا ہے:
(۶۲) ☆ تین سال ☆ چار سال ☆ پانچ سال ☆ چھ سال

پاکستان کا پہلا آئین اتنے سال تک ملک میں نافذ رہا:
(۶۳) ☆ دو سال ☆ ڈھائی سال ☆ ساڑھے تین سال ☆ چار سال

پاکستان میں زکوٰۃ کا نظام اس سن عیسوی میں نافذ کیا گیا:
(۶۴) ☆ 1979ء ☆ 1980ء ☆ 1982ء ☆ 1989ء

یکم جنوری 1998ء کو پاکستان کے صدر منتخب ہوئے:
(۶۵) ☆ محمود فتیح تارڑ ☆ فاروق احمد خان لغاری ☆ غلام اسحاق خان ☆ وسیم سجاد

پاکستان کے سینیٹ میں کل اراکین کی تعداد ہے:
(۶۶) ☆ 95 ☆ 98 ☆ 100 ☆ 110

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان کسی بھی تنازعہ کی صورت میں یہ تصفیہ کراتی ہے:
(۶۷) ☆ ہائی کورٹ ☆ سپریم کورٹ ☆ اسلامی مشاورتی کونسل ☆ وفاقی شرعی عدالت

لفظ "مسلمان" کی تعریف سب سے پہلے پاکستان کے اس آئین میں کی گئی:
(۶۸) ☆ 1956ء کے دستور ☆ 1962ء کے دستور ☆ 1973ء کے دستور ☆ ان میں سے کوئی نہیں

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۶۹) جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے اس سن عیسوی میں ملک میں عام انتخابات منعقد کرائے:
☆ 1969ء ☆ 1970ء ☆ 1971ء ☆ 1972ء

(۷۰) نفع اور نقصان شراکتی کھاتوں کی بنیاد لوگوں نے اس سن عیسوی میں بینکوں میں کھاتے کھولنا شروع کر دیے۔
☆ 1979ء ☆ 1980ء ☆ 1981ء ☆ 1982ء

(۷۱) غریبوں اور محتاج کی امداد کے لئے "بیت المال" اس سن عیسوی میں قائم کیا گیا:
☆ 1988ء ☆ 1990ء ☆ 1991ء ☆ 1992ء

(۷۲) 16 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے ان کی حکومت کو برطرف کر دیا تھا:
☆ محترمہ بینظیر بھٹو ☆ غلام مصطفیٰ جتوئی ☆ میاں محمد نواز شریف ☆ محمد خان جونیجو

(۷۳) 30 اپریل 2002ء کو انہوں نے صدارتی عہدہ کیلئے عوامی ریفرنڈم کا انعقاد کیا:
☆ میر ظفر اللہ خان جمالی ☆ چوہدری شجاعت حسین ☆ شوکت عزیز ☆ پرویز مشرف

(۷۴) 12 اکتوبر 1999ء کو انہوں نے فوجی قوت کے تحت اقتدار پر قبضہ کر کے حکومت کا انتظام سنبھال لیا:
☆ ضیاء الدین بٹ ☆ نسیم بخاری ☆ اسلم بیگ ☆ پرویز مشرف

(۷۵) انتظامی ساخت میں صوبہ کا سربراہ کہلاتا ہے:
☆ چیف سیکریٹری ☆ وزیر اعلیٰ ☆ گورنر ☆ وزیر داخلہ

(۷۶) پاکستان کی قومی اسمبلی کے ممبران کی تعداد ہے:
☆ 442 ☆ 342 ☆ 242 ☆ 142

(۷۷) پاکستان کا پہلا آئین اس سن عیسوی میں نافذ ہوا:
☆ 1956ء ☆ 1957ء ☆ 1962ء ☆ 1973ء

(۷۸) پاکستان اور بھارت کے درمیان 6 ستمبر 1965ء کو شروع ہونے والی جنگ اتنے دن تک جاری رہی:
☆ 15 دن ☆ 17 دن ☆ 20 دن ☆ 25 دن

(۷۹) جنرل محمد ایوب خان نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات اس سن عیسوی میں سنبھالے:
☆ 1956ء ☆ 1957ء ☆ 1958ء ☆ 1959ء

(۸۰) معاہدہ تاشقند پر پاکستان کے صدر سے اختلاف کرتے ہوئے پاکستان کے اس وزیر خارجہ نے استعفیٰ دے دیا تھا:
☆ شریف الدین پیرزادہ ☆ ذوالفقار علی بھٹو ☆ محمود علی قصوری ☆ منظور قادر

(۸۱) پاکستان میں پہلے عام انتخابات اس سن عیسوی میں ہوئے:
☆ 1970ء ☆ 1977ء ☆ 1985ء ☆ 1988ء

(۸۲) دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس یہاں منعقد ہوئی:
☆ رباط ☆ لاہور ☆ ڈھاکہ ☆ جدہ

(۸۳) پاکستان کی قومی اسمبلی کی پہلی خاتون اسپیکر ہیں:
☆ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا ☆ بے نظیر بھٹو ☆ بیگم رعنا لیاقت علی خان ☆ فاطمہ بھٹو

(۸۴) یہ پاکستان کی پہلی خاتون وزیر اعظم تھیں:
☆ محترمہ فاطمہ جناح ☆ بیگم رعنا لیاقت علی خان ☆ محترمہ بے نظیر بھٹو ☆ بیگم شائستہ اکرام اللہ

(۸۵) دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں اس سن عیسوی میں منعقد ہوئی:
☆ 1965ء ☆ 1970ء ☆ 1972ء ☆ 1974ء

(۸۶) پاکستان میں حکومت کے سربراہ کو وزیر اعظم جبکہ مملکت کے سربراہ کو کہا جاتا ہے:
☆ چیف جسٹس ☆ وزیر اعلیٰ ☆ صدر ☆ اسپیکر

(۸۷) یوم پاکستان اس تاریخ کو منایا جاتا ہے:
☆ 22 مارچ ☆ 23 مارچ ☆ 25 مارچ ☆ 30 مارچ

(۸۸) 1964ء میں صدارتی انتخاب میں جنرل محمد ایوب خان کے مقابل صدارتی امیدوار کا نام تھا:
☆ نور الامین ☆ محترمہ فاطمہ جناح ☆ ممتاز دولتانہ ☆ چوہدری خلیق الزماں

(۸۹) صدر جنرل پرویز مشرف نے اس تاریخ کو صدر کے عہدہ سے استعفیٰ دیا:
☆ 15 اکتوبر 2007ء ☆ 18 فروری 2008ء ☆ 7 اگست 2008ء ☆ 18 اگست 2008ء

(۹۰) 25 مارچ 2008ء کو سید یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم پاکستان منتخب ہوئے جبکہ 9 ستمبر 2008ء کو انہوں نے صدر پاکستان کے عہدہ کا حلف اٹھایا:
☆ پرویز مشرف ☆ مخدوم امین فہیم ☆ چوہدری شجاعت حسین ☆ آصف علی زرداری

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

باب نمبر 7

پاکستان کی اقتصادی منصوبہ بندی اور ترقی
ECONOMIC PLANNING AND DEVELOPMENT OF PAKISTAN

اہم تفصیلی سوالات اور جوابات
(IMPORTANT DETAILED TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر ا:۔ پاکستان کی معیشت کے نمایاں خدوخال بیان کیجئے۔ پاکستان کی معیشت پر ایک نوٹ لکھئے۔ پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت پر ایک تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی معیشت (The Economy of Pakistan)

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ پاکستان میں عوام کا معیار زندگی ترقی یافتہ ممالک کے باشندوں کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ رہائشی، تعلیمی اور طبی سہولتیں ناکافی ہیں۔ خواندگی کی شرح کم ہے۔ کم بچت اور پست سرمایہ کاری پاکستان کی ترقی میں اہم رکاوٹیں ہیں۔ آبادی کی افزائش کی شرح بھی وسائل کی نسبت بہت بلند ہے۔ غرضیکہ تیسری دنیا کے دیگر ممالک کی طرح پاکستان بھی ایک ترقی پذیر ملک ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

پاکستان کی معیشت کے نمایاں خدوخال (Salient Features of the Economy of Pakistan)

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس لئے اس کی معیشت میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کسی بھی دوسری ترقی پذیر معیشت میں ہو سکتی ہیں۔ پاکستان کی معیشت کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی معیشت عمومی طور پر غربت اور افلاس کی گرفت میں ہے۔ پاکستان کی غربت وافلاس یہاں کی فی کس آمدنی سے ظاہر ہوتی ہے۔ عالمی بینک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں فی کس آمدنی 470 ڈالر ہے۔

(ii) پاکستان کی معیشت بنیادی طور پر زراعت سے وابستہ ہے اور پاکستان میں زرعی شعبہ ترقی پذیر حالت میں ہے۔ زراعت کے شعبہ میں ہر فصل کی پیداوار ترقی یافتہ ممالک کی زرعی پیداوار کے مقابلہ میں کم ہے۔

(iii) دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان کی معیشت بھی دوہری نوعیت کی حامل ہے۔ پاکستان کی معیشت دو حصوں میں تقسیم شدہ ہے۔ ایک حصہ شہروں کی بازاری معیشت سے تعلق رکھتا ہے جبکہ دوسرا حصہ دیہی علاقوں میں کفالتی زراعت سے وابستہ ہے۔ ملک کی 32 فیصد آبادی شہری معیشت جبکہ 68 فیصد آبادی دیہی معیشت سے وابستہ ہے۔

(iv) پاکستان کی معیشت میں اس کے قدرتی وسائل کوئی فعال کردار ادا نہیں کر رہے ہیں۔ ان قدرتی وسائل کو یا تو صحیح طور پر استعمال نہیں کیا جا رہا یا پھر انہیں ابھی تک استعمال کے قابل نہیں بنایا جا سکا۔

(v) پاکستان کی آبادی جن خصوصیات کی حامل ہے اس سے معاشی ترقی میں اضافہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ پاکستان میں آبادی میں اضافہ کے تناسب کا اندازہ 2.7 فیصد سالانہ لگایا گیا ہے۔ آبادی میں اضافہ کی یہ بلند شرح پاکستان کی معاشی ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

(vi) پاکستان میں بے روزگاری اور معاشی پسماندگی عام دکھائی دیتی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر پاکستان کی معیشت بہت کمزور ہے۔

(vii) پاکستان کی معیشت کو سرمائے کی قلت کی وجہ سے ایک غربت زدہ معیشت قرار دیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں سرمائے کی قلت، بچت کی پست شرح، سرمایہ کاری کی کمی اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کی بناء پر پیدا ہوئی ہے۔

(viii) پاکستان کی معیشت میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے لحاظ سے پسماندگی پائی جاتی ہے۔ پاکستان میں ابھی تک پیداواری عمل کیلئے قدیم طریقے استعمال کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے لاگت پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ سرمائے کی قلت اور غیر تربیت یافتہ مزدور پاکستان میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

(ix) پاکستان کی معیشت میں ذرائع نقل وحمل اور ذرائع مواصلات کی سہولیات بھی ناکافی ہیں۔ ان سہولیات کی کمی کے باعث معیشت کے مختلف شعبوں کی ترقی کی راہ میں اور بھی

کئی طرح کی رکاوٹیں حائل ہوگئی ہیں۔

(x) پاکستان کی معیشت میں تجارت خارجہ اور سیاسی ساخت کا انحصار بھی ترقی یافتہ ممالک پر ہے۔ پاکستان میں ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کیلئے قرضے بیرون ممالک سے حاصل کئے جاتے ہیں جس کے باعث پاکستان کو قرض فراہم کرنے والے ممالک کی پالیسیوں پر عمل کرنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے حاصل کردہ فوائد کے نتائج زیادہ بہتر طور پر حاصل نہیں ہو پاتے۔

معاشی یا اقتصادی منصوبہ بندی (Economic Planniing)

وہ لائحہ عمل یا طریقہ کار جس کے ذریعے ملکی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مخصوص معاشی مقاصد کو پورا کرنے کیلئے معاشی نظام میں شامل تمام اکائیوں کو اس طرح سرگرم کار لایا جاتا ہے کہ جس سے مجموعی طور پر ملکی معیشت کو مخصوص عرصہ کے دوران مطلوبہ پیداواری اہداف کے حصول میں مدد ملتی ہے معاشی یا اقتصادی منصوبہ بندی کہلاتا ہے۔

پاکستان میں معاشی یا اقتصادی منصوبہ بندی کی اہمیت (Importance of Economic Planning in Pakistan)

پاکستان کے قدرتی وسائل لاتعداد ہیں لیکن ان وسائل کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں کئی معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی رکاوٹیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان میں فی کس آمدنی کی وجہ سے بچت کی صلاحیت پست ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں سرمایہ کاری کی سطح بھی پست ہے۔ مناسب معاشی ترقیاتی منصوبہ بندی کی مدد سے جملہ معاشی رکاوٹوں کا سدباب ہوسکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے تجربے میں پاکستان بھی اب سائنسی، تکنیکی ترقی اور مناسب منصوبہ بندی کو بروئے کار لا کر اپنی جملہ معاشی و اقتصادی تکنیکوں سے نجات حاصل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے انسانی و مادی مسائل کا بہتر طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نیز معاشی اور سماجی بہبود کے مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

معاشی ترقیاتی منصوبے کا مقصد ملک کے باشندوں کو خوشحال اور مطمئن زندگی گزارنے کے مواقع بہم پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ ملکی پیداوار میں اضافہ کرکے قومی آمدنی کو اس حد تک بڑھایا جائے کہ قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح افزائش آبادی کے مقابلہ میں زیادہ ہو۔ اس وقت پاکستان کی آبادی تقریباً 2.7 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال 27 لاکھ نئے افراد کو خوراک، لباس، تعلیم، صحت اور اسی قسم کی دیگر سہولتیں بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں تمام تر ترقیاتی منصوبوں کا مقصد قومی آمدنی میں اس قدر اضافہ کرنا ہے کہ اگر موجودہ شرح افزائش آبادی قائم بھی رہے تب بھی ملک کی مجموعی ترقی کا عمل رکنے نہ پائے۔ یاد رہے کہ اگر افزائش آبادی کی شرح قومی آمدنی کی شرح سے زیادہ ہو تو فی کس آمدنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں معاشی ترقی کا عمل سست ہوسکتا ہے۔ پاکستان کی معیشت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تمام تر توجہ اس امر کی طرف مبذول ہے تاکہ سائنسی و تکنیکی میدانوں میں فوقیت حاصل کرکے معاشی و اقتصادی ترقی کو تیز تر کیا جاسکے۔ پاکستان میں معاشی یا اقتصادی منصوبہ بندی کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(i) معاشی منصوبہ بندی کسی بھی ملک میں حکومت کو مختلف مسائل کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے اور انہیں حل کرنے کیلئے اقدامات کی طرف راغب کرتی ہے۔

(ii) معاشی منصوبہ بندی کی بدولت کسی ملک کی معیشت کے تمام شعبوں کو باہمی طور پر مربوط کرکے ملک کے وسائل سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(iii) معاشی منصوبہ بندی کے وسیلے سے ملک کے تمام وسائل کو صحیح طریقہ سے استعمال کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(iv) معاشی منصوبہ بندی حکومت کو معاشی ترقی کو منظم کرنے میں مدد دیتی ہے اس طرح مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکتا ہے اور اس بناء پر ملک میں مزدوروں کی کارکردگی میں اضافہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(v) معاشی منصوبہ بندی کی بدولت معیشت سے وابستہ مختلف اکائیوں کے درمیان غیر ضروری مسابقت کا خاتمہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔

(vi) معاشی منصوبہ بندی اشیاء کی خصوصی رسد میں مدد فراہم کرتی ہے اور ایک غیر لچکدار قیمت کا نظام قائم کرتی ہے۔ اس طرح معاشی منصوبہ بندی کے وسیلہ اشیاء کی مصنوعی قلت کی روک تھام میں مدد ملتی ہے۔

سوال نمبر۲:۔ پاکستان میں پہلا پنج سالہ منصوبہ کب شروع کیا گیا؟ پہلے پنج سالہ منصوبہ کے دوران طے کئے گئے بنیادی مقاصد، اہداف اور معاشی ترقی کو بیان کیجئے۔

جواب: پہلا پنج سالہ منصوبہ (The First Five Year Plan)

پہلے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے اطلاق کے ساتھ پہلی مرتبہ جامع معاشی منصوبہ بندی کا آغاز ہوا۔ یہ معاشی منصوبہ جولائی 1955ء سے جون 1960ء کیلئے تیار کیا گیا۔ اس منصوبہ میں کل ترقیاتی اخراجات کا اندازہ 11600 ملین روپے لگایا گیا جس میں 69 فیصد حصہ سرکاری شعبہ پر خرچ کیلئے جبکہ 31 فیصد حصہ نجی شعبہ پر خرچ کیلئے رکھا گیا۔

منصوبہ کے مقاصد اور اہداف (Objectives and Targets of the Plan)

پہلے پنج سالہ منصوبہ کے مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) قومی آمدنی میں 15 فیصد اضافہ کرنا۔

(ii) فی کس آمدنی میں 7 فیصد اضافہ کرنا، آبادی میں 14 فیصد سالانہ اضافہ کی توقع تھی۔

(iii) 20 لاکھ نئے افراد کیلئے روزگار مہیا کرنا۔

(iv) برآمدات میں 15 فیصد اضافہ کرنا۔

(v) منصوبہ کے اختتام تک ادائیگیوں کے توازن میں 20 کروڑ روپے کی بچت کرنا۔

(vi) اناج کی پیداوار میں 9 فیصد تک اضافہ کرنا۔

(vii) نقد آور فصلوں کی پیداوار میں اضافہ کرنا جیسے کہ گنے میں 33 فیصد، کپاس میں 21 فیصد، پٹ سن میں 15 فیصد۔

(viii) دیہی زرعی ترقیاتی پروگرام کو دیہی آبادی کے ایک چوتھائی پر وسعت دینا تاکہ دیہی علاقوں میں زرعی اور صنعتی پیداوار کے طریقوں کو بہتر بنایا جائے۔

(ix) صنعتی پیداوار میں 60 فیصد اضافہ کرنا۔ صنعتوں میں ہوزری، چینی، کھاد اور قدرتی گیس کی پیداوار کو اہمیت دینا۔

(x) 16 لاکھ ایکڑ اراضی کو آب پاشی کی بہتر سہولتیں فراہم کرنا۔

(xi) بجلی کی پیداوار استعداد میں تین گنا اضافہ کرنا۔

(xii) پرائمری اسکولوں میں 10 لاکھ اور ثانوی اسکولوں میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ نئے بچوں کی تعلیم میں اضافہ کرنا اور کم از کم اسی قدر تعداد میں نئے بچوں کو تعلیم کی ترغیب دینا۔

(xiii) نجی بچتوں میں 5 فیصد سے 7 فیصد تک اضافہ کرنا۔

(xiv) اڑھائی لاکھ نئے مکان تعمیر کرنا۔

معاشی ترقی (Economic Development)

مقاصد کے اعتبار سے پہلا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ نہایت اچھا تھا لیکن بہت سی نمایاں وجوہات کی بناء پر اس کے ہدف پورے طور پر حاصل نہ ہوسکے۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ اس منصوبہ پر عملدرآمد دیر سے ہوا۔ 1955ء کے بجائے اس منصوبہ کا آغاز 1957ء سے کیا گیا۔ دیگر وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ ہوئی کہ اسی عرصہ کے دوران حکومت نے روپے کی بیرونی قدر کم کردی جس سے منصوبہ میں لگائے گئے تخمینے کسی حد تک ناقص ہوگئے۔ موسمی حالات کی خرابی اور سیم و تھور کی وجہ سے زمین کی تباہی بھی دیگر اہم وجوہات میں شامل تھیں۔ پہلے پنج سالہ منصوبہ کا جائزہ لینے سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

(i) قومی آمدنی میں 15 فیصد کے بجائے 11 فیصد اضافہ ہوا۔

(ii) فی کس آمدنی 7 فیصد کے بجائے صرف 3 فیصد تک بڑھ سکی۔ اس سلسلہ میں یہ نوٹ کرنا بھی ضروری ہے کہ ملک میں آبادی کے اضافہ کی شرح تقریباً 1.6 فیصد سالانہ رہی۔

(iii) پانچ سال کے عرصہ کے دوران جتنے افراد کام کرنے کے اہل ہوئے، ان میں سے 50 فیصد سے بھی کم کو روزگار مہیا کیا جاسکا۔

(iv) زرمبادلہ کمانے کے ہدف کو بھی حاصل نہ کیا جاسکا کیونکہ اس عرصہ کے دوران برآمدات کو نہ بڑھایا جاسکا، بلکہ اس کے برعکس درآمدات کی بعقدار میں اضافہ ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ توازن ادائیگی کافی خراب ہوگیا، یہاں تک کہ پہلے چار سالوں کے دوران توازن ادائیگی میں 24 کروڑ روپے کا خسارہ ہوا۔

(v) اناج کی پیداوار میں 9 فیصد اضافہ کے بجائے صرف 4 فیصد اضافہ ہوا۔

(vi) موسمی حالات کی خرابی کی وجہ سے اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر دیگر فصلوں کا پیداواری ہدف بھی حاصل نہ کیا جاسکا۔

(vii) اندرون ملک بچتوں کا جو ہدف مقرر کیا گیا تھا وہ بھی پورا نہ ہوسکا۔ ملکی بچتوں کی شرح مثلی 21 فیصد تک کم ہوگئی۔

(viii) صنعتی میدان میں البتہ کئی صنعتیں قائم ہوئیں جن میں کاغذ، نیوز پرنٹ، گتہ، کھاد اور کیمیائی اشیاء سے متعلق صنعتیں شامل تھیں۔

پہلے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران زرعی شعبہ میں حوصلہ بخش نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ ایندھن اور طاقتی وسائل کی پیداوار میں بھی مطلوبہ اہداف حاصل نہ کئے جاسکے سوائے قدرتی گیس کے جس کی پیداوار میں اضافہ ہوا البتہ بجلی کی پیداوار مقررہ اہداف کے مطابق حاصل کرلی گئی۔ صنعتی شعبہ کی کارکردگی قابل غور تھی۔ اس منصوبہ کے دوران ملک میں کئی نئی صنعتیں لگائی گئیں۔ نقل و حمل اور مواصلات کے میدان میں بھی نمایاں ترقی ہوئی۔ نئی سڑکیں تعمیر کی گئیں اور ریلوے لائنیں بچھائی گئیں۔ پہلا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ اگرچہ بیشتر میدانوں میں ناکام رہا لیکن اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس منصوبہ کے دوران تجربات کی بدولت نئی نئی سوچ اور انداز فکر نے جنم لیا جس سے آئندہ کے ترقیاتی منصوبہ جات کو تشکیل دینے میں مدد حاصل ہوئی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۳:۔ پاکستان میں دوسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبے کا آغاز کب ہوا؟ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف اور اس منصوبے کے دوران معاشی ترقی بیان کیجئے۔

جواب: دوسرا پنج سالہ منصوبہ (The Second Five Year Plan)

معاشی منصوبہ بندی کیلئے دوسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ جون 1960ء میں شروع کیا گیا۔ اس منصوبہ کے پروگرام میں اپریل 1961ء میں تبدیلی کی گئی اور یہ منصوبہ 1965ء تک جاری رہا۔ اس منصوبہ کے آغاز میں ترقیاتی منصوبوں پر کل 1900 کروڑ روپوں کی منظوری دی گئی تھی لیکن بعد میں اندازہ ہوا کہ اس منصوبہ کے دوران پاکستان میں ترقیاتی کاموں کی تکمیل کیلئے اس سے زیادہ رقم کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اپریل 1961ء میں اس منصوبہ میں تجدید کی گئی اور اخراجات کی رقم کو 1900 کروڑ روپے سے بڑھا کر 2300 کروڑ روپے کر دیا گیا جس میں سے 1240 کروڑ روپے سرکاری شعبے پر اور 380 کروڑ روپے نجی شعبہ پر خرچ کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ 1205 کروڑ روپے اندرونی ذرائع سے حاصل کئے جائیں گے جبکہ 1095 کروڑ روپے بیرونی ذرائع سے حاصل کئے جائیں گے۔

منصوبہ کے مقاصد اور اہداف (Objectives and Targets of the Plan)

دوسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) قومی آمدنی میں 24 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) فی کس آمدنی میں 12 فیصد اضافہ کرنا۔
(iii) فی کس آمدنی میں 10 فیصد اضافہ کرنا۔
(iv) غذائی خود کفالت کے حصول کیلئے غذائی اجناس کی پیداوار میں 21 فیصد اضافہ کرنا۔
(v) بڑی اور اوسط درجے کی صنعتوں کی پیداواری صلاحیت میں 14 فیصد تک اضافہ کرنا۔
(vi) پاکستان میں تقریباً 25 لاکھ نئے لوگوں کو روزگار فراہم کرنا تاکہ بے روزگاری کی شرح کو کم کیا جا سکے۔
(vii) قومی بچتوں کی شرح میں 6 فیصد سے 9 فیصد تک اضافہ کرنا۔
(viii) صنعت اور تجارت کے فروغ کیلئے ذرائع نقل و حمل اور ذرائع مواصلات کو ترقی یافتہ بنانا۔
(ix) زرعی پیداوار میں 14 فیصد اضافہ کرنا۔
(x) گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی پیداوار کو 25 فیصد تک بڑھانا۔
(xi) فنی، تعلیمی اور دیگر تعلیمی سہولیات میں اضافہ کرنے کیلئے اقدامات کرنا۔
(xii) آبادی میں اضافہ کی شرح کی روک تھام کیلئے خاندانی منصوبہ بندی کے نظام کی حوصلہ افزائی کرنا۔

معاشی ترقی (Economic Development)

دوسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ ملک کی اقتصادی ترقی کے لحاظ سے ایک منظم اور جامع منصوبہ تھا۔ اس منصوبہ کے مقاصد اور اہداف کو پورا کرنے کیلئے 23 ارب روپے کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اس رقم میں 12 ارب 40 کروڑ روپے سرکاری شعبہ اور 3 ارب 80 کروڑ روپے نیم سرکاری شعبہ جبکہ 6 ارب 80 کروڑ روپے نجی شعبہ میں خرچ کرنے کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ باوجود اس بات کے کہ دوسرے ترقیاتی منصوبہ میں بھاری صنعت کے قیام اور اس کی ترقی کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا گیا تھا نیز اس منصوبہ کیلئے غیر ملکی سرمائے اور امداد پر انحصار کیا جاتا تھا، اس منصوبہ کے تحت ملک کی معاشی ترقی کی رفتار خاصی تسلی بخش رہی۔ بعض شعبوں میں تو ترقی اس حد سے بھی زیادہ ہوئی جو منصوبہ بناتے وقت قائم کی گئی تھی۔ دوسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) قومی آمدنی میں 30 فیصد اضافہ ہوا جبکہ اس کا ہدف 24 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔
(ii) زرعی پیداوار میں 27 فیصد اضافہ ہوا۔
(iii) صنعتی پیداوار میں 62 فیصد اضافہ ہوا جبکہ اس کا ہدف 60 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔
(iv) برآمدات میں 7 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔
(v) اندرون ملک بچتوں میں اضافہ ہوا۔ منصوبہ کے اختتام پر بچتوں کا تناسب 9.5 فیصد تھا۔
(vi) تعلیمی شعبہ میں بھی نمایاں ترقی ہوئی اور نئے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے۔

(vii) بے روزگاری کی شرح 22.4 سے گھٹ کر 20.3 فیصد تک ہو گئی۔
(viii) بجلی کی پیداوار میں 880 میگاواٹ سے 1430 میگاواٹ کا اضافہ ہوا۔ 10.6 لاکھ ایکڑ اراضی کو زیر کاشت لایا گیا۔

دوسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ خاصی کامیابی سے ہمکنار ہوا بلکہ کئی شعبوں میں تو ترقی مقررہ حد سے بھی بڑھ گئی۔ اس منصوبہ میں زرعی شعبہ کی ترقی کو اولین ترجیح دی گئی دوسرے نمبر پر صنعت اور تیسرے نمبر پر مواصلات کی ترقی کو مدنظر رکھا گیا۔ پانی اور طاقتی وسائل، تعلیم و تربیت، انسانی وسائل اور سماجی بہبود کے ترقیاتی کاموں پر بھی وسائل کی دستیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے توجہ دی گئی۔ اس منصوبہ کی نمایاں ترین کامیابی معیشت کی ساخت میں تبدیلی تھی۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے نہ صرف ترقی کی رفتار تیز ہوئی بلکہ قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا۔ مجموعی لحاظ سے دوسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ بڑی حد تک کامیاب ثابت ہوا۔ اس منصوبہ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ اس کا آغاز مقررہ وقت پر کر دیا گیا تھا۔ اس منصوبہ کے دوران ملک میں سیاسی طور پر استحکام قائم رہا اور موسمی حالات بھی سازگار رہے۔ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران معیشت کے کئی شعبوں کی ترقی طے کردہ اہداف سے بڑھ گئی۔ پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی میں دوسرے پنج سالہ منصوبہ کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس منصوبہ کی تشکیل سے پہلے منصوبہ کی تمام خامیوں کو دور کیا گیا اور ملکی وسائل کا جائزہ لینے میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا۔ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کی کامیابی سے مزید حوصلہ افزائی ہوئی جو مستقبل کی منصوبہ بندی میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔

سوال نمبر۴:۔ پاکستان میں تیسرا پنج سالہ منصوبہ کب شروع کیا گیا؟ تیسرے پنج سالہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف اور اس منصوبے کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کو بیان کیجئے۔

جواب: تیسرا پنج سالہ منصوبہ (The Third Five Year Plan)

پاکستان میں تیسرا پنج سالہ منصوبہ 20 سالہ تناظری منصوبہ (1985ء - 1965ء) کے مطابق تیار کیا گیا۔ اس تناظری منصوبہ کے اہم اہداف میں قومی آمدنی میں 4 گنا اضافہ کرنا، تمام افرادی قوت کو روزگار فراہم کرنا، غیر ملکی امداد پر انحصار کم کرنا، نیز ملک کے مختلف حصوں میں فی کس آمدنی کے تفاوت کو ختم کرنا شامل تھے۔ یہ منصوبہ 1965ء میں شروع کیا گیا اور یہ 1970ء تک جاری رہا۔ اس منصوبہ کیلئے کل 52 ارب روپے مختص کئے گئے۔ ان میں سے 30 ارب روپے سرکاری شعبہ جات کیلئے جبکہ 22 ارب روپے نجی شعبہ کیلئے رکھے گئے۔

منصوبہ کے مقاصد اور اہداف (Objectives and Targets of the Plan)

تیسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) ملکی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور قومی پیداوار میں 37 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) زرعی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور اس میں 5 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔ اس شعبہ کی ترقی کیلئے مختلف سہولیات مہیا کرنا۔
(iii) صنعتی ترقی کی شرح میں 13 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ کرنا۔
(iv) 55 لاکھ افراد کو روزگار فراہم کرنا۔
(v) زرعی شعبہ میں بہتر نتائج کے حصول کیلئے اس شعبہ میں بنیادی تبدیلیوں کو متعارف کرانا۔
(vi) زرمبادلہ میں اضافہ کر کے ادائیگیوں کے توازن میں استحکام پیدا کرنا۔
(vii) آبادی میں اضافہ کو روکنے کیلئے اقدامات کرنا اور خاندانی منصوبہ بندی پر 70 کروڑ روپے خرچ کرنا۔
(viii) معاشرے کی فلاح و بہبود کے حصول کیلئے کئی اقدامات کرنا۔

تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران پاکستان کی معیشت میں کئی طرح کے مسائل پیدا ہو گئے۔ مغربی پاکستان میں سیلاب، سمندری طوفان اور سخت ترین خشک سالی کے حالات پیدا ہوئے۔ ستمبر 1965ء میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ ان تمام حالات کا جائزہ لیتے ہوئے تیسرے پنج سالہ منصوبہ کی تجدید کی گئی اور ترقیاتی پراجیکٹوں کیلئے مختص کئے گئے فنڈز میں اضافہ کیا گیا لیکن تیسرا پنج سالہ منصوبہ اپنے مطلوبہ اہداف حاصل نہ کر سکا۔ تیسرے پنج سالہ منصوبہ کی ناکامی کی مندرجہ ذیل وجوہات تھیں۔

(i) پاکستان اور بھارت کے درمیان ستمبر 1965ء میں جنگ چھڑ گئی جو 17 روز تک جاری رہی۔
(ii) پاکستان کو بیرونی امداد بروقت دستیاب نہیں ہوئی۔
(iii) پاکستان کو بیرونی قرضے کم مقدار میں دستیاب ہوئے۔
(iv) 1967ء میں مشرقی پاکستان سمندری طوفان کی وجہ سے بڑے پیمانہ پر تباہی ہوئی۔
(v) 1968ء سے 1969ء تک حکومت کے خلاف زبردست احتجاج اور ہڑتالیں ہوئیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(vi) ملک میں سیاسی عدم استحکام کی بدولت معاشی سرگرمیاں معطل ہو کر رہ گئیں۔

(vii) بین الاقوامی منڈی میں پاکستان کی برآمدات پر پابندی عائد کر دی گئی۔

معاشی ترقی (Economic Development)

تیسرا پنج سالہ منصوبہ پورے طور پر کامیاب نہ ہو سکا اور بیشتر شعبوں میں مقررہ اہداف حاصل نہ کیے جا سکے۔ دراصل نامساعد حالات نے ابتداء سے ہی تیسرے پنج سالہ منصوبہ کو گھیر لیا۔ ابتدائی دو سالوں میں زبردست خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے فصلیں بری طرح سے متاثر ہوئیں۔ 1965ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کی وجہ سے دفاعی اخراجات بڑھ گئے اور ترقیاتی اخراجات کیلئے مجوزہ وسائل میں کمی واقع ہو گئی۔ غیر ملکی امداد میں بھی 27 فیصد کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ زرعی ترقی میں کمی ہوئی، اندرون ملک حالات بگاڑ کا شکار ہو گئے جس کی وجہ سے صنعتی پیداوار پر برا اثر پڑا۔ تیسرا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ مطلوبہ نتائج کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس منصوبہ کو مجوزہ حقیقی وسائل اور سازگار حالات میسر نہ آ سکے۔ تیسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران معاشی ترقی کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) خام ملکی پیداوار میں 22 فیصد تک اضافہ ہوا جبکہ اس کا ہدف 3 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔

(ii) زرعی شعبہ میں ترقی کی شرح 6.1 فیصد رہی جبکہ منصوبہ میں اس کا ہدف 5 فیصد مقرر کیا گیا تھا لیکن زرعی ترقی کی رفتار اوسطاً 4.5 فیصد سالانہ رہی۔

(iii) سرمایہ کاری کی شرح میں تقریباً 4 فیصد کمی واقع ہوئی۔

(iv) 55 لاکھ لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہ کیے جا سکے۔

(v) منصوبہ کیلئے غیر ملکی امداد کے دو ارب روپے وصول نہیں ہوئے اسی لئے کئی ترقیاتی پراجیکٹ مکمل نہ کیے جا سکے۔ صنعتی میدان میں ترقی صرف 9 فیصد ہوئی حالانکہ اس کا ہدف 13 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔

تیسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران سڑکوں کے ذریعہ نقل و حمل کے میدان میں ترقی اطمینان بخش رہی۔ اس منصوبہ کے دوران کراچی اور حیدرآباد کے درمیان 90 میل لمبی سپر ہائی وے کی تعمیر مکمل ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں اندرون ملک آبی ذرائع نقل و حمل کی شاہراہ ترقی ہوئی۔ اس منصوبہ کے دوران پاکستان میں تقریباً 2500 نئے ڈاک خانے قائم کیے گئے۔

سوال نمبر5:۔ پاکستان میں چوتھا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کب شروع کیا گیا؟ چوتھے پنج سالہ منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف اور اس منصوبہ کے دوران ہونے والی معاشی ترقی بیان کیجئے۔

جواب: چوتھا پنج سالہ منصوبہ (The Fourth Five Year Plan)

پاکستان میں معاشی ترقی کیلئے چوتھا پنج سالہ منصوبہ یکم جولائی 1970ء کو تشکیل دیا گیا اور اس کی تکمیل کیلئے عرصہ 30 جون 1975ء مقرر کیا گیا۔ اس منصوبہ کیلئے 75 ارب روپے کی رقم مختص کی گئی تھی۔ ان میں سے 49 ارب روپے سرکاری شعبہ جات کیلئے اور 26 ارب روپے نجی شعبوں کیلئے رکھے گئے تھے۔

منصوبہ کے مقاصد اور اہداف (Objectives and Targets of the Plan)

چوتھے پنج سالہ منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) معاشی ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنا اور قومی پیداوار میں 6.5 فیصد شرح سالانہ سے اضافہ کرنا۔

(ii) 75 لاکھ نئے افراد کیلئے روزگار کے مواقع پیدا کرتے ہوئے ملک میں بے روزگاری کو کم کرنا۔

(iii) ملک کے مختلف حصوں کے مابین فی کس آمدنی کے فرق کو کم کرنا۔

(iv) غذائی اجناس کی پیداوار میں 75 لاکھ ٹن کا اضافہ کرنا۔

(v) برآمدات میں 8.5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ کرنا۔

(vi) صحت عامہ کی سہولیات بہتر بنانے کیلئے اقدامات کرنا۔

(vii) غیر ملکی امداد پر انحصار میں تخفیف کرنا۔

(viii) 90 فیصد آبادی کو ٹیلی ویژن کی تفریحی نشریات کی سہولیات فراہم کرنا اور تعلیمی ٹیلی ویژن نشریات کی سہولیات متعارف کرانا۔

(ix) معاشی اشیاء کی پیداوار میں ترقی اور دفاعی صنعتوں کے استحکام کے ذریعہ خود انحصاری کی جانب قدم بڑھانا اور مشینوں کی پیداوار میں اضافہ کرنا۔

(x) بیماریوں کی روک تھام کیلئے اقدامات کرنا اور ملک میں تعلیمی نظام اور خاندانی منصوبہ بندی کے نظام کو ترقی دینا۔

منصوبہ کی تنسیخ (Canceliation of the Plan)

چوتھا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ دراصل 20 سالہ طویل المیعاد تناظری منصوبہ (1985ء - 1965ء) کا ایک حصہ تھا۔ چوتھا پنج سالہ منصوبہ بھی نامساعد حالات کا شکار ہوا اور اس پر 1971ء کی پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجہ سے عمل درآمد نہ کیا جا سکا۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر ایک آزاد ملک بنگلہ دیش بن گیا۔ یہ منصوبہ چوں کہ پاکستان کے دونوں حصوں کیلئے تیار کیا گیا تھا اس لئے ڈیڑھ سال بعد اس منصوبہ کی تنسیخ کرنا پڑی۔ اس وقت پاکستان میں کئی طرح کے سیاسی اور معاشی مسائل موجود تھے اس لئے کوئی دوسرا پانچ سالہ منصوبہ تیار نہ کیا جا سکا اور ماہرین نے فیصلہ کیا کہ پانچ سالہ منصوبہ کے بجائے سال بہ سال تکمیل المیعاد منصوبہ بندی کو اختیار کیا جائے۔ اس طرح چوتھے پنج سالہ منصوبہ کو سالانہ ترقیاتی پروگرام میں تبدیل کر دیا گیا۔ پہلا سالانہ ترقیاتی پروگرام جولائی 1972ء کو تیار ہوا اور سالانہ ترقیاتی پروگراموں کی یہ پالیسی 1978ء تک جاری رہی۔

سوال نمبر6:۔ پاکستان میں سالانہ ترقیاتی پروگرام جو 1972ء سے 1978ء تک جاری رہا کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کا جائزہ لیجئے۔

جواب: سالانہ ترقیاتی پروگرام (The Annual Development Programme)

جب پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ پاکستان کی معاشی ترقی کیلئے اقدامات پانچ سالہ معاشی منصوبہ کے بجائے سالانہ ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے حاصل کرنا ممکن ہے۔ معاشی ماہرین سے مشوروں کے بعد جولائی 1972ء میں سالانہ ترقیاتی پروگرام متعارف کرائے گئے جو 1978ء تک جاری رہے۔

سالانہ ترقیاتی پروگرام کے مقاصد (Objectives of Annual Development Programme)

سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بنیادی مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) لوگوں کا معیار زندگی بہتر بنانا۔

(ii) سماجی خدمات اور عوامی فلاح و بہبود کیلئے اقدامات کرنا۔

(iii) ملک میں دولت کی مساوی تقسیم کیلئے اقدامات کرنا۔

(iv) نئی ملازمتوں کیلئے مواقع فراہم کرنا۔

(v) ملک کے کم ترقی یافتہ علاقوں کے حالات کو بہتر بنانا اور انہیں ترقی یافتہ بنانا۔

(vi) غذائی خود کفالت کے حصول کی طرف توجہ دینا۔

(vii) پیداواری شعبوں کی صلاحیت میں اضافہ کرنا۔

حکومت کے اقدامات (Steps of the Government)

حکومت نے ماضی کے مشاہدات اور تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسیاں وضع کیں۔ حکومت کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ معاشی ترقی کیلئے نجی شعبہ کے مقابلہ میں سرکاری شعبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ حکومت نے سرکاری شعبہ کو ترقی دینے کیلئے درج ذیل اقدامات کئے۔

(i) کئی صنعتی اکائیوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

(ii) 1972ء کے انتظامی اجنبسی کے نظام کا خاتمہ کر دیا گیا۔

(iii) زرعی اصلاحات، مزدور اصلاحات اور انتظامی اصلاحات کو یکے بعد دیگرے نافذ کیا گیا۔

(iv) کرنسی کی مقدار میں 125 فیصد تک کی کر دی گئی۔

(v) بونس اور واؤچر اسکیموں کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

اس دوران عالمی منڈی میں معدنی تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا اور پاکستان میں افراط زر کی صورتحال پیدا ہو گئی یہ صورتحال پاکستان کی معیشت کیلئے بہت خراب ثابت ہوئی اور اس دوران درآمدات اور برآمدات کا توازن پاکستان کے حق میں نہیں رہا۔

کامیابی اور ناکامی (Success and Failure)

سالانہ ترقیاتی پروگرام کی کامیابی اور ناکامی کا جائزہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔

(i) 1972ء سے 1977ء تک خام ملکی پیداوار (GDP) کی شرح 3.1 فیصد سالانہ رہی۔

(ii) آبادی میں اضافہ کی شرح 3 فیصد سالانہ رہی اس لئے فی کس آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

(iii) زراعت اور صنعت میں افزائش کی شرح بمشکل 2 فیصد سالانہ رہی۔

(iv) ملک میں افراط زر کی بدولت برآمدات میں اضافہ کی شرح 9 فیصد سالانہ رہی۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(v) توازن ادائیگی غیر موافق رہا۔
(vi) ملک میں اندرونی پختوں کی شرح کم ہو کر 13 فیصد رہ گئی اور افراط زر کی شرح 18 فیصد رہی۔

5 جولائی 1977ء جنرل محمد ضیاء الحق کی فوجی انقلاب نے پاکستان میں ایک مرتبہ پھر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

(i) کپاس، چاول اور آٹے کی ملیں جو ان کے مالکان کو واپس لوٹا دی گئیں۔
(ii) نجکاری کے عمل کا آغاز کر دیا گیا۔
(iii) نکی پیداوار پر اثر انداز ہوئے تمام مالی بے قاعدگیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

سوال نمبر 7:۔ پانچویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبے کے مقاصد اور اہداف بیان کیجئے۔ پاکستان میں پانچواں پنج سالہ منصوبہ کب شروع کیا گیا؟ اس منصوبہ کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کو بیان کیجئے۔

جواب: پانچواں پنج سالانہ منصوبہ (The Fifth Five Year Plan)

پاکستان میں پانچواں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ یکم جولائی 1978ء کو شروع کیا گیا اور یہ جون 1983ء کو مکمل ہوا۔ اس منصوبہ کے دوران ترقیاتی اخراجات کیلئے 21 ارب 22 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔ ان میں سے 12 ارب 82 کروڑ روپے سرکاری شعبہ جات کیلئے، 6 ارب 20 کروڑ روپے نجی شعبہ کیلئے جبکہ 2 ارب روپے سالانہ ترقیاتی پروگرام کیلئے مختص کئے گئے۔

منصوبہ کے مقاصد اور اہداف (Aims and Objectives of the Plan)

پانچویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے بنیادی مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل تھے۔

(i) قومی آمدنی میں 7.2 فیصد اور فی کس آمدنی میں 4.2 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) زرعی پیداوار میں 6 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(iii) صنعتی پیداوار میں 10 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(iv) سرمایہ کاری کی شرح میں 10.6 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(v) افراط زر کی شرح کو 1.6 فیصد کم کرنا۔
(vi) اندرون ملک بچتوں کی شرح میں 13.6 فیصد سے 16 فیصد اضافہ کرنا۔
(vii) برآمدات میں 11 فیصد سالانہ اضافہ کرنا اور درآمدات کی شرح کو 6.3 فیصد سالانہ کرنا۔
(viii) 42 لاکھ افراد کو روزگار کیلئے نئے مواقع فراہم کرنا۔
(ix) پسماندہ علاقوں خصوصاً بلوچستان کی ترقی کیلئے حکمت عملی کو اپنانا۔
(x) شہری اور دیہی علاقوں میں صحت، تعلیم، پینے کا پانی اور ٹرانسپورٹ کی سہولیات مہیا کرنا۔
(xi) دیہی علاقہ جات میں بجلی کی فراہمی کیلئے اقدامات اختیار کرنا۔
(xii) پاکستان میں زکوٰۃ کے نظام کو ترقی دینا۔

پانچویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران روسی افواج نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور اسی وجہ سے 2 لاکھ سے زیادہ افغان پناہ گزین 1979ء میں پاکستان آن پہنچے۔ ان حالات میں پاکستان کیلئے ضروری ہو گیا کہ وہ اپنے دفاعی بجٹ میں اضافہ کرے اس کے باوجود یہ پنج سالہ منصوبہ اپنے اہداف پورے کرنے میں کامیاب رہا۔

معاشی ترقی (Economic Development)

پانچواں پنج سالہ منصوبہ جون 1983ء کو اختتام پذیر ہوا۔ اس مدت کے دوران میں بین الاقوامی حالات کافی مخدوش تھے۔ ترقی پذیر ممالک بالخصوص ان ناسازگار بین الاقوامی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پاکستان بھی ان حالات سے نہ بچ سکا۔ اس کے باوجود یہ منصوبہ بعض جہتوں میں کامیاب رہا۔ اس منصوبہ کے دوران معاشی ترقی کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) ناسازگار حالات کے باوجود 6 فیصد سالانہ اضافے کی شرح کو برقرار رکھا جا سکا۔

(ii) صوبہ بلوچستان میں ترقیاتی اخراجات کے ضمن میں پانچ گنا اضافہ ہوا۔
(iii) اس منصوبہ کے دوران دیہی علاقوں کی ترقی کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔
(iv) کم از کم 20 فیصد نادار، مفلوک الحال لوگوں کو نظام زکوٰۃ کی بدولت معاشی اعانت ملی۔ سماجی، معاشرتی انصاف کی طرف یہ ایک بڑا قدم تھا۔
(v) خوراک میں خود کفالت حاصل کر لی گئی۔
(vi) افراط زر میں پانچ سال قبل کی شرح 16 فیصد سے کم ہو کر صرف 5 فیصد رہ گئی۔
(vii) ملک کے کم ترقی یافتہ علاقوں میں ترقی کی رفتار بہتر ہوئی۔
(viii) صنعتی پیداوار میں 9 فیصد سالانہ اضافہ ہوا۔
(ix) مقامی صنعتوں میں اضافے کیلئے چھوٹی صنعتوں کو مراعات، چھوٹ اور دیگر معاونت فراہم کی گئی۔
(x) اس منصوبہ کے تحت جتنے دیہاتوں کو بجلی فراہم کی گئی ان کی تعداد اس سے قبل کے 30 سالوں سے زیادہ تھی۔

سوال نمبر 8:۔ پاکستان میں چھٹے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کا آغاز کب ہوا؟ اس منصوبہ کے اغراض و مقاصد بیان کیجئے اور اس منصوبہ کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کا ایک جائزہ لیجئے۔

جواب: چھٹا پنج سالہ منصوبہ (The Sixth Five Year Plan)

چھٹا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ پاکستان میں جولائی 1983ء کو شروع کیا گیا اور یہ منصوبہ 1988ء تک جاری رہا۔ چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے دوران ترقیاتی اخراجات کیلئے مجموعی طور پر 4 ارب 95 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔ ان میں سے 2 ارب 95 کروڑ روپے سرکاری شعبہ جات کیلئے اور 2 ارب روپے نجی شعبہ کیلئے مختص کئے گئے۔ اس منصوبہ کے دوران یہ فیصلہ کیا گیا کہ بیرون ملک سے سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے گا۔

منصوبہ کے اغراض و مقاصد (Aims and Objectives of the Plan)

چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

(i) خام قومی پیداوار (GNP) میں 6.5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ کرنا۔
(ii) 88 فیصد دیہی آبادی کو بجلی کی فراہمی ممکن بنانا۔
(iii) سیم اور تھور سے متاثرہ زمینوں پر کاشتکاری کیلئے کوششیں کرنا۔
(iv) فی خاندان آمدنی میں 900 روپے اضافہ کرنا۔
(v) خواندگی کی شرح میں 26 فیصد سے 50 فیصد تک اضافہ کرنا۔
(vi) زرعی پیداوار میں 9 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(vii) صنعتی پیداوار میں 5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ کرنا۔
(viii) غیر ملکی امداد پر انحصار میں 25 فیصد سے 19 فیصد تخفیف کرنا۔
(ix) پسماندہ علاقوں کی ترقی کیلئے خصوصی پروگراموں کا آغاز کرنا۔
(x) دیہاتوں میں سڑکوں کا جال بچھا کر انہیں شہری منڈیوں کے ساتھ منسلک کرنا۔
(xi) منصوبہ کے تحت تعلیم اور صحت کے شعبوں کو ترجیح دینا۔
(xii) زکوٰۃ اور نظام عشر کے توسط سے 15 لاکھ سے زیادہ مستحقین کی مالی اعانت کرنا۔

معاشی ترقی (Economic Development)

پاکستان میں اس منصوبہ کے دوران سرکاری شعبہ اور نجی شعبہ کے درمیان تعاون کی ایک فضا قائم ہوئی۔ اس منصوبہ کے دوران 1985ء سے 1988ء کے عرصہ میں وزیر اعظم محمد خان جونیجو کے پانچ نکاتی پروگرام کا اطلاق ہوا جس کے تحت دیہی علاقوں کی ترقی کی طرف خصوصی طور پر توجہ دی گئی۔ سماجی شعبہ میں صحت عامہ اور تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی اور صنعتی سرمایہ کاری میں بھی نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے دوران معاشی ترقی کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) خام قومی پیداوار (GNP) میں مجموعی طور پر 6.6 فیصد کی شرح سے اضافہ ہوا جبکہ اس کا ہدف 6.5 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(ii) زرعی شعبہ میں ترقی کی رفتار 2.3 فیصد رہی جبکہ اس کا ہدف 3.6 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔ ادنیٰ درجہ کی فصلوں کی پیداواری شرح مقرر کردہ ہدف 7 فیصد کے مقابلہ میں 5 فیصد رہی۔

(iii) صنعتی شعبہ میں افراٹش کی شرح 7.7 فیصد حاصل ہوئی جبکہ منصوبہ اس کا ہدف 9 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔

(iv) بکلی کی پیداوار میں 13.6 فیصد اضافہ ہوا، کوئلہ کی پیداوار میں 11.80 فیصد اضافہ ہوا، پیٹرولیم اور اس کی مصنوعات کی پیداوار میں 8.5 فیصد اضافہ ہوا اور قدرتی گیس کی پیداوار میں 6.5 فیصد اضافہ ہوا۔

(v) بالخصوص دیہی علاقوں میں 11,905 کلومیٹر لمبی سڑکیں تعمیر کی گئیں جبکہ سڑکوں کی تعمیر کیلئے ہدف 15,000 کلومیٹر مقرر کیا گیا تھا۔

(vi) درآمدات 6 فیصد سالانہ رہیں جبکہ برآمدات میں 11 فیصد سالانہ اضافہ ہوا۔

(vii) صرف 16525 دیہات کو بجلی فراہم کی جا سکی جبکہ منصوبہ اس کا ہدف 22500 دیہات مقرر کیا گیا تھا۔

(viii) صحت عامہ کی خدمات میں منصوبہ کی مدت کے دوران 1803 صحت کے بنیادی یونٹس قائم کئے گئے جبکہ منصوبہ میں 2600 یونٹس کے قیام کا ہدف طے کیا گیا تھا۔ 975 صحت کے مراکز کے ہدف کے مقابلہ میں 194 صحت کے مراکز قائم کئے گئے۔ شہروں اور دیہی علاقوں میں ایک بڑی تعداد میں ڈاکٹروں کی تعیناتی کی گئی۔

(ix) منصوبہ کے دوران سرکاری اور نجی شعبہ کے زیر انتظام 12,000 نئے پرائمری اسکول قائم کئے گئے۔ ان کے علاوہ 17,000 مسجد اسکول بھی قائم کئے گئے۔

(x) 1982-83ء کے دوران افراط زر کی شرح 8.8 فیصد تھی جو 88-1987ء کے دوران کم ہو کر 6 فیصد رہ گئی۔

سوال نمبر9:۔ پاکستان میں ساتواں پنج سالہ منصوبہ کی شروع کیا گیا؟ اس منصوبہ کے اغراض و مقاصد اور اس کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کا بیان کیجئے۔

جواب: ساتواں پنج سالہ منصوبہ (The Seventh Five Year Plan)

ساتواں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ یکم جولائی 1988ء کو شروع کیا گیا۔ اس منصوبہ کا اختتام 30 جون 1993ء کو ہوا۔ مالیاتی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ترقیاتی اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے 660.2 بلین روپوں کی منظوری دی گئی۔ ان میں سے 350 بلین روپے سرکاری شعبہ کیلئے جبکہ 292 بلین روپے نجی شعبہ کیلئے مختص کئے گئے۔ 1988ء کے عام انتخابات کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت قائم ہوئی۔ حکومت نے سرکاری شعبہ کو مختص کی گئی رقم میں کمی کر دی اور اس طرح سرکاری شعبہ کی ترقی کیلئے 322.90 بلین روپے مختص کئے گئے

منصوبہ کے اغراض و مقاصد (Aims and Objectives of the Plan)

ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہے۔

(i) خام ملکی پیداوار (GDP) میں 6.5 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

(ii) فی کس آمدنی میں 356 روپے سالانہ اضافہ کرنا۔

(iii) زرعی پیداوار میں 4.7 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

(iv) سرمایہ کاری میں 9.1 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

(v) روزگار کے مواقع فراہم کرنا تاکہ کم از کم تعلیم یافتہ افراد بیروزگاری کا شکار نہ ہوں۔

(vi) قومی خود انحصاری کے اصول کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان کی معیشت کے تمام شعبوں کو مستحکم کرتے ہوئے غیر ملکی امداد پر انحصار میں تخفیف کرنا۔

(vii) معیشت میں تبدیلی کرتے ہوئے نجکاری کے عمل سے نجی شعبہ کی سرمایہ کاری کو ترقی دینا۔

(viii) بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، رہائش، صحت، تعلیم اور دیہی و شہری سہولیات کو ترجیحی بنیادوں پر فراہم کرنا۔

(ix) متوازن بجٹ کا حصول اختیار کرنا تاکہ حکومت کے مالیات اور اخراجات میں ضرورت کے مطابق ردوبدل ممکن ہو سکے۔

(x) صنعتی، تجارتی اور مبادلاتی شرح کی پالیسیوں کے ذریعے توازن ادائیگی کو موافق بنانا اور پاکستان کی برآمدات کو فروغ دینا۔

(xi) مستحکم زری پالیسی متعارف کرتے ہوئے افراط زر پر قابو پانا۔

(xii) انسانی وسائل کی ترقی خصوصاً محنت کش طبقہ کی تعلیم اور تربیت کی طرف توجہ دینا۔

(xiii) پاکستان کے تمام خطوں میں صنعتی شعبہ کو ترقی یافتہ بنانا۔

(xiv) 10 لاکھ سے زیادہ نئے ٹیلی فون کنکشن فراہم کرنا۔

(xv) خواتین اور نوجوانوں کی فلاح و بہبود کے پروگرام متعارف کرانا۔

معاشی ترقی (Economic Development)

ساتویں پنج سالہ منصوبہ کی کامیابی اگرچہ اس کے اہداف اور ترجیحات کے مقابلہ میں کمی رہی لیکن اس منصوبہ نے سرکاری اور نجی شعبہ کے درمیان تعاون کی نئی راہ کھول دی۔ معیشت کے تمام شعبوں کے باہمی استحکام اور تعاون کیلئے پالیسیاں وضع کی گئیں۔ زرعی اور صنعتی شعبوں کی ترقی کیلئے پروگرام تشکیل دیئے گئے۔ اس منصوبہ کے دوران ہونے والی معاشی ترقی کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) خام ملکی پیداوار (GDP) میں 5 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہوا جبکہ اس کا ہدف 6.5 فیصد سالانہ مقرر کیا گیا تھا۔

(ii) سرمایہ کاری کے نتائج حوصلہ بخش برآمد ہوئے۔ خام ملکی سرمایہ کاری کا ہدف 660.2 بلین روپے مقرر کیا گیا تھا لیکن نجی شعبہ کی سرمایہ کاری کی بدولت سرمایہ کاری کا حجم درحقیقت 682.0 بلین روپے ہو گیا اور اس طرح مقررہ ہدف کے مقابلہ میں 19.6 فیصد اضافہ ہوا۔

(iii) زرعی شعبہ میں ترقی کی رفتار 3.8 فیصد رہی جبکہ منصوبہ میں اس کا ہدف 4.7 فیصد مقرر کیا گیا تھا۔

(iv) اس منصوبہ کے دوران 3.122 ملین لوگوں کیلئے روزگار کے نئے مواقع پیدا کئے جا سکے جبکہ منصوبہ میں اس کا ہدف 6.1 ملین مقرر کیا گیا تھا۔

(v) اس منصوبہ کے دوران 4201 نئے پرائمری اسکول کھولے گئے اور 2600 لول اسکولوں کو سیکنڈری اسکولوں کا درجہ دے دیا گیا۔

(vi) اس منصوبہ کے دوران تقریباً 700,000 نئے گیس کنکشن فراہم کئے گئے۔ 17447 دیہاتوں کو بجلی فراہم کی گئی جبکہ منصوبہ کا ہدف 10336 دیہات مقرر کیا گیا تھا۔

(vii) دیہی علاقوں سے شہری منڈی تک تقریباً 9000 کلومیٹر لمبی سڑکیں تعمیر کی گئیں جبکہ منصوبہ اس کا ہدف 8500 کلومیٹر مقرر کیا گیا تھا۔

(viii) تقریباً 1,12800 نئے ٹیلی فون کنکشن فراہم کئے گئے اور اس سلسلہ میں نمایاں ترین کامیابی حاصل ہوئی جس کا تناسب 48.1 فیصد تھا۔

(ix) 1660 بنیادی صحت عامہ کے یونٹس قائم کئے گئے جبکہ منصوبہ میں اس کا ہدف 1882 یونٹس کا قیام مقرر کیا گیا تھا۔ 16.8 ملین بچوں کو بیماشی ٹیکے لگائے گئے۔

(x) اس منصوبہ نے دوران سماجی فلاح و بہبود کے 300 ادارے قائم کئے گئے۔

سوال نمبر10:۔ پاکستان میں آٹھواں پنج سالہ منصوبہ کب شروع کیا گیا؟ اس منصوبہ کے اغراض و مقاصد اور اہداف بیان کیجئے۔ پاکستان کے دس سالہ تناظری منصوبہ کا مختصر تعارف پیش کیجئے۔

جواب: آٹھواں پنج سالہ منصوبہ (The Eight Five Year Plan)

پاکستان میں آٹھواں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ پندرہ سالہ تناظری منصوبہ (2008ء - 1993ء) کا حصہ تھا۔ اس منصوبہ کا آغاز 1993ء میں کیا گیا اور اس کی تکمیل کا عرصہ 1998ء تک تھا۔ اس منصوبہ کیلئے 1705 بلین کی بھاری رقم مختص کی گئی۔ اس میں سے 752.1 بلین روپے سرکاری شعبہ کیلئے جبکہ 948.4 بلین روپے نجی شعبہ کیلئے مختص کئے گئے۔ یہ منصوبہ مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں کی مشاورت سے تشکیل دیا۔ یہ منصوبہ 28 تکنیکی کمیٹیوں کی مشاورت، فراہم کردہ معلومات اور تخمین کی بنیاد پر تیار کیا گیا۔ ان کمیٹیوں میں سرکاری اور نجی شعبہ کی طرف سے 2500 سے زیادہ ماہرین شامل تھے۔

منصوبہ کے اغراض و مقاصد (Aims and Objectives of the Plan)

آٹھویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل تھے۔

(i) خام ملکی پیداوار (GDP) میں 40 فیصد اور فی کس آمدنی میں 22 فیصد اضافہ کرنا۔

(ii) 6.2 ملین روزگار کے نئے مواقع پیدا کر کے روزگار کی سطح کو بہتر بنانا۔

(iii) بجٹ کا خسارہ 7 فیصد سے کم کر کے 4 فیصد سے بھی کم کرنے کے اقدامات کرنا۔

(iv) خوراک، توانائی، سرکاری مالیات اور بیرونی ادائیگیوں میں زیادہ سے زیادہ خود انحصاری کے حصول کو یقینی بنانا۔

(v) ملک میں مالیاتی اور انتظامی ساخت کو بہتر بنانا۔

(vi) زرعی پیداوار میں 4.9 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

(vii) صنعتی پیداوار میں 9.9 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

(viii) آبادی میں اضافہ کی شرح کو 2.9 فیصد سے کم کر کے 2.7 فیصد کرنا۔

(ix) خواندگی کی شرح کو 35 فیصد سے بڑھا کر 48 فیصد کرنا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(x) 80 فیصد شہری اور 31.5 فیصد دیہی علاقوں کو نکاسی آب کی سہولیات مہیا کرنا۔

(xi) ہر یونین کونسل کی سطح پر بنیادی صحت کی خدمات فراہم کرنا۔

(xii) 70.5 فیصد دیہی آبادی اور 95 فیصد شہری آبادی کو پینے کا صاف پانی فراہم کرنا۔

(xiii) ماحول کو بہتر بنانا اور قومی سطح پر ماحول کی بقاء کا پروگرام تشکیل دینا۔

(xiv) قومی پنجوں کی شرح کو 15.8 فیصد سے بڑھا کر 19.9 فیصد کرنا۔

(xv) مائوں اور بچوں کو دائمی تیکوں کی مکمل سہولیات فراہم کرنا۔

آٹھویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے اختتام پر خام ملکی پیداوار (GDP) میں 175 فیصد اضافہ کرنا مقصود قرار دیا گیا چوں کہ اس منصوبہ کی مدت 15 سال ہے اس لئے یہ توقع رکھی گئی کہ ہر سال قومی آمدنی میں 11.6 فیصد اضافہ ہوگا۔ یاد رہے کہ معاشی ترقی کے عمل کو تیز کر کے ہی قومی آمدنی میں اضافہ ممکن ہے اور اس کے بعد ہی فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آبادی کی بڑھتی ہوئی موجودہ شرح کو کم کرنے کیلئے اس کا ہدف 2.3 فیصد سالانہ مقرر کیا گیا تا کہ عوام کے معیار زندگی کو بلند کیا جا سکے۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی شرح خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی کے ثمرات کو ہڑپ کر جاتی ہے لہٰذا آبادی کی شرح کو کم کرنا آٹھویں ترقیاتی منصوبہ کا اہم ترین مقصد تھا۔ صنعتی شعبہ میں کل قومی پیداوار (GNP) میں موجود 18 فیصد سطح کو بڑھا کر 25 فیصد تک متعین کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سرمایہ کاری کی کل پیداوار کی موجودہ شرح 19.7 فیصد سے بڑھا کر کل پیداوار کا 32.8 فیصد تک حاصل کرنے کا ہدف مقرر کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی طے کیا گیا کہ قومی پنجوں کی موجود شرح کو 75 فیصد سے بڑھا کر 100 فیصد تک لایا جائے گا۔ معاشی ترقی کے عمل کو تیز کرنے کیلئے قومی پنجوں کی شرح کو بلند کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ سرمایہ کاری کا انحصار بچت کی سطح پر ہوتا ہے۔ دونوں میں اضافہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ معاشی ترقی کا عمل تیز ہونے کی وجہ سے صنعتی شعبہ کا حصہ قومی پیداوار میں زراعت کے مقابلہ میں بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ عمل معاشی ترقی کی رفتار کی بناء پر شروع ہو چکا ہے۔ آٹھویں ترقیاتی منصوبہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے صنعتی شعبہ کا قومی پیداوار میں حصہ بڑھا متعین کیا گیا۔ آٹھویں ترقیاتی منصوبہ میں 20 لاکھ افراد نے روزگار کیلئے نئی آسامیاں پیدا کرنے کا ہدف بھی مقرر کیا گیا۔ بے روزگار افراد کو روزگار کی فراہمی ایک اچھا مقصد ہے۔ بے روزگاری معاشرے میں مختلف قسم کے سماجی فسادات کو جنم دیتی ہے۔ خاص طور پر پڑھے لکھے افراد کی معیشت کے مختلف شعبوں میں کھپت ضروری ہے۔

پاکستان میں موجودہ خواندگی کی شرح 45 فیصد ہے۔ مردوں کی شرح خواندگی 55.6 فیصد جبکہ خواتین کی شرح خواندگی 32.6 فیصد ہے۔ آٹھویں ترقیاتی منصوبہ میں خواندگی میں اضافہ کی شرح 87 فیصد مقرر کی گئی ہے۔ یہ درست سمت میں ایک درست قدم ہے۔ شرح خواندگی کو بلند کئے بغیر کوئی بھی ملک زندگی کے کسی بھی شعبہ میں خاطر خواہ ترقی نہیں کر سکتا۔ ملک کے تمام عوام کو بنیادی سہولیات فراہم کرنا، تمام آبادی کو صاف ستھرا پانی پینے کی سہولت بہم پہنچانا، دیہی علاقوں کو شہری علاقوں سے ملانے والی چھوٹی سڑکوں کی تعمیر، ملک کے تمام دیہی علاقوں کو بجلی فراہم کرنا آٹھویں ترقیاتی منصوبہ کے مقاصد تھے۔ آٹھواں ترقیاتی منصوبہ زندگی کی بنیادی ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے تشکیل دیا گیا۔ اس منصوبہ کے تحت جہاں صنعتی شعبہ کی کارکردگی کو بہتر بنا کر قومی پیداوار میں اضافہ کرنا مقصود تھا وہاں سماجی شعبوں کی کارکردگی میں نمایاں تبدیلی لا کر سماجی خدمات کی فراہمی کرنے کا مقصد بھی شامل تھا۔

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے تحت معاشی ترقی کے عمل کیلئے طویل المیعاد تناظری منصوبے بھی تیار کئے گئے۔ اس ضمن میں پہلا طویل المیعاد تناظری منصوبہ (1985ء - 1965ء) تیار کیا گیا تھا اس لئے تیسرا پنج سالہ منصوبہ اسی تناظری منصوبہ کا حصہ تھا لیکن 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجہ سے چوتھا پنج سالہ منصوبہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد پاکستان میں دوسرا طویل المیعاد ترقیاتی منصوبہ (2003ء - 1988ء) ترتیب دیا گیا۔ پاکستان کا ساتواں پنج سالہ منصوبہ (1993ء - 1988ء) اور آٹھواں پنج سالہ منصوبہ (1998ء - 1993ء) اسی طویل المیعاد تناظری منصوبہ کا حصہ تھے۔ اس کے بعد نواں پنج سالہ منصوبہ (2003ء - 1998ء) تیار کیا گیا لیکن اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس کے بجائے پاکستان کی قومی اقتصادی کونسل نے پاکستان کے تیسرے طویل المیعاد دس سالہ تناظری منصوبہ (2011ء - 2001ء) کی منظوری دے دی۔

دس سالہ تناظری منصوبہ (Ten Year Prespective Plan)

پاکستان کے تیسرے طویل المیعاد ترقیاتی منصوبہ (2011ء - 2001ء) کا آغاز 7 جون 2001ء کو ہوا۔ اس منصوبہ کے تحت ترقیاتی اخراجات کیلئے کل 11287 بلین روپوں کی منظوری دی گئی۔ ان میں سے 2540 بلین روپے سرکاری شعبہ اور 8747 بلین روپے نجی شعبہ کی ترقی کیلئے مختص کئے گئے۔ دس سالہ تناظری کے اہم اغراض و مقاصد یہ طے کئے گئے۔

(i) پاکستان میں خام ملکی پیداوار (GDP) میں اضافہ کیلئے عملی طور پر اقدامات کرنا۔

(ii) بے روزگاری اور غربت کے خاتمہ کیلئے عملی طور پر جامع پالیسیاں ترتیب دینا تا کہ پاکستان کی عوام کا معیار زندگی بلند کیا جا سکے۔

(iii) پاکستان کے وسائل کے فروغ کیلئے اندرون ملک اور بیرون ملک سے سرمایہ کاری کیلئے راہ ہموار کرنا۔

(iv) پاکستان میں اندرون ملک قرض کی مقدار کو کم کر کے پاکستان کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کو گھٹانے کیلئے عملی طور پر اقدامات کرنا۔

(v) پاکستان میں نجی شعبہ کی ترقی کیلئے مکمل حوصلہ افزائی کرنا اور نجی شعبہ کی کارکردگی میں اضافہ کیلئے سرکاری طور پر مدد فراہم کرنا۔

(vi) پاکستان میں شہروں، دیہاتوں اور قصبوں کی ترقی کیلئے اقدامات کرنا۔

(vii) پاکستان میں جدید سہولیاتی اشیاء اور ٹیکنالوجی کے فروغ کیلئے واضح پالیسیاں ترتیب دینا۔

(viii) پاکستان میں خواندگی کی شرح میں اضافہ کیلئے تعلیمی سہولیات بہتر بنانا اور خصوصاً خواتین کی خواندگی کا تناسب بلند کرنے کیلئے اقدامات کرنا۔

(ix) پاکستان کی زراعت کو اس طرح مستحکم بنانا کہ پاکستان غذائی اجناس کی پیداوار اور نقد آور فصلوں کی پیداوار میں خود کفیل ہو سکے۔

(x) پاکستان میں صنعتوں کو اس طرح ترقی دینا کہ صنعتیں ملکی ضروریات کو بھی پورا کریں اور عالمی معیار کی اشیاء پیدا کر کے پاکستان کی برآمدات میں اضافہ کا باعث بھی بن سکیں۔

پاکستان میں موجودہ مالیاتی بحران کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جتنے وسائل سے حکومت کو محصولات حاصل ہوتے ہیں ان سے کہیں زیادہ حکومت کے اخراجات ہوتے ہیں۔ حکومت نے اصلاحات کا منصوبہ بناتے ہوئے بجٹ کے مجموعی خسارے کو قومی پیداوار سے 6 فیصد گھٹا کر 2001ء - 2000ء میں ساڑھے چار فیصد قومی پیداوار کے مساوی کیا۔ اس کے علاوہ ٹیکسوں کی تعداد کو محدود کرنے کے بھی کئی اقدامات کئے گئے۔ اس کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ جن لوگوں کے پاس آمدنی کے ذرائع موجود ہیں مگر وہ یا تو ٹیکس دیتے نہیں یا بہت کم دیتے ہیں انہیں ٹیکس کی ادائیگی کے زمرے میں لایا جائے۔ سرکاری اثاثہ جات فروخت کر کے بیرونی قرضہ جات کی ادائیگی کا پروگرام بھی بنایا گیا۔ پاکستان کی آبادی 2.6 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے جب تک اس اضافہ آبادی کے اعتبار سے تین گنا تیز ترقی نہیں ہوتی اس وقت تک ملک اقتصادی بحران سے نہیں نکل سکے گا۔ اس ضمن میں سائنس اور ٹیکنالوجی اور خصوصی طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی پر توجہ دی جا رہی ہے۔ پاکستان میں سڑکوں اور نہروں کی تعمیر پانی کی نکاسی، پینے کے صاف پانی کی فراہمی، اسکولوں کی عمارات وغیرہ کی ضروری مرمت کی جا رہی ہے تا کہ موجودہ وسائل کو زیادہ عرصہ تک استعمال کیا جا سکے اور اس کے ساتھ ہی ترقیاتی منصوبہ بندی کا عمل بھی جاری ہے۔

سوال نمبر 11:۔ پاکستان کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بحث کیجئے۔ پاکستان کی زراعت پر ایک مضمون تحریر کیجئے۔
پاکستان کی معیشت میں زراعت کی کیا اہمیت ہے؟ پاکستان میں زراعت کی اہمیت پر ایک نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی زراعت (Agriculture of Pakistan)

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ زراعت پاکستان کی معیشت کا ایک بڑا شعبہ ہے اور پاکستان کی معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کا زرعی شعبہ ملکی آبادی کو خوراک مہیا کرتا ہے۔ پاکستان کی کل آبادی کا 70 فیصد براہ راست اور بالواسطہ طور پر زراعت سے وابستہ ہے۔ دیہی آبادی کا 75 فیصد زراعت پر انحصار کرتا ہے۔ زراعت ملک کی صنعتوں کی ترقی اور فروغ کیلئے بھی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہ نہ صرف ملکی صنعتوں کیلئے خام مال مہیا کرتی ہے بلکہ صنعتوں کی ترقی اور قیام کیلئے زرمبادلہ بھی فراہم کرتی ہے۔

پاکستان کی معیشت میں زراعت کی اہمیت (Importance of Agriculturae in the Economy of Pakistan)

پاکستان کی معاشی ترقی میں زرعی شعبہ کو نہ صرف قومی سطح پر اہمیت حاصل ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اسے اہمیت حاصل ہے۔ زرعی شعبہ صنعتی اشیاء کیلئے ذرائع اور منڈی کی فراہمی کا ذریعہ ہے اور اس طرح پاکستان میں صنعتی شعبہ کی ترقی اور فروغ میں زرعی شعبہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ پاکستان میں زراعت کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(1) خوراک کی فراہمی (Supply of Food)

خوراک زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور زرعی شعبہ تمام اقسام کی غذائی اشیاء جیسے گندم، چاول، مکئی، دالیں، گنا، سبزیاں اور فروٹ وغیرہ فراہم کرتا ہے۔ یہ شعبہ حیوانات کو خوراک بھی فراہم کرتا ہے جو انسانوں کیلئے دودھ، پنیر اور گوشت فراہم کرتے ہیں۔ پاکستان چاول کا برآمدی ملک ہے۔

(2) انسانی وسائل کی فراہمی (Supply of Manpower)

پاکستان کے معاشی سروے کے مطابق پاکستان کی کل آبادی کا 68 فیصد دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہے جبکہ بقیہ 32 فیصد آبادی شہری علاقوں میں رہتی ہے۔ دیہی آبادی کا 84 فیصد براہ راست زرعی شعبہ سے وابستہ ہے اس میں دیہی علاقوں کے تمام ترپیشے شامل ہیں۔ زراعت میں وقتی بے روزگاری کی بدولت یہ شعبہ زرعی پیداواریت پر اثر انداز ہوئے بغیر صنعتی شعبہ کو انسانی وسائل فراہم کرتا ہے۔ صنعتوں میں اضافی مزدوروں کی شمولیت کی وجہ نہ صرف ان مزدوروں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اس طرح انہیں قطع پذیری کے بغیر آمدنی کے مواقع فراہم ہو جاتے ہیں۔

(3) قومی آمدنی کا ذریعہ (Source of National Income)

آزادی کے وقت 1948ء میں زرعی شعبہ کا خام قومی پیداوار (GNP) میں حصہ 60 فیصد تھا۔ (1960ء - 1956ء) کے دوران یہ 51.3 فیصد ہو گیا۔ 1980-81ء کے دوران یہ 29.4 فیصد تھا جبکہ 06-2005ء کے دوران خام ملکی پیداوار (GNP) میں زرعی شعبہ کا حصہ 22 فیصد تھا۔ اس طرح ہمارے ملک کی قومی آمدنی میں زرعی شعبہ کا ہمیشہ ایک بڑا حصہ رہا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(4) خام مال کی فراہمی (Supply of Raw Material)

زرعی شعبہ خوراک خام مال اور صنعتوں کو نیم تیار شدہ اشیاء اندرون ملک اور بیرون ملک فراہم کرتا ہے۔ مثال کے طور پر زرعی شعبہ سے گنے، کپاس، تمباکو، تیل کے بیج اور تیار شدہ اشیاء کے علاوہ گوشت کی فراہمی بھی ممکن ہوتی ہے۔

(5) زرمبادلہ کا حصول (Foreign Exchange Earning)

زرعی شعبہ زرمبادلہ کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔ یہ زرمبادلہ مشینری، ٹیکنالوجی اور دیگر اشیاء برآمد کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جو اندرون ملک حاصل نہیں ہوسکتے۔ اس طرح سے زرعی شعبہ صنعتی شعبہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور ملک کے توازن ادائیگی کو بھی بہتر بناتا ہے۔

(6) صنعتی شعبہ کی ترقی (Growth of Industrial Sector)

صنعتی شعبہ کی ترقی بھی زرعی شعبہ کی ترقی میں چھپی ہوئی ہے کیونکہ یہ شعبہ صنعتی پیداوار کی کھپت کیلئے ایک بڑی منڈی فراہم کرتا ہے۔ اس لئے اگر زرعی شعبہ خوشحال ہو تو غیر زرعی شعبہ کی منڈی کے پھیلاؤ کیلئے بھی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں زرعی شعبہ کی ترقی کی پاکستان میں بہت اہمیت ہے کیونکہ:

(i) دیہی آبادی کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور دیہی علاقے کے لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوگا۔

(ii) برآمدات میں اضافہ کی وجہ سے ہمارے ملک میں زرمبادلہ کے حصول میں اضافہ ہوگا اور اس سے توازن ادائیگی کو موافق بنانے میں مدد ملے گی۔

(iii) صنعتوں کی ایک بڑی تعداد کا انحصار زرعی شعبہ پر ہے کیونکہ ان صنعتوں کیلئے خام مال زرعی شعبہ فراہم کرتا ہے۔ اسی لئے زرعی شعبہ میں ترقی کی وجہ سے ہماری صنعتوں کی ترقی میں بھی مدد حاصل ہوگی۔

(iv) زرعی شعبہ میں ترقی کی بدولت منڈی کی وسعت میں بھی اضافہ ہوگا۔

(v) ہمارا ملک خوراک میں خود کفیل نہیں ہے اس کے باوجود بہت سی غذائی اشیاء بیرون ملک برآمد کی جاتی ہیں۔ زرعی شعبہ کی ترقی سے نہ صرف غذائی خود کفالت کے حصول میں مدد حاصل ہوگی بلکہ برآمدات جو کہ زراعت سے تعلق رکھتی ہیں ان کی مقدار میں بھی اضافہ ہوگا۔

(vi) زرعی شعبہ کی ترقی کی وجہ سے ملک میں بے روزگاری اور پوشیدہ بے روزگاری کو کم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

معیشت میں اس قدر اہم ترین مقام رکھنے کے باوجود پاکستان میں زرعی شعبہ ابھی تک پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ہے۔ زرعی شعبہ کی ترقی کیلئے ماضی میں کئی اقدامات کئے گئے جس کی بدولت زرعی پیداوار کی شرح میں بھی اضافہ ہوا لیکن اس کے باوجود زرعی شعبہ میں فی ایکڑ پیداوار دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں انتہائی کم ہے۔ زرعی شعبہ قومی روزگار کی فراہمی کا اہم ترین وسیلہ ہے اس کے علاوہ یہ پاکستان کی بڑھتی ہوئی صنعتی، کاروباری اور تجارتی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔ پاکستان کی بیرونی تجارت کا انحصار بھی زرعی شعبہ پر ہے۔ اگرچہ پاکستان کی زراعت ابھی تک بے شمار مسائل کا شکار ہے لیکن اس کے باوجود یہ پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔

سوال نمبر12:۔ پاکستان کی معیشت میں صنعتی شعبہ کی اہمیت کو بیان کیجئے۔

Short 10 Mark

جواب: پاکستان کا صنعتی شعبہ (Industrial Sector of Pakistan)

کسی ملک کی معاشی ترقی کیلئے صنعتی ترقی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ صنعتی شعبہ معیشت سے وابستہ دیگر شعبوں کی ترقی کیلئے بھی مواقع فراہم کرتا ہے۔ صنعتی ترقی کی بدولت مجموعی طور پر معاشی ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ آزادی کے وقت پاکستان کی صنعتی بنیاد نہ ہونے کے برابر تھی۔ خام ملکی پیداوار (GDP) میں صنعتوں کا حصہ صرف 7.7 فیصد تھا۔ 1949-50ء کے بعد حکومت پاکستان نے تمام ملکی اور بیرونی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان کے صنعتی شعبہ کی ترقی کیلئے اقدامات کرنا شروع کئے۔

پاکستان کی معیشت میں صنعتی شعبہ کی اہمیت (Importance of Industrial Sector in the Economy of Pakistan)

پاکستان کی معاشی ترقی کیلئے صنعتوں کی بہت اہمیت ہے۔ پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے ماہرین صنعتوں کی اہمیت سے آگاہ تھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خام قبلی پیداوار (GNP) میں صنعتوں کا حصہ صرف 2.6 فیصد ہے۔ صنعتی اشیاء کی برآمدات پاکستان کی کل برآمدات کا 65 فیصد ہیں۔ پاکستان میں 1955ء کی معاشی منصوبہ بندی کے بعد صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہوئی۔ صنعتی اشیاء کے معیار میں اب بھی مزید بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان نے گھریلو صنعتوں کو تحفظ فراہم کرنے کیلئے اقدامات کئے لیکن ان کے نتائج اطمینان بخش برآمد نہیں ہوئے کیونکہ کئی حالات میں صارفین غیر معیاری اشیاء زیادہ قیمتوں پر حاصل کرتے رہے۔ پاکستان میں صنعتی شعبہ کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(1) قومی آمدنی (National Income)

صنعتی شعبہ قومی آمدنی میں اضافہ کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ صنعتی شعبہ کی ترقی سے ایک ملک کی قومی آمدنی بڑھ جاتی ہے۔ صنعتی پیداوار کی بدولت زیادہ مقدار میں معیاری تیار شدہ اشیاء حاصل ہوتی ہیں۔ 06-2005ء کے دوران صنعتی اشیاء تیار کرنے والے شعبہ کا حصہ خام ملکی پیداوار (GDP) میں 18 فیصد رہا۔

(2) روزگار کے مواقع (Opportunities for Employment)

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور اس کی معیشت زراعت سے وابستہ کثیر مزدوروں سے وابستہ ہے۔ زرعی شعبہ میں بلند شرح سے پوشیدہ بے روزگاری پائی جاتی ہے۔ صنعتکاری کے عمل کی وجہ سے جو چھوٹی اور بڑے پیمانے کی صنعتیں قائم ہوئیں ان کی وجہ سے روزگار کے مواقع بڑھ گئے ہیں۔

(3) بلند معیار زندگی (High Standard of Life)

صنعتی شعبہ پاکستان میں بلند معیار زندگی پیدا کرنے میں معاون ہے۔ پیداوار میں اضافہ کی بدولت مزدوروں کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ کی بدولت پاکستان کے لوگوں کا معیار زندگی بھی بلند ہوتا ہے۔

(4) زرعی پیداوار (Agricultural Productions)

پاکستان میں صنعتی شعبہ زرعی خام مال کو زرعی اشیاء میں تبدیل کرنے کیلئے مشینری فراہم کرتا ہے۔ یہ زراعت کے عمل کیلئے تمام ضرورت آلات بھی فراہم کرتا ہے۔ اس طرح صنعتی شعبہ کی بدولت صنعتی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(5) توازن ادائیگی (Balance of Payments)

پاکستان میں صنعتی شعبہ غیر ملکی تجارت کے طریقہ کار میں کئی طرح کی تبدیلیاں لاتا ہے۔ اس طرح صنعتی تیار شدہ اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور صنعتی تیار شدہ اشیاء کی برآمد سے غیر ملکی زرمبادلہ کے حصول میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہ عمل توازن ادائیگی کو موافق بنانے میں مدد دیتا ہے۔

(6) معیشت میں استحکام (Stability of Economy)

پاکستان میں صنعتی شعبہ معیشت میں استحکام پیدا کرنے میں معاون ہے۔ صنعتی شعبہ تیار شدہ اشیاء فراہم کرتا ہے جن کی تجارت سے ملک کی معیشت میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

(7) مختلف شعبوں کی ترقی (Development of Different Sectors)

صنعتی شعبہ معیشت کے دیگر شعبوں کے درمیان ایک رابطہ مہیا کرتا ہے۔ اس طرح صنعتی شعبہ معیشت کے مختلف شعبوں کی ترقی میں مدد فراہم کرتا ہے۔

(8) ہنر کی ترقی (Development of Skill)

زیادہ تر صنعتوں میں مختلف اقسام کی صنعتی اشیاء کی تیاری کیلئے خصوصی تربیت یافتہ اور ہنرمند مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے صنعتی شعبہ مختلف میدانوں میں کام کرنے کیلئے مزدوروں کو ہنر اور تربیت فراہم کرتا ہے۔

(9) بچت اور سرمایہ کاری میں ترقی (Growth in Saving and Investment)

پاکستان میں صنعتی شعبہ لوگوں کی آمدنی میں اضافہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔ فی کس آمدنی میں اضافہ کی وجہ سے ان کی بچتوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ آمدنی میں ترقی سرمایہ کاری میں اضافہ کیلئے فضاء پیدا کرتا ہے۔

(10) ملکی دفاع (Defence of Country)

صنعتی شعبہ ملک کی دفاعی ضروریات کے مطابق دفاعی اشیاء اور ساز و سامان کی تیاری میں بھی مدد دیتا ہے۔ پاکستان ایک بھاری مقدار میں اسلحہ بیرون ممالک سے درآمد کرتا ہے۔ صنعتی شعبہ کی ترقی سے اسلحہ اور دیگر دفاعی ساز و سامان ملک کے اندر تیار کرنے میں مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

پاکستان کی معاشی ترقی میں صنعتی شعبہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ صنعتی شعبہ پاکستان کی قومی آمدنی میں اضافہ کرنے میں معاون ہے اور یہ فی کس آمدنی میں بھی اضافہ کرنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔ صنعتی شعبہ پاکستان کی معیشت میں ایک مستقل استحکام پیدا کر سکتا ہے۔ صنعتی شعبہ کی ترقی سے بیرونی امداد کے بوجھ کو تخفیف کرنے میں مدد مل سکتی ہے کیونکہ صنعتی پیداوار میں اضافہ کی بدولت نہ صرف ملکی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے بلکہ زائد مقدار کی اشیاء کو بیرون ممالک میں فروخت کر کے زرمبادلہ بھی کمایا جا سکتا ہے۔ صنعتی شعبہ اندرون ملک تجارت اور غیر ملکی تجارت کو فروغ دینے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔ صنعتی شعبہ حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ کرتا ہے اور ملک میں مستقل روزگار کی فراہمی کی فضاء بھی قائم کرتا ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس لئے صنعتی شعبہ پاکستان میں معاشی استحکام پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر ۱۳:۔ پاکستان کے قدرتی وسائل کیا ہیں؟ پاکستان کے قدرتی وسائل پر ایک نوٹ تحریر کیجئے۔ پاکستان کے معدنی وسائل پر ایک نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے قدرتی اور معدنی وسائل (Natural and Mineral Resources of Pakistan)

قدرتی وسائل کسی ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قدرتی وسائل ایک ملک کو استحکام کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ قدرتی وسائل کی دستیابی معاشی ترقی میں مدد فراہم کرتی ہے۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جسے قدرت نے بے بہا قدرتی وسائل سے نواز رکھا ہے۔ پاکستان کے قدرتی وسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جنگلات (2) انسانی وسائل
(3) حیوانی وسائل (4) معدنی وسائل
(5) توانائی یا طاقتی وسائل

(1) جنگلات (Forests)

کسی ملک کی معاشی ترقی کیلئے جنگلات کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ ماہرین کے مطابق ایک متوازن معیشت کے قیام کیلئے کسی ملک کے کل رقبہ کے 25 فیصد رقبہ پر جنگلات کی موجودگی ضروری ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے کل رقبہ کے صرف 4.5 فیصد پر جنگلات پائے جاتے ہیں۔ پاکستان قدرتی جنگلات بنیادی طور پر شمالی علاقہ جات اور صوبہ خیبر پختونخواہ کے مالاکنڈ ڈویژن میں پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات سے حاصل ہونے والی لکڑی اعلیٰ قسم کی ہوتی ہے۔ پہاڑیوں کے دامن اور میدانی علاقوں میں جو جنگلات پائے جاتے ہیں وہ سمندر کی سطح سے 900 میٹر نیچے واقع ہیں۔ ان جنگلات میں شاہ بلوط اور اخروٹ وغیرہ کے درخت پائے جاتے ہیں۔ ان درختوں کی لکڑی فرنیچر کی تیاری کے کام آتی ہے۔ بلوچستان میں گھنے جنگلات کی کمی ہے۔ کچھ جنگلات کوئٹہ اور قلات ڈویژن میں پائے جاتے ہیں۔ ان جنگلات میں پائے جانے والے بنیادی درختوں میں چلغوزہ، چیڑ، صنوبر اور اخروٹ کے درخت شامل ہیں۔ سمندری جنگلات کراچی سے کچھ کے علاقے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان جنگلات سے بڑی مقدار میں جلانے کیلئے لکڑی حاصل کی جاتی ہے۔ مصنوعی جنگلات صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں پائے جاتے ہیں۔ دریائی جنگلات یا بیلا جنگلات بڑے دریاؤں کے کنارے خصوصاً دریائے سندھ کے زیریں میدان میں پائے جاتے ہیں۔ شیشم اور ببول ان جنگلات میں پائے جانے والے بنیادی درخت ہیں۔ جنگلات نہ صرف لکڑی کی فراہمی کا ذریعہ ہیں بلکہ یہ دوسری اشیاء بھی فراہم کرتے ہیں۔ جنگلات بہت سی صنعتوں کیلئے خام مال مہیا کرتے ہیں اور قدرتی ماحول کو بھی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

(2) انسانی وسائل (Human Resources)

کسی ملک کی معاشی ترقی کیلئے انسانی وسائل بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ انسانی وسائل اپنی کئی جہتوں جیسے کہ آبادی کی جسامت اور افزائش کی شرح، جنس اور عمر کی ساخت کے مطابق آبادی کی ترکیب، متوقع آبادی کا تناسب، شہری اور دیہی علاقوں میں پیشوں کے مطابق آبادی کی تقسیم اور خواندگی کی شرح کے مطابق اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دنیا کے 45 کم آمدنی والے ممالک میں آبادی کے لحاظ سے پاکستان چوتھے نمبر پر ہے۔ محنت طلب پیداوار میں ایک اہم شامل ہے اور معاشی ترقی کیلئے انسانی وسائل بہت ضروری ہیں۔ پاکستان میں آبادی کی گنجانی تو بہت زیادہ ہے لیکن یہاں ہنر مند، تربیت یافتہ اور تعلیم سے بہرہ مند انسانی وسائل کی کمی ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پاکستان کی 30 فیصد سے بھی کم آبادی کام کاج یا روزگار میں مصروف ہے۔ اصل تخمینہ کردہ تعداد کا 40 فیصد زراعت سے منسلک ہے، 18 فیصد صنعتوں سے وابستہ ہے اور 40 فیصد دوسرے شعبوں سے منسلک ہیں۔ اس میں دیہی اور شہری آبادی کا تناسب بالترتیب 66.5 فیصد اور 33.5 فیصد ہے۔

(3) حیوانی وسائل (Live Stock Resources)

حیوانی وسائل پاکستان کی زراعت کا ایک اہم حصہ ہے۔ زراعت میں حیوانی وسائل کا حصہ 37 فیصد جبکہ پاکستان کی قومی آمدنی میں ان کا حصہ 10 فیصد ہے۔ حیوانی وسائل میں مویشی، بھینس، بھیڑ، بکریاں، اونٹ، گھوڑے، گدھے، خچر اور مرغیاں وغیرہ شامل ہیں۔ حیوانی وسائل سے جو اشیاء حاصل ہوتی ہیں ان میں دودھ، گوشت، اون، بال، چربی، خون اور کھالیں وغیرہ شامل ہیں۔ ماہی خانے (Fish Farms) بھی حیوانی وسائل کی فراہمی کا ایک وسیلہ ہیں۔ کچھ حیوانی وسائل جیسے کہ اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر نقل و حمل، سفر کرنے، بوجھ اٹھانے اور زمین کو ہموار بنانے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ سندھ اور بلوچستان میں ڈیری فارم قائم کر دیئے گئے ہیں۔ مویشی گوشت کی کل رسد کا 23 فیصد فراہم کرتے ہیں۔ مچھلی حیوانی لحمیات اور سلید گوشت کی فراہمی کا بڑا ذریعہ ہے۔ پولٹری ایک بڑی صنعت ہے اور پورے پاکستان میں فروغ پا رہی ہے۔ پنجاب، سندھ اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں کئی ماہی خانے قائم ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں موجود پولٹری فارم پاکستان میں سالانہ 4,28,000 ٹن مرغی کا گوشت فراہم کرتے ہیں۔

(4) معدنی وسائل (Mineral Resources)

اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو بے شمار معدنی دولت سے نوازا ہے۔ یہ معدنی وسائل پاکستان کی تیز رفتار معاشی اور صنعتی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی اہم

معدنیات کی تعداد تقریباً 47 ہے جو مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہیں لیکن انہیں معاشی طور پر اہم قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ان کو نکالنے پر جو اخراجات ہوتے ہیں وہ ان کی پیداواری لاگت سے بہت زیادہ ہیں۔ پاکستان کی اہم معدنیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) خام لوہا (Iron Ore)

پاکستان میں خام لوہے کی سالانہ پیداوار تقریباً چالیس ہزار ٹن ہے جو کہ ضروریات سے بہت کم ہے۔ خام لوہا فولاد، مشینیں اور مختلف قسم کے اوزار کی تیاری کے کام آتا ہے۔ کالا باغ کے علاقے میں لوہے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔ دوسرے بڑے ذخائر ضلع ہزارہ میں ایبٹ آباد سے 32 کلومیٹر جنوب میں لکڑیال اور چترال میں دستیاب ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں خام لوہا خضدار، چل غازی اور مسلم باغ میں پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں پایا جانے والا لوہا کی ضروریات کیلئے کافی نہیں ہے اور اس سے ملک کی صرف 16 فیصد ضرورت پوری ہوتی ہے۔

(ii) کرومائیٹ (Chromite)

کرومائیٹ ایک سفید رنگ کی دھات ہوتی ہے جو فولاد سازی، طیارہ سازی، انگ سازی اور فوٹو گرافی کی صنعت میں استعمال ہوتی ہے۔ دنیا میں کرومائیٹ کے سب سے بڑے ذخائر پاکستان میں ہیں۔ کرومائیٹ کے بڑے ذخائر صوبہ بلوچستان میں مسلم باغ، چاغی اور خاران میں پائے جاتے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ اور آزاد قبائلی علاقہ جات میں مالاکنڈ، مہمند ایجنسی اور شمالی وزیرستان میں کرومائیٹ کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

(iii) تانبا (Copper)

تانبا ایک اہم صنعتی دھات ہے۔ یہ برقی آلات اور بجلی کی تاریں بنانے کے کام آتی ہے۔ صوبہ بلوچستان میں ضلع چاغی میں سیندک اور اعوری کے مقامات پر تانبے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ ان محفوظ ذخائر کا اندازہ 412 ملین ٹن تک قریب ہے جس میں سونے اور چاندی کی مقدار بھی موجود ہے لیکن ان ذخائر سے تانبے کے حصول کا کام ابھی تک شروع نہیں کیا گیا ہے۔ ان ذخائر سے تانبے کے حصول کیلئے کام جاری ہے۔

(iv) جپسم (Gypsum)

جپسم پاکستان میں پائی جانے والی ایک اہم اور قیمتی معدن ہے۔ اسے سیمنٹ، کیمیائی کھاد، پلاسٹر آف پیرس اور پیپر بورڈ کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جپسم کے 350 ملین ٹن سے زائد ذخائر موجود ہیں۔ جپسم جن علاقوں سے حاصل ہوتا ہے ان میں صوبہ پنجاب کے اضلاع جہلم، میانوالی اور ڈیرہ غازی خان، صوبہ خیبر پختونخواہ میں کوہاٹ، صوبہ سندھ میں روہڑی اور صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ، سبی اور لورالائی شامل ہیں۔

(v) چٹانی نمک (Rock Salt)

دنیا میں معدنی نمک کے سب سے بڑے اور وسیع ذخائر پاکستان میں پائے جاتے ہیں۔ کوہستان نمک سطح مرتفع پوٹھوہار کے جنوب میں واقع ہے۔ یہاں کا نمک بہت عمدہ اور معیاری ہے۔ نمک کی سب سے بڑی کان ضلع جہلم میں کھیوڑہ کے مقام پر ہے جو صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ ضلع خوشاب میں وادی چھا، ضلع میانوالی میں کالا باغ اور ضلع کرک میں بہادر خیل کے مقامات پر بھی نمک کے ذخائر موجود ہیں۔ کراچی کے قریب ماڑی پور اور ساحل مکران کے علاقے میں سمندر کے پانی سے بھی نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

(vi) گندھک (Sulphur)

گندھک کو مختلف صنعتوں میں بطور خام مال استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر ماچس سازی اور کیمیائی صنعتوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ گندھک کے وسیع ذخائر صوبہ بلوچستان کے ضلع چاغی میں کوہ سلطان کے مقام پر دریافت ہوئے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں گندھک کے ذخائر مردان میں پائے جاتے ہیں۔ صوبہ سندھ میں گندھک کے ذخائر خیرپور کے مقام پر موجود ہیں۔

(vii) چونے کا پتھر (Lime Stone)

چونے کا پتھر زیادہ تر سیمنٹ سازی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب اس کو جلایا جاتا ہے تو اس سے چونا حاصل ہوتا ہے جو گھروں میں سفیدی کرنے کے کام آتا ہے۔ چونے کے پتھر کو شیشہ یا صابن، کاغذ اور رنگ سازی کی صنعتوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چونے کے پتھر وسیع ذخائر ضلع جہلم میں ڈنڈوٹ، ڈیرہ غازی خان میں زندہ پیر، حیدرآباد کے قریب مٹل کوٹ اور گنجو کر کے مقامات پر، منکھوپیر، کوٹ ڈیجی اور صوبہ سندھ میں رانی پور میں پائے جاتے ہیں۔

(viii) سنگ مرمر (Marble Stone)

سنگ مرمر کو زیادہ تر عمارتوں کی آرائش و زیبائش کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں مختلف اقسام اور مختلف رنگوں کے سنگ مرمر پائے جاتے ہیں۔ سنگ مرمر کے ذخائر شمالی علاقہ جات، ہزارہ، سوات کے اضلاع اور خیبر پختونخواہ میں پائے جاتے ہیں۔ اپنی نزاکت، بناوٹ، رنگ و نور اور حسن کی بنیاد پر پاکستان کا سنگ مرمر دنیا میں سب سے زیادہ عمدہ اور معیاری سمجھا

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

جاتا ہے۔ سیاہ اور سفید سنگ مرمر ضلع اٹک میں کالا چٹا کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔

(5) پاکستان کے طاقتی وسائل (Poser Resources of Pakistan)

کسی ملک کے معاشی ترقی میں طاقتی وسائل اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس لئے پاکستان میں ان طاقتی وسائل یا توانائی کے ذرائع کی اہمیت واضح ہے کیونکہ یہ ذرائع یا وسائل توانائی کے ذریعہ صنعتی ترقی میں مدد فراہم کرتے ہیں اس کے علاوہ زرعی ترقی کا دارومدار بھی انہی وسائل پر ہوتا ہے۔ ان وسائل کی بدولت لوگوں کا معیار زندگی بہتر بنانے میں بھی مدد ملتی ہے۔ پاکستان کے طاقتی وسائل یا توانائی کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) بجلی (ii) جوہری توانائی (iii) شمسی توانائی
(iv) کوئلہ (v) معدنی تیل (vi) قدرتی گیس

(i) بجلی (Electricyt)

پاکستان میں عام طور پر حراری بجلی (Thermal Electricity) اور پن بجلی (Hydro Electricity) استعمال کی جاتی ہے۔ حراری بجلی کو حرارت سے اور پن بجلی کو پانی سے پیدا کیا جاتا ہے۔ حراری بجلی کو پیدا کرنے کیلئے تیل، کوئلہ اور گیس کو استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ حراری بجلی پیدا کرنے کیلئے تھرمل اسٹیشن بنائے گئے ہیں۔ ایک تھرمل بجلی پیدا کرنے کا پلانٹ تھرپارکر میں کوئلے کی کانوں کے نزدیک لگایا گیا ہے۔ پاکستان میں فی الوقت 58 فیصد بجلی حراری وسائل سے حاصل کی جارہی ہے۔ تھرمل بجلی گھر فیصل آباد، ملتان، گوٹ ادو، روہڑی، جام شورو، حیدرآباد اور کراچی میں بنائے گئے ہیں۔ پن بجلی کے منصوبے تربیلا، وارسک اور غازی بروتھا پر واقع ہیں۔ اس وقت پاکستان میں 42 فیصد بجلی آبی وسائل سے پیدا کی جارہی ہے۔ پن بجلی گھر کی تعمیر میں بہت اخراجات آتے ہیں لیکن اس سے بجلی سستی حاصل ہوتی ہے۔

(ii) جوہری توانائی (Atomic Energy)

پاکستان میں توانائی کا ایک اور اہم ذریعہ ایٹمی طاقت یا نیوکلیائی توانائی ہے۔ اس توانائی کے حصول کیلئے بھورے رنگ کا تابکار عنصر یورینیم (U) استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جوہری توانائی پیدا کرنے والے دو ایٹمی گھر کام کررہے ہیں۔ ایک ایٹمی بجلی گھر کراچی میں ہے جس نے 1971ء میں کام کرنا شروع کیا تھا اور دوسرا ایٹمی بجلی چشمہ کے مقام پر قائم ہے۔ چشمہ پلانٹ میانوالی نے 2002ء میں بجلی پیدا کرنا شروع کی گئی اس کی پیداواری صلاحیت 300 میگاواٹ ہے۔ جوہری طاقت کا تیسرا منصوبہ بھی چشمہ کے مقام پر چین کے تعاون سے زیر تعمیر ہے۔ جوہری بجلی گھروں کو اس لئے اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ ان سے صارفین کو سستی بجلی فراہم کی جاسکتی ہے۔ جوہری توانائی کو پرامن مقاصد کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جوہری توانائی زرعی تحقیق کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ اس مقصد کیلئے تین مراکز صوبہ پنجاب میں فیصل آباد، صوبہ خیبر پختونخواہ میں پشاور اور صوبہ سندھ میں ٹنڈو جام میں قائم کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخواہ میں قومی ادارہ برائے تغذا اور زراعت (NIFA) بھی کام کررہا ہے۔ سرطان (Cancer) کے علاج کیلئے بھی جوہری توانائی کو استعمال کیا جاتا ہے اس مقصد کیلئے کراچی، جام شورو، لاڑکانہ، ملتان، بہاولپور، اسلام آباد، پشاور، کوئٹہ، فیصل آباد اور ایبٹ آباد میں جوہری توانائی کے ادارے کام کررہے ہیں۔

(iii) شمسی توانائی (Solar Energy)

سورج سے حاصل ہونے والی توانائی جو روشنی اور حرارت کی شکل میں ہوتی ہے شمسی توانائی کہلاتی ہے۔ تیل، گیس، کوئلہ دوبارہ ناقابل دریافت ذخائر ہیں اور بے دردی استعمال سے یہ ختم ہوسکتے ہیں لیکن شمسی توانائی ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا اور یہ توانائی تقریباً مفت حاصل ہوتی ہے۔ ساری دنیا کو سورج سے تقریباً 200 ملین میگاواٹ شمسی توانائی حاصل ہوتی ہے اور یہ توانائی سورج ہر روز فراہم کرتا ہے۔ سورج سے حاصل ہونے والی یہ شمسی توانائی ساری دنیا کے تمام بجلی گھروں کی مجموعی پیداواری صلاحیت سے تقریباً ساڑھے ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ شمسی توانائی مختلف طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے اسے شمسی خانوں (Solar Cells) میں جمع کیا جاتا ہے پھر اسے ریڈیو اور چھوٹی گاڑیاں چلانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ شمسی ہیٹر میں بڑے بڑے آئینے استعمال کرکے سورج کی شعاعوں کا رخ ہیٹر کی جانب موڑا جاتا ہے اس طرح جو توانائی پیدا ہوتی ہے اسے بڑی مشینوں کو چلانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ شمسی توانائی (Solar Panels) سورج سے حرارت جذب کرتی ہیں۔ پاکستان میں سورج پورے آب وتاب کے ساتھ تقریباً تین سو روز سالانہ چمکتا ہے۔ سورج کی اس روشنی کو دیہی علاقوں میں بجلی پیدا کرنے، کھانا پکانے، ٹیوب ویلوں کو چلانے اور حرارت حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں شمسی توانائی پیدا کرنے والے بڑے بجلی گھر موجود نہیں البتہ شمسی توانائی پیدا کرنے کے چھوٹے یونٹ کام کررہے ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کھرکھیرا (بلوچستان) (ii) مل ماری ٹھٹھہ (سندھ) (iii) وجل خان لغاری ضلع تھرپارکر (سندھ)
(iv) ہوت (ملتان) (v) نصیرآباد (گلگت)

(iv) کوئلہ (Coal)

کوئلہ توانائی پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ فولادسازی کی صنعت میں کوئلہ ایک بنیادی خام مال کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ کی نہ صرف کمی ہے بلکہ جس قسم کا کوئلہ پاکستان میں حاصل ہوتا ہے وہ غیر معیاری ہے جس کی وجہ سے کوئلہ بیرون ملک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اب تک کوئلے کے جو ذخائر دریافت

ذخیرہ صوبہ سندھ میں واقع ہے۔ سرکاری طور پر 80 فیصد اور نجی طور پر 20 فیصد کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر پاکستان میں کوئلہ کی پیداوار 185 ملین ٹن ہے اور سالانہ تقریباً 35.35 فیصد کوئلہ ان ذخائر سے نکالا جاتا ہے۔

(v) معدنی تیل (Mineral Oil)

معدنی تیل موجودہ صدی کی اہم ترین صنعتی ضرورتوں میں سے ہے۔ پیٹرولیم سے تیار ہونے والی ذیلی اشیاء کی تعداد ان تمام اشیاء سے زیادہ ہے جو مختلف معدنیات سے تیار ہوتی ہیں۔ معدنی تیل کا سب سے اہم استعمال حرارت، قوت اور توانائی پیدا کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ پاکستان میں معدنی تیل کے ذخائر چک یارنگ، دھرنال، تھورا، ایدمی، دھابی، مزاری، جوایمبر لغاری، سولو لاشاری، گولارچی، رکھنی اور حالی پوتہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ معدنی تیل کی پیداوار 72-1971ء کے دوران 30407 ملین بیرل تھی لیکن بعد میں اس میں کمی آنا شروع ہوگئی۔ 1997ء میں ان ذخائر سے 20.54 ملین بیرل تیل نکالا گیا۔

(vi) قدرتی گیس (Natural Gas)

قدرتی گیس کو توانائی کے وسائل میں بڑا اہم مقام حاصل ہے خصوصاً پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کیلئے جہاں دوسرے توانائی کے وسائل کی کمی ہے قدرتی گیس کی بہت اہمیت ہے۔ قدرتی گیس کا ایک بڑا ذخیرہ صوبہ بلوچستان میں سوئی کے مقام پر دریافت ہوا ہے۔ 1950ء کے آخر تک قدرتی گیس کے 50 لیٹلڈ زدریافت ہوچکے ہیں۔ قدرتی گیس کے ذخائر ایدھی، کنڈ کوٹ، خیرپور، مزاری، سوئی، ماری، بوبل، دکھنی، ڈیرہ، ہنڈی، جندران، کوٹھار، منڈ پور، پنج پیر وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر گیس کے ذخائر میں گیس کی مقدار 500 بلین مربع میٹر ہے۔

سوال نمبر ۱۴:۔ پاکستان کی اہم زرعی فصلیں بیان کیجئے نیز بتائیے کہ ملکی معیشت پر ان کا کیا اثر پڑتا ہے؟ پاکستان میں پیدا ہونے والی زرعی فصلوں کو تفصیل سے بیان کیجئے۔ پاکستان کے زرعی وسائل کون سے ہیں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کی زرعی پیداوار (Agricultural Production of Pakistan)

پاکستان میں سال میں دو بڑی فصلیں بوئی جاتی ہیں۔ اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں جانے والی فصل کو ربیع کی فصل کہا جاتا ہے اس کی کٹائی اپریل اور مئی میں ہوتی ہے۔ ربیع کی فصلوں میں گندم، جو، چنا، تیل کے بیج اور تمباکو شامل ہیں۔ دوسری فصل خریف کی فصل ہے جو مئی اور جون کے مہینوں میں بوئی جاتی ہے اور اس کی کٹائی اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں ہوتی ہے۔ خریف کی فصلوں میں چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ شامل ہیں۔ ربیع اور خریف کی فصلوں کو مزید دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی نقد آور فصلیں (ii) پاکستان کی غذائی یا غیر نقد آور فصلیں

(I) پاکستان کی نقد آور فصلیں (Cash Crops of Pakistan)

پاکستان کی وہ فصلیں جنہیں زر مبادلہ کمانے کے ایک اہم ذریعہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے نقد آور فصلیں کہلاتی ہیں۔ پاکستان کی اہم نقد آور فصلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپاس (ii) گنا (iii) تمباکو (iv) تیل کے بیج

(i) کپاس (Cotton)

کپاس پاکستان کی ایک اہم نقد آور فصل ہے اور پاکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والے ممالک میں اہم مقام رکھتا ہے اور ملک کی معیشت کو بہتر بنانے میں بھی کپاس کا اہم کردار ہے۔ کپاس کو سفید ریشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے پاکستان کا نقدی ریشہ بھی کہتے ہیں۔ ملک کی مجموعی زرعی پیداوار کا تقریباً 5 فیصد کپاس سے حاصل ہوتا ہے۔ کپاس کی فصل کیلئے گرم اور قدرے نیم خشک موسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان میں کپاس کی پیداوار اور کاشت نہری آب پاشی کے علاقوں تک محدود ہے۔ پاکستان میں دو طرح کی کپاس پیدا ہوتی ہے ایک دیسی کپاس اور دوسری امریکی کپاس۔ امریکی کپاس کا ریشہ قدرے لمبا ہوتا ہے۔

کپاس کی پیداوار میں پنجاب سرفہرست ہے۔ پنجاب کے جنوب مشرقی اضلاع وہاڑی، رحیم یار خان، ملتان، بہاولپور، بہاولنگر کپاس پیدا کرنے والے اہم اضلاع ہیں جبکہ ساہیوال، اوکاڑہ، جھنگ اور راجن پور دوسرے نمبر پر ہیں۔ صوبہ سندھ میں سکھر، خیرپور، حیدرآباد وغیرہ کپاس کے اہم پیداواری اضلاع ہیں۔

(ii) گنا (Sugar Cane)

گنا موسم گرما کی فصل ہے اور اس کا شمار پاکستان کی اہم صنعتی فصلوں میں کیا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کی نقد آور فصل بھی ہے۔ گنے کی کاشت کیلئے گرم اور مرطوب موسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ گنا شکر سازی کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے چھلکے کاغذ کی تیاری میں استعمال ہوتے ہیں۔ پاکستان میں گنے سے ملکی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے شکر تیار کی جاتی ہے۔ شکر کو دوسرے ممالک برآمد کرکے زر مبادلہ بھی کمایا جاتا ہے۔ گنا صوبہ پنجاب میں وسیع رقبہ پر کاشت کیا جاتا ہے۔ یہ صوبہ سندھ میں کاشت کی جانے والی ایک اہم فصل بھی ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) تمباکو (Tobacco)

تمباکو پاکستان کی اہم نقد آور فصل ہے اور اس کا شمار برآمدی اجناس میں ہوتا ہے۔ تمباکو اگرچہ استوائی علاقے کا پودا ہے لیکن معتدل گرم اور معتدل سرد علاقوں میں اس کی کاشت کامیابی سے کی جارہی ہے۔ پاکستان میں تمباکو کی کاشت نہری آب پاشی کے علاقوں تک محدود ہے۔ تمباکو کی پیداوار میں صوبہ خیبر پختونخواہ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ پاکستان تمباکو کی پیداوار میں دنیا میں گیارہویں نمبر پر ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے اضلاع مردان اور پشاور تمباکو کی پیداوار کیلئے مشہور ہیں۔ صوبہ پنجاب کے اضلاع فیصل آباد، ساہیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور گوجرانوالہ میں بھی تمباکو کی کاشت ہوتی ہے۔ بلوچستان میں مستونگ کے علاقے میں بھی تمباکو کاشت کیا جاتا ہے۔ تمباکو کو سگریٹ سازی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حقہ اور سگار میں بھی تمباکو استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں سگریٹ سازی کی کئی بڑی فیکٹریاں کام کررہی ہیں۔

(iv) تیل کے بیج (Oil Seeds)

پاکستان میں مختلف اقسام کے تیل کے بیج پیدا ہوتے ہیں۔ ان بیجوں میں کپاس کی گٹھی پیداوار بنولہ سب سے اہم بیج ہے۔ دیگر تیل کے بیجوں میں تورید، سرسوں، مونگ پھلی، سیسم، السی اور سورج مکھی شامل ہیں۔ زیادہ تر تیل کے بیجوں کی پیداوار آب پاشی والے علاقوں میں ہوتی ہے۔ پاکستان میں بناسپتی گھی کی صنعت میں ان بیجوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن پاکستان میں تیل کے بیجوں کی پیداوار ملکی ضروریات کو پورا نہیں کرپاتی اس لئے تیل کے بیج بیرون ممالک سے بھی درآمد کئے جاتے ہیں۔

(2) پاکستان کی غذائی یا غیر نقد آور فصلیں (Food Crops of Pakistan)

پاکستان کی وہ فصلیں جو غذا کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں غذائی فصلیں کہلاتی ہیں۔ پاکستان کی اہم غذائی فصلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) چاول (ii) گندم (iii) مکئی (iv) جوار اور باجرہ
(v) دالیں (vi) جو یا جئی (vii) سبزیاں (viii) پھل

(i) چاول (Rice)

چاول پاکستان کی ایک اہم غذائی فصل ہے یہ ایک اہم نقد آور فصل بھی ہے لیکن مخصوص قسم کے زمینی اور موسمی حالات کے پیش نظر چاول کی فصل محدود رقبہ پر کاشت کی جاتی ہے۔ چاول کی کاشت کیلئے چکنی مٹی اور زیادہ مقدار میں پانی درکار ہوتا ہے۔ پانی ملی میں زیادہ دیر تک کھڑا رہ سکے اور ضرورت کے لحاظ سے اس کی نکاسی یا اس میں اضافہ کرنا ممکن ہو۔ پاکستان محدود چاول کی پیداوار میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ چاول دوسرے ممالک کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ چاول کی کاشت صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے نہری آب پاشی کے علاقوں میں ہوتی ہے کیونکہ اس کی نشوونما کیلئے وافر مقدار میں پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ، سرگودھا اور ساہیوال چاول کی پیداوار کے اہم علاقے ہیں۔ صوبہ سندھ میں سکھر، شکارپور، لاڑکانہ اور دادو کے اضلاع چاول کی پیداوار کیلئے مشہور ہیں۔ چاول صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب کے لوگوں کی غذا کا اہم جزو ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے کچھ علاقوں میں بھی چاول کی کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان میں چاول کی کئی اقسام پیدا کی جاتی ہیں لیکن ان میں باسمتی چاول اور اری چاول بہت اہم اقسام ہیں۔

(ii) گندم (Wheat)

گندم پاکستان کی دوسری اہم غذائی فصل ہے۔ پاکستان میں کل کاشت کے رقبہ کے تقریباً 37.1 فیصد پر گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ پاکستان گندم کی پیداوار میں براعظم ایشیاء میں چوتھے نمبر پر اور دنیا میں گندم پیدا کرنے والے ممالک میں گیارہویں نمبر پر ہے۔ گندم موسم سرما کی فصل ہے اور اس کی کاشت کیلئے معتدل سرد موسم اور کم بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ پاکستان میں گندم کی کاشت آب پاشی کی مدد سے کی جاتی ہے۔ گندم سے بنیادی طور پر آٹا تیار کیا جاتا ہے۔ روٹی اور دیگر غذائی اشیاء بھی گندم سے تیار ہوتی ہیں۔ گندم کی پیداوار کا تین چوتھائی حصہ صوبہ پنجاب سے حاصل ہوتا ہے۔ صوبہ پنجاب کے بعد صوبہ سندھ میں بھی گیہوں کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں بھی گندم پیدا ہوتی ہے مگر اس کی پیداوار یہاں اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ سے حاصل کی جاتی ہے۔ گندم کی پیداوار میں پاکستان کی خود کفالت کا انحصار پانی کی فراہمی پر ہے۔ گندم پاکستان کے لوگوں کی غذا کا ایک اہم ترین جزو ہے۔

(iii) مکئی (Maize)

مکئی خریف کی اہم فصل ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایک غذائی فصل ہے لیکن اسے جانوروں کے چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مکئی گرم موسم کی فصل ہے اس کیلئے کافی گرمی اور مناسب بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے جانوروں کے چارے کیلئے وسیع پیمانہ پر کاشت کیا جاتا ہے۔ مکئی کا شمار دنیا کی تیسری بڑی غذائی فصل میں ہوتا ہے۔ مکئی سے نشاستہ، گلوکوز، الکوحل، پلاسٹر آف پیرس اور مکئی کا تیل (Corn Oil) تیار کئے جاتے ہیں۔ مکئی کی کاشت کیلئے زرخیز زمین وہ ہوتی ہے جس میں پانی سمانے کی صلاحیت بہت زیادہ ہو۔ مکئی کی سب سے زیادہ کاشت پاکستان میں صوبہ خیبر پختونخواہ میں کی جاتی ہے جہاں مردان، ایبٹ آباد، مانسہرہ، سوات اور پشاور کے اضلاع خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صوبہ پنجاب میں فیصل آباد اور ساہیوال کے علاقوں میں بھی مکئی کی کاشت ہوتی ہے۔

(iv) جوار اور باجرہ (Sorghum and Millets)

جوار اور باجرہ کو غذائی چارے کی فصلوں میں اہم مقام حاصل ہے۔ یہ دونوں خریف کی فصلیں ہیں اور ہلکی زمین اور قدرے خشک موسم میں کاشت کی جاسکتی ہیں اس لئے نہری علاقوں کے علاوہ پاکستان کے بارانی علاقے جوار اور باجرہ کی پیداوار میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان فصلوں کی کاشت ایسے علاقوں میں بھی کی جاسکتی ہے جہاں مٹی بہت زیادہ اچھی نہ ہو اور وہ خشک سالی کا شکار رہتے ہوں۔ ان فصلوں کی کاشت زیادہ تر صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں کی جاتی ہے۔ صوبہ پنجاب میں اٹک، گجرات، سیالکوٹ اور سرگودھا کے اضلاع میں باجرے کی کاشت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ صوبہ سندھ کے اضلاع میں عمرکوٹ، تھرپارکر اور میرپور خاص باجرے کی پیداوار کیلئے پاکستان میں سرفہرست ہیں۔ جوار کی کاشت کیلئے بھی صوبہ پنجاب کے شمالی اضلاع یعنی اٹک، راولپنڈی، جہلم اور سرگودھا مشہور ہیں۔ صوبہ سندھ میں سکھر، خیرپور، نواب شاہ، نوشہرو فیروز، سانگھڑ اور دادو کے اضلاع جوار کی کاشت کے اہم علاقے ہیں۔

(v) دالیں (Pulses)

ملک میں مختلف اقسام کی دالیں کاشت کی جاتی ہیں۔ ان دالوں میں سرفہرست چنا ہے۔ دالوں کی کاشت کیلئے میانوالی اور سرگودھا کے بارانی علاقے اہم مراکز ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان کے اضلاع میں بڑے پیمانہ پر چنے کی کاشت کیجاتی ہے۔ پاکستان میں کاشت کی جانے والی دوسری دالوں میں مونگ، مسور اور ماش کی دالیں شامل ہیں۔ ان دالوں کی کاشت ملک کے دیگر حصوں کے مقابلہ میں صوبہ پنجاب میں زیادہ کی جاتی ہے۔

(vi) جو یا جئی (Barley)

جو یا جئی کی کاشت پاکستان میں بہت وسیع علاقے پر نہیں کی جاتی یہ ملک کے کم زرخیز اور خشک علاقوں میں بویا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کے دیہاتوں میں غذا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اسے جانوروں کے چارے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(vii) سبزیاں (Vegetables)

پاکستان میں مختلف اقسام کی سبزیاں مقامی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کاشت کی جاتی ہیں۔ سبزیوں کی کاشت پورے ملک میں ہوتی ہے۔ پاکستان کی اہم سبزیوں اور ترکاریوں میں آلو، شلغم، بھنڈی، پالک، بینگن، چقندر، ٹماٹر، پیاز، مولی، مٹر، بند گوبھی، پھول گوبھی، ٹینڈے، لوکی، توری، سیم کی پھلیاں اور گاجر وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان سبزی اور ترکاری کی پیداوار میں خود کفیل ہے۔ پاکستان آلو اور پیاز دیگر ممالک کو بھی برآمد کرتا ہے۔

(viii) پھل (Fruits)

پاکستان میں بے شمار اقسام کے بہت خوش ذائقہ پھل پیدا ہوتے ہیں لیکن آب وہوا کے فرق کی وجہ سے یہ مخصوص علاقوں میں کاشت کئے جاتے ہیں۔ صوبہ بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخواہ پھلوں کی پیداوار کے خلاص علاقے ہیں۔ یہاں انگور، سیب، انار، آلو بخارا، مشمش، خوبانی، آڑو اور چیری پیدا ہوتے ہیں۔ صوبہ سندھ میں پھلوں کی صرف چند اقسام یعنی آم، کھجور، کیلا، تربوز اور خربوزہ پیدا ہوتے ہیں۔ صوبہ پنجاب میں آم، موسمی، مالٹے، کینو، مشک، سردا، گرما، تربوز اور کھجور کاشت کی جاتی ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں خشک میوہ جات بادام، پستہ اور اخروٹ کاشت کئے جاتے ہیں۔ تازہ پھلوں اور خشک میوہ جات کی برآمد سے پاکستان کثیر مقدار میں زرمبادلہ بھی کماتا ہے۔

سوال نمبر ۱۵:۔ پاکستان میں صنعتوں کی مختلف اقسام کے نام لکھئے۔ گھریلو اور چھوٹی صنعتوں سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں پائی جانے والی گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی مختلف اقسام بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں صنعتوں کی اقسام (Types of Industries in Pakistan)

پاکستان میں صنعتوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

(i) گھریلو اور چھوٹی صنعتیں (ii) بھاری صنعتیں (iii) دفاعی صنعتیں

پاکستان کی چھوٹی اور گھریلو صنعتیں (Small and Cottage Industries of Pakistan)

پاکستان میں ایسی صنعتیں جو محدود رقبہ پر محدود وسائل اور سرمائے سے چلائی جاتی ہیں گھریلو اور چھوٹی صنعتیں کہلاتی ہیں۔ پاکستان کی معیشت میں گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ صنعتیں مقامی سطح پر روزگار کی فراہمی کا بڑا ذریعہ ہیں اور اگر ان صنعتوں کو مناسب طور پر منظم کیا جائے تو دیہی علاقوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کو کم کیا جاسکتا ہے۔ یہ صنعتیں کم سرمایہ کے ساتھ قائم ہوسکتی ہیں اور ان کا انتظام بھی سادہ طریقے سے چلایا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف اقسام کی چھوٹی اور گھریلو صنعتیں بے شمار مصنوعات تیار کررہی ہیں۔ پاکستان میں ان صنعتوں کا کردار بہت نمایاں ہے۔ ہزاروں افراد مختلف اقسام کے کاروبار سے وابستہ ہیں اور قومی معیشت میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ پاکستان کی اہم چھوٹی اور گھریلو صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(i) قالین بافی کی صنعت (ii) سوتی پارچہ بافی کی صنعت (iii) چمڑے کی صنعت
(iv) کھیلوں کے سامان کی صنعت (v) کٹلری کی صنعت (vi) کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت

(i) قالین بافی کی صنعت (Carpet Industry)

قالین بافی کی صنعت پاکستان کی سب سے اہم گھریلو اور چھوٹی صنعت میں شمار ہوتی ہے۔ قالین بافی کیلئے پاکستان میں خام مال موجود ہے اس لئے ملک کے مختلف حصوں میں قالین تیار کئے جاتے ہیں۔ قالین بافی کے اہم مراکز صوبہ پنجاب میں لاہور، شیخوپورہ، فیصل آباد، ملتان اور جھنگ میں واقع ہیں۔ صوبہ سندھ میں قالین بافی کے اہم مراکز جیکب آباد، سکھر، خیرپور، میرپورخاص، تھرپارکر، عمرکوٹ، حیدرآباد اور کراچی میں واقع ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں بڑے پیمانہ پر قالین بافی کا کام پشاور میں ہوتا ہے اور مقامی سطح پر یہ ایک بہت بڑا پیشہ ہے۔ صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ شہر میں کثیر تعداد میں لوگ قالین بافی کی صنعت سے وابستہ ہیں۔ پاکستان میں بہت خوبصورت قالین تیار کئے جاتے ہیں۔ پاکستان کے قالینوں کی بیرون ملک بھی بہت مانگ ہے اس لئے پاکستان کی یہ چھوٹی اور گھریلو صنعت قیمتی زرمبادلہ کماتی ہے۔ قالین اون اور مصنوعی ریشے کو استعمال کر کے تیار کئے جاتے ہیں۔

(ii) سوتی پارچہ بافی کی صنعت (Cotton Handlooms)

گھریلو اور چھوٹی صنعتوں میں سوتی پارچہ بافی کی صنعت ایک اہم صنعت شمار کی جاتی ہے۔ سوتی پارچہ بافی کی چھوٹی صنعتوں کا جال پاکستان میں صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس صنعت میں دستی کھڈیوں کو استعمال کیا جاتا ہے اور ان دستی کھڈیوں کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے۔ سوتی پارچہ بافی کی صنعت مقامی روزگار کی فراہمی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ پاکستان میں ان سوتی دستی کھڈیوں سے خوبصورت کھیس، چادریں، شالیں اور دریاں وغیرہ تیار کی جاتی ہیں۔ سوتی پارچہ بافی کے اہم مراکز میں صوبہ پنجاب میں فیصل آباد، ملتان، لاہور، گوجرانوالہ، سرگودھا اور سیالکوٹ شامل ہیں جبکہ صوبہ سندھ میں سوتی پارچہ بافی کے اہم مراکز حیدرآباد اور سکھر ہیں۔

(iii) چمڑے کی صنعت (Lether Tanning)

چمڑے کی صنعت کا شمار بھی پاکستان کی اہم گھریلو صنعتوں میں ہوتا ہے۔ چمڑے کی صنعت میں کئی طرح کے جوتے، سوٹ کیس، قناتیں، بستر بند، ہینڈ بیگ اور دوسری چمڑے کی اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ صوبہ سندھ میں چمڑے کی مصنوعات کراچی اور حیدرآباد میں تیار کی جاتی ہیں۔ صوبہ پنجاب میں لاہور، قصور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ اور ملتان میں چمڑے کی مصنوعات کی تیاری کے کئی مراکز ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں پشاور اور سوات میں چمڑے کی کئی مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔ صوبہ بلوچستان میں چمڑے کو رنگنے کا کام کیا جاتا ہے۔

(iv) کھیلوں کے سامان کی صنعت (Sports goods Industry)

کھیلوں کے سامان کی صنعت کا انحصار بھی پاکستان کی اہم گھریلو اور چھوٹی صنعتوں میں کیا جاتا ہے۔ کھیلوں کا سامان تیار کرنے کیلئے لکڑی اور چمڑے کو بطور خام مال استعمال کیا جاتا ہے۔ کھیلوں کا سامان تیار کرنے کیلئے مطلوبہ خام مال پاکستان کے چند خاص علاقوں میں کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں کھیلوں کا سامان صوبہ پنجاب میں سیالکوٹ اور لاہور میں تیار ہوتا ہے۔ کھیلوں کا سامان زرمبادلہ کمانے کا اہم ذریعہ ہے۔ پاکستان میں تیار کئے جانے والے ہاکی، کرکٹ کے بلے اور گیندیں، فٹبال اور ریکٹ دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

(v) کٹلری کی صنعت (Cutlery Industry)

کھانا کھانے کیلئے مختلف اقسام کے چھری، کانٹے اور چمچے وغیرہ کٹلری کہلاتے ہیں۔ پاکستان میں کٹلری کی صنعت بھی بہت مشہور ہے۔ صوبہ پنجاب میں وزیرآباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات اور لاہور میں کٹلری کی صنعتوں کے مختلف مراکز قائم ہیں۔ کٹلری کی صنعت سے پاکستان کو معقول مقدار میں زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے۔

(vi) کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت (Embroidery and Needle Work)

پاکستان میں کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان میں یہ ہنر بہت مقبول ہے خاص طور پر ریشمی دھاگوں سے پھولوں کی کشیدہ کاری خاص اہمیت رکھتی ہے۔ صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں کشیدہ کاری اور کروشیے کا کام کیا جاتا ہے۔ صوبہ سندھ اور بلوچستان میں بلوچی کام یا بلوچی فن بڑے پیمانہ پر کیا جاتا ہے۔ اس کام میں خوبصورتی اور حسن پیدا کرنے کیلئے کپڑے پر چھوٹے چھوٹے ریشمی دھاگے پروئے جاتے ہیں۔ صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت کے اہم مراکز لاڑکانہ، دادو، شکارپور، نواب شاہ اور خیرپور میں واقع ہیں۔ صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں یہ بے شمار خاندانوں کا مقبول عام پیشہ ہے اسی طرح صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے بڑے شہروں میں وسیع پیمانہ پر سلی سلائے کپڑے کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، کوہاٹ، ٹوپی اور ٹوپی شہرہ میں کپڑوں پر پھول لگانے اور چمڑے اور کپڑے پر زری دگوزہ یعنی سنہری کشیدہ کاری کا کام بھی کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر ۱۶:۔ بھاری صنعتوں سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی اہم صنعتوں کے نام لکھئے اور پاکستان میں پائی جانے والی اہم بھاری صنعتوں کے بارے میں تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: بھاری صنعتیں (Heavy Industries)

ایسی صنعتیں جو بڑے پیمانہ پر مال کی تیاری کیلئے بہت زیادہ وسائل کے استعمال سے بڑے رقبہ پر لگائی جائیں اور انہیں مختلف مشینوں کے استعمال سے چلایا جائے بھاری صنعتیں کہلاتی ہیں۔ پاکستان میں پائی جانے والی صنعتوں کی بنیادی طور پر تین اقسام ہیں۔

(i) گھریلو اور چھوٹی صنعتیں (ii) بھاری صنعتیں (iii) دفاعی صنعتیں

پاکستان کی بھاری صنعتیں (Heavy Industries of Pakistan)

پاکستان کی اہم بھاری صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپڑے کی صنعت (ii) شکر کی صنعت (iii) سیمنٹ کی صنعت
(iv) خوردنی تیل اور بناسپتی تیل کی صنعت (v) کیمیائی کھاد کی صنعت

(i) کپڑے کی صنعت (Textile Industry)

پاکستان کی معیشت میں کپڑے کی صنعت کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ پاکستان میں کثیر تعداد میں کپڑے کے چھوٹے اور بڑے کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ان کارخانوں میں نہایت عمدہ اور نفیس کپڑے تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر سال سوتی کپڑے اور دھاگے کی برآمد سے کروڑوں روپے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے، سوتی کپڑے کی صنعت کے اہم مراکز صوبہ پنجاب میں فیصل آباد، لاہور اور ملتان ہیں۔ صوبہ سندھ میں سوتی کپڑے کے مراکز کراچی اور حیدرآباد ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، نوشہرہ، بنوں، ہری پور اور سوات میں سوتی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔ صوبہ بلوچستان میں سوتی کپڑے کے اہم مراکز اتھل اور کوئٹہ میں واقع ہیں۔ پاکستان میں صنعتی مزدوروں کی تقریباً 50 فیصد تعداد سوتی کپڑے کی صنعت سے وابستہ ہے۔ پاکستان کی آزادی کے وقت ملک میں سوتی کپڑے کے صرف تین کارخانے تھے اس کے مقابلہ اب یہاں 500 کارخانے کام کر رہے ہیں۔

پاکستان میں اونی کپڑے کی صنعت بھی پائی جاتی ہے لیکن یہ ایک خوشحال صنعت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں اعلیٰ معیار کی اون دستیاب نہیں ہے اس لئے اون کا زیادہ تر حصہ قالین سازی میں استعمال ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں اونی کپڑے کی تیاری کے بھی بڑے کارخانے قائم ہیں۔ اونی کپڑوں کی تیاری میں صوبہ سندھ میں کراچی، صوبہ پنجاب میں راولپنڈی کے نزدیک لارنس پور، لاہور اور قائداباد، صوبہ بلوچستان میں ہرنائی اور مستونگ اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں بنوں اور نوشہرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کارخانوں میں اونی کپڑا اور کمبل تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اونی دھاگہ بھی تیار ہوتا ہے۔ اس وقت پورے پاکستان میں اونی کپڑے کے 70 کارخانے ہیں۔ لارنس پور اور کراچی کے کارخانوں میں اعلیٰ معیار کا اونی کپڑا تیار ہوتا ہے۔

پاکستان میں ریشمی کپڑے کی صنعت بھی قائم ہے۔ ریشمی کپڑا بنانے کیلئے قدرتی ریشم اور مصنوعی ریشم دونوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ لاہور کے قریب کالا شاہ کاکو کے مقام پر ریشمی کپڑے کا ایک کارخانہ موجود ہے جہاں مصنوعی ریشم بھی تیار کیا جاتا ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ خام ریشم اور ریشمی دھاگہ بیرون ملک سے بھی درآمد کیا جاتا ہے۔ کراچی ریشمی کپڑے کی صنعت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اس کے علاوہ ریشمی کپڑا فیصل آباد، لاہور، ملتان، گوجرانوالہ، پشاور، سوات، سکھر اور حیدرآباد میں بھی تیار ہوتا ہے۔

(ii) شکر کی صنعت (Sugar Industry)

شکر سازی کی صنعت پاکستان کی بڑی صنعتوں میں سے ایک ہے۔ 1947ء میں جب پاکستان آزاد ہوا تو یہاں چینی کے صرف دو کارخانے تھے۔ ایک کارخانہ صوبہ پنجاب میں گوجرانوالہ کے نزدیک اور دوسرا صوبہ خیبر پختونخواہ میں تخت بائی کے مقام پر قائم تھا۔ شکر گنے سے حاصل کی جاتی ہے جو پاکستان کے تینوں صوبوں یعنی پنجاب، خیبر پختونخواہ اور سندھ میں بڑی مقدار میں کاشت کیا جاتا ہے۔ اس لئے حکومت پاکستان نے ان علاقوں میں شکر کے کارخانے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جہاں پر گنے کی کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان میں اس وقت شکر سازی کے تقریباً 78 کارخانے کام کر رہے ہیں جن میں سے 40 کارخانے صوبہ پنجاب میں، 32 کارخانے صوبہ سندھ میں اور 6 کارخانے صوبہ خیبر پختونخواہ میں موجود ہیں۔ ان تمام کارخانوں میں چینی کی مجموعی پیداواری صلاحیت 5 ملین ٹن ہے۔ پاکستان شکر کی پیداوار میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ شکر کی برآمد سے کثیر مقدار میں زرمبادلہ بھی کمایا جاتا ہے۔ پاکستان میں تیار کی جانے والی شکر بہت اعلیٰ معیار کی ہوتی ہے۔

(iii) سیمنٹ کی صنعت (Cement Industry)

سیمنٹ کی تیاری میں چونے کا پتھر اور جپسم استعمال کئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں چونے کے پتھر اور جپسم دونوں کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اس لئے پاکستان میں سیمنٹ کی تیاری کے بڑے کارخانے سرکاری اور نجی سطح پر قائم کئے گئے ہیں۔ سرکاری شعبہ کے سیمنٹ کے کارخانوں کا نظم و نسق پاکستان اسٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن کے سپرد ہے۔ پاکستان

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

میں سیمنٹ کی تیاری کے کارخانے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد، صوبہ پنجاب میں ڈنڈوت، واہ، داؤد خیل، راولپنڈی، ڈیرہ غازی خان، صوبہ سندھ میں کراچی، حیدرآباد، ٹھٹھہ، نوری آباد اور روہڑی میں قائم ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں سیمنٹ کے کارخانے کوہاٹ، ہری پور اور نوشہرہ میں ہیں جبکہ صوبہ بلوچستان میں سیمنٹ کے کارخانے درواز ہ اور گڈانی کے مقام پر قائم ہیں۔

سیمنٹ کی پیداوار میں پاکستان تقریباً خود کفیل ہو چکا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت 1947ء میں پاکستان میں سیمنٹ سازی کا صرف ایک کارخانہ تھا اس کے مقابلہ میں پاکستان میں اب سیمنٹ سازی کے 25 کارخانے کام کر رہے ہیں جن میں سے 21 کارخانے نجی شعبہ میں قائم ہیں جبکہ 4 کارخانے سرکاری شعبہ کے پاس ہیں اور ان سب کی مجموعی پیداوار 17.7 ملین ٹن ہے۔

(iv) خوردنی تیل اور بناسپتی تیل کی صنعت (Vegetable Ghee and Cooking Oil Industry)

پاکستان میں خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کی صنعت نجی شعبہ میں قائم کی گئی تھی لیکن 1973ء میں اس صنعت کو قومی تحویل میں لے لیا گیا اور 26 کارخانوں میں سے 23 کارخانے سرکاری تحویل میں لے کر انہیں گھی آف کارپوریشن کے سپرد کر دیا گیا۔ بناسپتی گھی کیلئے خام مال خوردنی تیل سے حاصل کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں خوردنی تیل کی پیداوار قومی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ناکافی ہیں اس لئے خوردنی تیل دوسرے ممالک سے بھی درآمد کیا جاتا ہے۔ اس صنعت کیلئے خوردنی تیل بنانے والے کارخانے پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ کارخانے صوبہ سندھ میں کراچی، حیدرآباد، سکھر اور نواب شاہ میں قائم ہیں۔ صوبہ پنجاب میں یہ کارخانے رحیم یار خان، بہاولپور، لاہور، ملتان، فیصل آباد اور راولپنڈی میں ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخواہ میں نوشہرہ، ہری پور اور درگئی کے مقامات پر خوردنی تیل کے کارخانے ہیں اس کے علاوہ صوبہ بلوچستان میں ڈیرہ مراد جمالی اور کوئٹہ میں خوردنی تیل کے کارخانے ہیں۔ خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کی تیاری کے چند کارخانے وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بھی کام کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اب اس صنعت کو مکمل طور پر نجی شعبے کے حوالے کر دیا گیا ہے اور اس وقت پورے پاکستان میں بناسپتی گھی اور خوردنی تیل کے 160 کارخانے کام کر رہے ہیں اور ان کی پیداواری صلاحیت 2.7 ملین ٹن ہے۔

(v) کیمیائی کھاد کی صنعت (Chemical Fertilizer Industry)

پاکستان میں کیمیائی کھاد کی صنعت زرعی پیداوار کیلئے مطلوبہ کیمیائی کھاد کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ پاکستان میں مختلف مقامات پر کیمیائی کھاد کی تیاری کے مختلف کارخانے ہیں جہاں کئی طرح کی کیمیائی کھاد تیار کی جاتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں ملکی ضروریات سے زیادہ کیمیائی کھاد تیار کی جا رہی ہے جو دوسرے ممالک کو برآمد کر دی جاتی ہے۔ اس وقت پورے پاکستان میں کیمیائی کھاد تیار کرنے والے 10 کارخانے کام کر رہے ہیں جن میں سے 5 صوبہ پنجاب میں، 3 صوبہ سندھ میں اور 2 صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہیں۔ ان کی کل پیداوار 5.6 ملین ٹن ہے۔

سوال نمبر ۱۷:۔ دفاعی صنعت سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں پائی جانے والی اہم دفاعی صنعتوں کے بارے میں تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: دفاعی صنعت (Defence Industry)

ایسی صنعت جو بہت زیادہ وسائل کی بنیاد پر بڑے رقبہ پر دفاعی ساز و سامان، لوہے اور فولاد کے استعمال سے بڑی بڑی گاڑیاں، ٹینک، اسلحہ، ہوائی جہاز اور بحری جہاز وغیرہ کی تیاری کیلئے لگائی جاتی ہیں دفاعی صنعتیں کہلاتی ہیں۔

پاکستان کی دفاعی صنعتیں (Defence Industries of Pakistan)

پاکستان کی اہم دفاعی صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) لوہے اور فولاد کی صنعت (ii) جہاز سازی کی صنعت (iii) ہتھیار اور اسلحہ سازی کی صنعت

(i) لوہے اور فولاد کی صنعت (Iron an Steel Industry)

کسی ملک کی معیشت کو مضبوط بنانے میں لوہے اور فولاد کی صنعت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ آزادی کے وقت پاکستان میں لوہے اور فولاد کی تیاری کا کوئی کارخانہ موجود نہیں تھا۔ پاکستان کی پہلی اسٹیل مل چٹاگانگ میں 1959ء میں قائم کی گئی لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجہ سے پاکستان کو اس اسٹیل مل کے حق سے دستبردار ہونا پڑا۔ لوہے اور فولاد کی صنعت کا دارومدار لوہے کی کچ دھاتوں پر ہوتا ہے۔ خام لوہے کے ذخائر صوبہ پنجاب میں کالاباغ اور مکڑوال، صوبہ خیبر پختونخواہ میں لنگریال اور صوبہ بلوچستان میں خضدار، زیارت، چل غازی اور نوکنڈی میں پائے جاتے ہیں لیکن یہ ذخائر ملکی ضروریات کیلئے کافی نہیں ہیں اس لئے لوہے کی کثیر مقدار بیرون ملک سے درآمد کی جاتی ہے۔ پاکستان میں لوہے اور فولاد کی پیداوار اور ان کی مصنوعات کیلئے دو بڑے ادارے قائم ہیں۔

(الف) پاکستان اسٹیل ملز کراچی (ب) ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا

(الف) پاکستان اسٹیل ملز کراچی (Pakistan Steel Mills Karachi)

لوہے اور فولاد کی تیاری کا یہ کارخانہ کراچی سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر پورٹ بن قاسم کے مقام پر لگایا گیا ہے۔ یہ کارخانہ 1973ء میں روس کے تعاون سے قائم کیا گیا۔

اس کارخانے میں کچا لوہا، لوہے کی چادریں اور تار کوائل وغیرہ تیار کیے جاتے ہیں۔ اس کارخانے کے قیام سے ہزاروں افراد کو روزگار کی فراہمی ممکن ہوئی بلکہ کثیر مقدار میں زرمبادلہ بھی کمایا گیا

(ب) ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا (Heavy Mechanical Complex Taxila)

لوہے اور فولاد سے بھاری اشیاء کی تیاری کیلئے چین کے تعاون سے 1968ء میں ٹیکسلا کے مقام پر ایک کارخانہ قائم کیا گیا جسے ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا کہا جاتا ہے۔ اس کارخانے سے ریلوے انجن، شکر سازی کے کارخانوں، گاڑیوں، کپڑا بننے کی مشینیں، مصنوعی کھاد کے کارخانوں، ٹرکوں اور فاضل پرزہ جات کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ اس کارخانے کے قیام سے پاکستان میں فولاد اور مشینوں کی درآمد میں کمی واقع ہوئی ہے۔

(ii) جہاز سازی کی صنعت (Shipyard Industry)

جہاز سازی کا ایک کارخانہ کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ کے نام سے کراچی میں 1956ء میں قائم کیا گیا۔ اس کارخانے میں مختلف اقسام کے جہاز تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ شپ یارڈ بحری جہازوں کی مرمت کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کارخانے میں نہ صرف ملکی جہاز بنانے اور ان کی مرمت کرنے کا کام کیا جاتا ہے بلکہ دوسرے ملکوں کیلئے جہاز اور ماہی گیری کیلئے کشتیاں بھی تیار کی جاتی ہیں۔ جہاز سازی کی صنعت کو پاکستان میں ایک طویل عرصہ میں فروغ حاصل ہوا ہے لیکن اب یہ اس قابل ہو چکی ہے کہ ملکی ضروریات کو پورا کر سکے۔

(iii) ہتھیار اور اسلحہ سازی کی صنعت (Arms and Ammunotion Industry)

ہتھیار اور اسلحہ سازی کا پہلا کارخانہ راولپنڈی میں واہ کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ فضائی دفاعی سامان صوبہ خیبر پختونخواہ میں حویلیاں اور صوبہ پنجاب میں کامرہ کے مقام پر تیار کیا جاتا تھا۔ کچھ دفاعی مشینیں، مشین ٹول فیکٹری لانڈھی میں بھی تیار کی جاتی تھیں۔ اس طرح پاکستان میں ہتھیار اور اسلحہ سازی کی صنعت کو بھی فروغ حاصل ہوا اور پاکستان میں اب میزائل اور دیگر ہتھیار بھی تیار کیے جاتے ہیں۔ اس طرح روایتی اور جدید پیچیدہ ہتھیاروں کی تیاری اور اسلحہ سازی میں پاکستان اب تقریباً خود کفیل ہو چکا ہے۔

مندرجہ بالا جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کی دفاعی صنعت بھاری صنعت سے وابستہ ہے جس میں بہت زیادہ وسائل کے استعمال سے بڑے رقبہ پر کارخانے قائم کئے جاتے ہیں۔ یہ کارخانے لوہے اور فولاد کی اشیاء جو ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں بناتے ہیں۔ ان اشیاء میں ہوائی جہاز، بحری جہاز، بڑی کشتیاں وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کی دفاعی صنعت پاکستان کی بری فوج کیلئے اسلحہ، ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور دفاعی ساز و سامان کی تیاری میں مدد دے رہی ہے۔ اس کے علاوہ یہ صنعت پاکستان کی بحری افواج کیلئے بحری جہازوں، اسٹیمروں اور کشتیوں کی تیاری میں مدد دیتی ہے۔ دفاعی صنعت پاکستان کی ایئر فورس کیلئے لڑاکا طیاروں، ہوائی جہازوں وغیرہ کی تیاری میں بھی مدد فراہم کرتی ہے۔

سوال نمبر ۱۸:۔ کاروبار اور تجارت سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی اندرونی تجارت، تجارت خارجہ اور ای کامرس سے وابستہ سرگرمیوں کی وضاحت کیجئے۔ پاکستان کی اندرونی اور بیرونی تجارت کے بارے میں تفصیل سے بیان کیجئے۔

جواب: کاروبار اور تجارت (Trade and Commerce)

ایک ایسی مخصوص تنظیم جس کے ذریعے مصنوعات اور خدمات کی پیدائش ممکن ہو اور معاشرے کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ منافع بھی کمایا جائے "کاروبار" کہلاتی ہے جبکہ ان تمام مشاغل کا مجموعہ جو اشیاء کی پیداوار کے عمل سے لے کر ان کے تبادلہ، تقسیم اور مالیات کے حصول سے وابستہ ہو "تجارت" کہلاتا ہے۔ کسی بھی ملک کی اقتصادی اور معاشی ترقی کے فروغ میں کاروبار اور تجارت کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ زرعی اور صنعتی ترقی کا عمل کاروبار اور تجارت سے وابستہ ہوتا ہے۔ تجارت کی مندرجہ ذیل اقسام ہوتی ہیں۔

(i) داخلی یا اندرونی تجارت (ii) پاکستان کی تجارت خارجہ (iii) ای کامرس

(i) داخلی یا اندرونی تجارت (Internal Trade)

تجارت پاکستان کے عوام کا ایک اہم پیشہ ہے۔ پاکستان کی اندرون ملک تجارت مختلف اشیاء اور سامان کی ترسیل اور خرید و فروخت کا ذریعہ ہے۔ اس تجارت سے ملک کا روپیہ ملک کے اندر ہی گردش کرتا رہتا ہے۔ پاکستان میں سارا سال اور تمام موسموں میں کثیر تجارتی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔

داخلی تجارت کے علاقے (Areas of Internal Trade)

صوبہ پنجاب سے دوسرے صوبوں کو گندم، چاول، کپاس، سوتی کپڑا، کھیلوں کا سامان، اسٹیشنری، مشینیں، سیمنٹ اور دیگر مصنوعات بھیجی جاتی ہیں۔ صوبہ سندھ سے بلوچستان، خیبر پختونخواہ اور پنجاب کو سوتی کپڑا، ریشمی کپڑا اور ربڑ کی مصنوعات بھیجی جاتی ہیں۔ بلوچستان سے دوسرے صوبوں کو خشک میوہ اور تازہ پھل مثلاً آلوچہ، خوبانی، انگور، انار اور سیب وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ پاکستان میں صوبوں کے درمیان تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے اور ایسی اشیاء مثلاً تمباکو، سگریٹ اور لکڑی سے بنائی گئی اشیاء ان علاقوں میں مہیا کی جاتی ہیں جہاں ان کی طلب ہوتی ہے۔ پاکستان کی داخلی یا اندرونی تجارت پاکستان کے عوام کیلئے روزگار، فلاح و بہبود اور خوشحالی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پاکستان کی داخلی تجارت میں تھوک اور پرچون دونوں قسم کا کاروبار کئے جاتے ہیں۔ پاکستان کے بڑے تجارتی مراکز کراچی، حیدرآباد، کوئٹہ، ملتان، لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، راولپنڈی اور پشاور میں واقع ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(ii) پاکستان کی تجارت خارجہ (External Trade of Pakistan)

دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جو تمام ضروریات زندگی میں خودکفیل ہو۔ ہر ملک پر اپنی ضروریات کی کمی کو دوسرے ممالک سے اشیاء خرید کر پورا کرتا ہے اور اپنی ضروریات سے زیادہ سامان کو دوسرے ممالک کو فروخت کر دیتا ہے ایسی تجارت کو تجارت خارجہ کہا جاتا ہے۔ تجارت خارجہ میں مختلف ممالک اپنے اپنے سامان کی وجہ سے دنیا میں مشہور ہیں۔ مثال کے طور پر الیکٹرانک کی اشیاء میں جاپان کی شہرت ہے اس کے علاوہ جاپان کی تیار کی ہوئی موٹر گاڑیاں بھی دنیا میں شہرت رکھتی ہیں۔ پاکستان قالین بافی، سوتی کپڑے اور چمڑے کے سامان کی وجہ سے مشہور ہے۔ امریکہ کی بھاری صنعتوں اور جنگی ہتھیاروں کی تیاری میں دنیا میں شہرت ہے۔ اس طرح ہر ملک اپنی ضروریات سے زیادہ سامان کو طلب پر دوسرے ممالک کو برآمد کر دیتا ہے اور اس کے بدلہ میں جن اشیاء کی کمی ہوتی ہے انہیں دوسرے ممالک سے درآمد کر لیا جاتا ہے۔

پاکستان کی برآمدات اور درآمدات (Imports and Exports of Pakistan)

پاکستان کی برآمدات میں کپاس، سوتی کپڑا، شکر، قالین، مچھلی، آلات جراحی، پھل اور سبزیاں وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پاکستان اپنی دفاعی مصنوعات کو بھی چند ممالک میں برآمد کر رہا ہے۔ پاکستان کی درآمدات میں ہوائی جہاز، مختلف اقسام کی بھاری مشینیں، کیمیائی اشیاء، ادویات، خام لوہا، خوردنی تیل، چائے، پیٹرولیم، الیکٹرانک اور سائنسی آلات شامل ہیں۔

پاکستان کے تجارتی تعلقات (Trade Relations of Pakistan)

پاکستان کے تجارتی تعلقات امریکہ، برطانیہ، یورپی یونین، خلیجی ممالک، سعودی عرب، جاپان، چین، سری لنکا اور بنگلہ دیش کے ساتھ قائم ہیں۔ پاکستان کی درآمدات اس کی برآمدات سے زیادہ ہیں۔ تجارت خارجہ میں پاکستان کی ادائیگی کا توازن کی کا شکار ہے۔ اس کے نتیجہ میں پاکستان کو سالانہ تین ارب ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ برآمدات میں اضافہ سے پاکستان میں تجارت خارجہ میں توازن قائم ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے ادائیگی کے توازن کو موافق بنانے کیلئے معیاری اشیاء کی پیداوار اور بین الاقوامی منڈیوں کے لحاظ سے ان کی قیمتوں سے مدد حاصل ہو سکتی ہے۔

(iii) ای کامرس (E-Commerce)

وہ تجارت جو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے استعمال سے کی جاتی ہے ای کامرس کہلاتی ہے۔ یہ الیکٹرانک کامرس کا مخفف ہے۔ الیکٹرانک کامرس اطلاعاتی ٹیکنالوجی (Information Technology) کی ایک شاخ ہے۔ الیکٹرانک کامرس کے وسیلہ سے کاروباری معاملات کو کم وقت میں آسانی کے ساتھ طے کیا جا سکتا ہے۔

ای کامرس کے فوائد (Advantages of E-Commerce)

ای کامرس کی اہمیت اور فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) یہ کاروباری معاملات کو کم وقت میں طے کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔
(ii) یہ تجارت اور کاروبار کا درست اور جدید تر ریکارڈ تیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔
(iii) یہ درآمدات اور برآمدات سے متعلق مکمل معلومات فراہم کرتا ہے۔
(iv) یہ دنیا کی نمایاں ترین کاروباری تنظیموں کے ساتھ رابطہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔
(v) یہ مختلف نوعیت کی اشیاء کے معیار، ان کی رسد اور ان کی قیمتوں سے متعلق معلومات کے حصول میں مدد دیتا ہے۔
(vi) ای کامرس کے وسیلہ سے ادائیگیاں انٹرنیٹ کے ذریعے کی جا سکتی ہیں۔
(vii) منڈیوں اور اسٹاک ایکسچینج سے متعلق معلومات فوری طور پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔
(viii) ای کامرس نے تجارت اور کاروبار کو تیز رفتار بنا دیا ہے۔

ای کامرس اور پاکستان (E-Commerce and Pakistan)

پاکستان میں بھی رفتہ رفتہ ای کامرس کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ای کامرس کے ذریعے دنیا کی صف اوّل کی تجارتی کمپنیوں سے اور تجارتی اداروں سے ان کی ویب سائٹس کے ذریعے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے اور ان کی فراہم کردہ تفصیلات، ان کی قیمتیں، مقدار اور سامان کی رسد کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ادائیگیوں کو بھی انٹرنیٹ کی مدد سے آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں گھر بیٹھے نیویارک، سنگاپور، ہانگ کانگ اور لندن وغیرہ کے اسٹاک ایکسچینج کے حصص کی خرید و فروخت کی جا سکتی ہے لیکن اس کیلئے وہاں اکاؤنٹ موجود ہونا ضروری ہے۔ ای کامرس پاکستان کی تجارت خارجہ کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 19:۔ درآمدات اور برآمدات سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کی اہم درآمدات اور برآمدات کو بیان کیجئے۔

جواب: درآمدات (Imports)

وہ اشیاء خام مال یا تیار شدہ مصنوعات جو ایک ملک دوسرے ملکوں سے منگوا کر اپنی ضروریات پوری کرتا ہے درآمدات کہلاتی ہیں مثلاً پاکستان میں جنگی ساز و سامان اور مشینری کی کمی ہے اس لئے یہ دوسرے ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں۔

برآمدات (Exports)

وہ اشیاء، خام مال یا تیار شدہ مصنوعات جنہیں کوئی ملک اپنی ملکی ضروریات پوری کرنے کے بعد فاضل مقدار کی شکل میں دنیا کے دوسرے ممالک کو فروخت کر کے منافع حاصل کرتا ہے برآمدات کہلاتی ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان میں کپاس اور چاول ملکی ضروریات سے زائد پیدا ہوتے ہیں اس لئے انہیں بیرون ملک برآمد کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی اہم برآمدات (Major Exports of Pakistan)

پاکستان کی برآمدات زیادہ تر زرعی خام پر مشتمل ہیں اور بیرونی تجارت کے لحاظ سے پاکستان ان میں اہم مقام حاصل کر چکا ہے۔ پاکستان کی جو اشیاء باہر بھیجی جاتی ہیں ان میں روئی، کھالیں، اون، چاول، مچھلی، پھل اور دوسرے اناج شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پاکستان نمک، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی کا سامان اور تیل نکالنے والے بیج بھی برآمد کرتا ہے۔ پاکستان کی اہم برآمدات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	کپاس	(ii)	اون	(iii)	چمڑا اور کھالیں	(iv)	چاول
(v)	مچھلی سے حاصل ہونے والے مرکبات	(vi)	سوتی کپڑے	(vii)	تیار شدہ لباس	(viii)	ہوزری کا سامان
(ix)	کھیلوں کا سامان	(x)	نمک	(xi)	پیٹرولیم اور اس کی مصنوعات		
(xii)	جراحی کا سامان	(xiii)	قالین	(xiv)	شکر	(xv)	پھل اور سبزیاں

پاکستان کے جن ممالک کے ساتھ برآمدی تعلقات ہیں انہیں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(1) پاکستان کی سب سے اہم برآمد کپاس ہے۔ خام روئی، سوتی کپڑے جاپان، امریکہ، انگلینڈ، ہانگ کانگ اور دیگر یورپی ممالک کو برآمد کئے جاتے ہیں۔
(2) پاکستان چمڑا اور کھالیں بھی برآمد کرتا ہے۔ سب سے زیادہ کھالیں جرمنی، برطانیہ، جاپان اور فرانس کو بھیجی جاتی ہیں۔
(3) چاول کی پیداوار میں پاکستان خود کفیل ہے اور فاضل چاول پاکستان دوسرے ممالک میں فروخت کر دیتا ہے۔ چاول کے سب سے بڑے خریدار سعودی عرب، روس، ایران اور برطانیہ ہیں۔
(4) پاکستان کھیلوں کا سامان دوسرے ممالک کو برآمد کر کے کروڑوں روپے کا زرمبادلہ کما رہا ہے۔ سیالکوٹ کا کھیلوں کا سامان پوری دنیا میں مشہور ہے اور دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ممالک اس کے خریدار ہیں۔

پاکستان کی برآمدات میں چاول، کپاس، سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، مچھلی، قالین، گھریلو مصنوعات، چمڑا اور چمڑے کی مصنوعات، کھیلوں کا سامان، نمک، آلات جراحی، پھل اور سبزیاں قابل ذکر ہیں۔ پاکستان کی برآمدی تجارت زیادہ تر امریکہ، جاپان، فرانس، انگلینڈ، متحدہ جرمنی، اٹلی، ایران، چین، روس، سنگاپور، ہانگ کانگ، بلغاریہ ہالینڈ، سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش، نائجیریا، ملائیشیا، انڈونیشیا، مشرق وسطیٰ اور خلیج کی ریاستوں سے ہوتی ہے۔ پاکستان بعض ممالک سے مال کے بدلہ بھی تجارت کرتا ہے۔ ان ممالک میں چین اور روس شامل ہیں۔

پاکستان کی اہم درآمدات (Major Imports of Pakistan)

پاکستان کی اہم درآمدات میں مشینری کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ پیٹرولیم بھی درآمد کیا جاتا ہے۔ نقل و حمل کے آلات، لوہا، فولاد اور بجلی کا سامان بھی بڑی مقدار میں جاپان اور چین سے درآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان دنیا کے بھی ممالک سے تجارت کرتا ہے لیکن خصوصی طور پر اس کے تجارتی تعلقات جنوبی اور مشرقی ایشیاء، مغربی یورپ اور شمالی امریکہ کے ممالک کے ساتھ قائم ہیں۔ پاکستان کی اہم ترین درآمدات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i)	دفاعی ساز و سامان	(ii)	موٹر گاڑیاں	(iii)	دھات کا بنا ہوا سامان		
(iv)	معدنی تیل یا پیٹرولیم	(v)	ریڈ کا سامان	(vi)	ادویات		
(vii)	مشینیں	(viii)	سامان نقل و حمل	(ix)	چائے		
(x)	کاغذ	(xi)	اسٹیشنری کا سامان	(xii)	خوردنی تیل		

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(xiii) کیمیائی اشیاء (xiv) آٹا (xv) بجلی کا سامان

پاکستان کے جن ممالک کے ساتھ درآمدی تجارت کے سلسلہ میں تعلقات قائم ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) سامان مشین و مشینری، لوہے اور فولاد کا سامان بھی بڑی مقدار میں جاپان، جرمنی، امریکہ اور یورپی ممالک سے منگوایا جاتا ہے۔

(2) پیٹرولیم اور اس کی مصنوعات کا سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور ایران سے درآمد کیا جاتا ہے۔

(3) ادویہ، خوردنی تیل، دودھ، دالیں وغیرہ بنگلہ دیش اور امریکہ سے درآمد کی جاتی ہیں۔

(4) چائے بڑی مقدار میں سری لنکا اور خرائیہ سے درآمد کی جاتی ہے۔

پاکستان کی 30 فیصد درآمدی تجارت جاپان، چین، اٹلی، فرانس، سابق جرمنی، ہانگ کانگ، امریکہ اور متحدہ عرب امارات سے ہوتی ہے۔ پاکستان کی درآمدات اس کی برآمدات سے بڑھ کر ہیں۔ بیرونی تجارت میں پاکستان کا توازن قائم ہو سکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب پاکستان میں مصنوعات کے معیار کو بہتر بنایا جائے اور یہاں کی مصنوعات کی قیمتوں کو دنیا کے دوسرے ممالک کی قیمتوں کے مقابلہ میں کم رکھا جائے۔

سوال نمبر ۲:۔ پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کے مطابق زراعت کی ترقی کو بیان کیجئے۔ معاشی ترقی میں زرعی شعبہ کیلئے کیے گئے حکومتی اقدامات کو بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کی زراعت (Agriculture of Pakistan)

زراعت پاکستان کی معیشت کا ایک اہم ترین شعبہ ہے جو براہ راست اور بلا واسطہ ہر دو اعتبار سے دیہات میں رہنے والے تقریباً 65 فیصد لوگوں کیلئے روزگار فراہم کرتا ہے۔ زرعی شعبہ شہری آبادی کیلئے خوراک بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بیشتر ملکی صنعتوں کو بھی یہی شعبہ خام مال فراہم کرتا ہے۔ پاکستان کی مجموعی ملکی پیداوار میں زرعی شعبہ کا حصہ تقریباً 25 فیصد ہے۔

معاشی منصوبہ بندی کے دوران زراعت کی ترقی (Development of Agriculture During Economic Planning)

مختلف قومی منصوبوں میں زراعت کو ترقی دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ پہلے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1960ء۔1955ء) میں اناج کی پیداوار میں اضافے کو بڑی اہمیت دی گئی تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کو ملکی وسائل سے خاطر خواہ خوراک فراہم کی جا سکے۔ مصنوعی کھاد اور کیڑے مار ادویات کے بارے میں وسیع پیمانے پر تحقیق کی گئی۔ اس پروگرام کے نتیجہ میں مختلف زرعی اجناس کی پیداوار میں 90 فیصد اضافہ کی توقع تھی تاکہ درآمدات پر انحصار میں کمی ہو سکے لیکن یہ زرعی پیداواری اہداف حاصل نہ کیے جا سکے۔ اس کے نتیجہ میں غیر ملکی اناج پر قوم کے دارومدار میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ دوسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965ء۔1960ء) میں بھی اناج میں خود کفالت حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ زراعت میں ترقی کی شرح 1.3 فیصد سے بڑھ کر دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے دوران 3.5 فیصد ہو گئی، لیکن خوراک میں خود کفالت کا ہدف پھر بھی حاصل نہ ہو سکا اور ملک خوراک کی درآمد پر کثیر زرمبادلہ خرچ کرتا رہا۔ 70-1969ء تک تیسرے پانچ سالہ منصوبہ میں گذشتہ منصوبہ کی طرح خوراک کی پیداوار میں خود کفالت کے حصول کو ترجیح دی گئی۔ کاشتکاروں کو مصنوعی کھاد، بہتر بیج اور زرعی آلات کے استعمال کیلئے امدادی قرضے دیئے گئے۔ پودوں کی حفاظت کے طریقے بھی بروئے کار لائے گئے۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ وسیع پیمانہ پر کاشتکاروں کو مدد دی جائے تاکہ زراعت میں ترقی کی شرح 5 فیصد ہو جائے۔ ان اقدامات سے کسی حد تک مثبت نتائج برآمد ہوئے اور تیسرے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے اختتام پر زرعی ترقی کی شرح 4.5 فیصد ہو گئی۔

چوتھے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1975ء۔1970ء) میں بھی خوراک میں خود کفالت کے حصول کو کافی اہمیت دی گئی۔ اس منصوبہ میں خام مال کی پیداوار میں اضافے کیلئے ترقی یافتہ طریقوں کے استعمال کی سفارش کی گئی تاکہ اسے ملک میں استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ برآمد بھی کیا جا سکے۔ اس منصوبہ میں کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ کیلئے جملہ اقدامات کرنے کی سفارش بھی کی گئی تاکہ انہیں بہتر زندگی گزارنے کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ پانچویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1983ء۔1978ء) میں زراعت میں جدید طریقوں کے استعمال کو مزید اہمیت دی گئی تاکہ پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ مصنوعی کھاد اور پانی کے بہتر استعمال کی ترغیب دلانے کیلئے انتظام کیا گیا۔ اس منصوبہ کے مطابق پانی کی فراہمی میں 12 فیصد اضافہ، مصنوعی کھاد کی فراہمی میں 100 فیصد اضافہ اور بیجوں کی تقسیم میں 188 فیصد اضافہ شامل تھا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ کاشتکاروں کو اور پسماندہ علاقوں کو جدید طریقوں سے روشناس کرانے کی کوشش کی جائے گی۔ چھٹے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1988ء۔1983ء) کے مقاصد میں مصنوعی کھاد اور بہتر بیجوں کے استعمال اور زرعی قرضوں کی فراہمی کو اہمیت دی گئی۔ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کی خاص بات یہ تھی کہ اس منصوبہ کے تحت چھوٹے کھیتوں میں بھی کاشت کاری کی جدید طریقے استعمال میں لائے گئے۔ اس منصوبہ کے تحت کاشتکاروں کو چھوٹے ٹریکٹر اور مشینیں مہیا کی گئیں تاکہ چھوٹے اور درمیانے درجہ کے کاشت کاروں اور کسانوں کی حالت بہتر بنائی جا سکے۔ زراعت کو ترقی دینے کیلئے اسے برآمد پر مبنی ایک صنعت کا درجہ دیا جا چکا ہے، جو زراعت کے شعبہ کی ترقی میں بالخصوص اور ملکی ترقی میں بالعموم ایک مثبت انقلابی قدم ہے۔

سوال نمبر ۳:۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے دوران مندرجہ ذیل کی ترقی کو بیان کیجئے۔

(i) دیہی ترقی (ii) پانی اور بجلی

جواب: (i) دیہی ترقی (Rural Development)

پاکستان میں تقریباً 70 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق دیہات میں فی کس آمدنی شہر کی فی کس آمدنی سے تقریباً 34 فیصد کم ہے۔ شہروں کی نسبت دیہاتوں میں معاشی ترقی کے مواقع کم میسر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیہاتوں سے لوگوں کا شہروں کی طرف نقل مکانی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ ماضی میں جو ترقیاتی منصوبے بنائے گئے تھے، ان میں شہری علاقوں کی ترقی کو زیادہ اہمیت دی گئی تھی۔ شہری اور دیہی علاقوں میں معاشی مواقع کے درمیان عدم توازن دور کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی بھی ترقی پذیر معیشت کیلئے دیہاتی ترقی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دیہی ترقی کی بدولت دیہاتی آبادی کی اکثریت کو معاشی ترقی کے مواقع حاصل ہوں گے، ان کا معیار زندگی بلند ہوگا اور دیہی معیشت میں مثبت اور خوشگوار تبدیلی رونما ہوگی۔

1953ء میں دیہی زرعی اور صنعتی ترقی کا پروگرام شروع کیا گیا تاکہ دیہی علاقوں کے وسائل اور انفرادی قوت کو اہم نوعیت کے تعمیری کاموں میں بروئے کار لایا جا سکے۔ اس پروگرام کا مقصد دیہات کے لوگوں کو اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت کام کرنے کی ترغیب دلانا تھا۔ بعد میں اس پروگرام کی جگہ دیہی پروگرام ورکس نے لے لی۔ دیہی ورکس پروگرام کے مقاصد بھی تقریباً وہی تھے جو دیہی اور صنعتی ترقیاتی ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دیہاتی ترقی کے پروگرام کا طریقہ کار اہمیت کا حامل تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اعلیٰ درجہ کی مصنوعی کھاد، بیج اور وافر پانی مہیا کیا جائے۔ دیہات کیلئے طبی اور معاشرتی ڈھانچہ قائم کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس منصوبہ میں دیہاتی ترقی کیلئے سرمایہ کاری کی رقم 33 فیصد رکھی گئی جبکہ گزشتہ منصوبہ میں یہ رقم 32 فیصد تھی۔ بیس ہزار دیہات کو بجلی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ بجلی کی روشنی سے دیہاتی آبادی کی زندگی میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

اس منصوبہ کے تحت دیہات میں سڑکوں کی تعمیر کو کافی اہمیت دی گئی۔ ایک اندازہ کے مطابق سردست صرف 16 فیصد دیہات ایسی سڑکوں جو ہر موسم میں کارآمد رہتی ہیں اور صرف 30 فیصد دیہاتوں کا ہر موسم میں ان سڑکوں سے رابطہ قائم رہتا ہے، لیکن باقی دیہات خراب موسم میں ملک کے دوسرے حصوں سے کٹ جاتے ہیں چنانچہ اس منصوبہ میں اس بات پر زور دیا گیا کہ دیہاتوں کو منڈیوں کی سڑکوں کے قریب قائم کیا جائے۔ تعمیراتی کام کی رفتار کو تیز کرنے کیلئے لوکل کونسلوں کو سڑکوں کی تعمیر کیلئے مشینری فراہم کی گئی۔ جب دیہاتوں کا رابطہ شہروں کے ساتھ مکمل طور پر قائم ہو جائے گا تو منڈیوں میں زرعی پیداوار زیادہ قیمت پر فروخت کی جا سکے گی۔ سڑکیں دیہاتی علاقوں میں صنعتوں کے قیام میں مددگار ثابت ہوں گی اور اس طرح دیہی آبادی کو بہتر روزگار کے مواقع مہیا کیے جا سکیں گے۔ منصوبہ کا مقصد کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ کرنا تھا تاکہ وہ خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔ ایسی صورت میں دیہاتی آبادی شہروں کی جانب رخ نہیں کرے گی اور شہری اور دیہی علاقوں میں معاشی مواقع کے عدم توازن میں کمی واقع ہوگی۔ اس منصوبہ کے تحت لوکل کونسلوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی کہ وہ دیہی علاقوں میں جملہ بنیادی ضروریات فراہم کریں۔ ان میں پانی فراہم کرنا، بہتر طبی سہولتیں فراہم کرنا اور پرائمری، مڈل اور ثانوی تعلیم کی حالت کو بہتر بنانا سرفہرست تھا۔ اگر دیہی آبادی کی یہ ضروریات پوری ہو جائیں اور سماجی خدمات سے متعلقہ ادارے یہ فرائض سرانجام دیں تو دیہی ترقی کی جانب یہ ایک اہم قدم ہوگا اور اس سے پاکستان کی معاشی ترقی میں مدد حاصل ہوگی۔

(ii) پانی اور بجلی (Water and Electricity)

آب پاشی کیلئے پانی کی فراہمی کے دو اہم ذرائع ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) سطحی پانی جو دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں سے سارا سال حاصل کیا جاتا ہے۔

(ii) زیر زمین پانی جو ٹیوب ویل، کنوؤں اور کاریزوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔

آب پاشی کے نظام کا بڑی حد تک انحصار دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں سے حاصل ہونے والے پانی پر ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ شہری پانی کا تقریباً 70 فیصد حصہ مختلف مقامات پر ضائع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سطحی پانی کی دستیابی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نجی اور سرکاری ہر دو سطحوں پر یہ کوشش کی جائے کہ یہ پانی ضائع نہ ہونے پائے۔ ٹیوب ویلوں کے ذریعے بھی آب پاشی کی جاتی ہے۔ ٹیوب ویل آب پاشی کیلئے پانی کی فراہمی میں اضافہ کرتے ہیں۔ ٹیوب ویلوں کی ایک قسم اسکارپ ٹیوب ویل (Scarp Tube Well) ہے۔ ان ٹیوب ویلوں کی مدد سے سیم زدہ زمین کو قابل کاشت بنانے کیلئے پانی کی سطح کو نیچے کر دیا جاتا ہے اور اس طرح سیم و تھور کے اثرات سے پاک ہو کر زمین کاشت کے قابل ہو جاتی ہے۔

ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں آب پاشی کیلئے پانی کے وسائل کو بہتر بنانے کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ زرخیز زمینوں کو سیم و تھور کی لعنت سے محفوظ کرنے کے انتظامات کیے گئے۔ ان زمینوں پر خاص طور پر توجہ دی گئی جن میں زیر زمین سم کا پانی موجود ہے۔ زمینوں کو بتدریج سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کی بھی کوشش کی گئی۔ اس کے علاوہ زمینی پانی کو کنٹرول کرنے کیلئے پرانے ٹیوب ویلوں کی جگہ نئے ٹیوب ویل لگانے کی سفارش کی گئی۔ واٹر مینجمنٹ پروگرام کی ضرورت پر زور دیا گیا تاکہ آبی ذرائع سے مکمل طور پر فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ایک خصوصی پروگرام کے تحت ان علاقوں میں آب پاشی کی نئی اسکیمیں شروع کرنے کی سفارش کی گئی جہاں پانی کی قلت ہے۔ آبی ذخیروں کیلئے نئے تالاب تعمیر کیے گئے تاکہ زیر کاشت رقبہ

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

میں اضافہ کیا جائے۔ پسماندہ علاقوں میں ٹیوب ویل نصب کیے گئے تاکہ ان علاقوں کو آب پاشی کی سہولتیں بہم پہنچائی جاسکیں۔ ایک جامع منصوبہ کے تحت مزید دیہاتوں کو بجلی کی فراہمی کی کوشش کی گئی تاکہ وہ بھی ترقی کے میدان میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ مختصر یہ کہ آبی وسائل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کیلئے ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں ایک تفصیلی پروگرام وضع کیا گیا تھا۔

سوال نمبر۳۲:۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے دوران مندرجہ ذیل شعبوں کی ترقی کو بیان کیجئے۔

(i) توانائی (ii) تعلیم (iii) صحت

جواب: (i) توانائی (Energy)

گیس، تیل، کوئلہ اور پن بجلی پاکستان میں قوت کے روایتی ذرائع ہیں۔ تقریباً 65 فیصد قوت اور توانائی کی ضروریات ان ذرائع سے پوری کی جاتی ہیں۔ لکڑی اور جانوروں کے گوبر کے استعمال سے باقی ماندہ 35 فیصد ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ تیل اور گیس ملک میں تقریباً تین چوتھائی توانائی کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ گیس نے کسی حد تک کوئلہ کی جگہ لے لی ہے اور گھریلو ضروریات کیلئے توانائی مہیا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ بن گئی ہے۔ ہمارے ملک میں کوئلہ کے ذخائر تو وافر مقدار میں موجود ہیں مگر یہ کوئلہ زیادہ اچھی قسم کا نہیں ہے۔ ملک میں تیل کی پیداوار کی مقدار بہت کم ہے اس لئے بڑی مقدار میں تیل بیرون ملک سے درآمد کیا جاتا ہے جس پر کثیر مقدار میں زرمبادلہ خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ عرصہ سے پاکستان میں معدنی تیل کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے کیونکہ بعض جگہوں سے بالخصوص آدمی، لغاری اور خاص خیلی کے مقامات پر تیل دریافت ہوا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس سے ملک میں خرچ ہونے والے تیل کی 10 فیصد ضروریات پوری ہوسکیں گی۔ گزشتہ چند برسوں سے توانائی کے حصول کیلئے ملک کا انحصار زیادہ تر تیس پر ہوگیا ہے ادھر گیس کے ذخائر میں تیزی سے کمی واقع ہورہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں پن بجلی کے استعمال میں اضافہ ہوا ہے، بہرحال گیس کے مزید ذخائر دریافت ہونے کی توقع کی جارہی ہے۔

ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران توانائی کو ترقی دینے پر زور دیا گیا تاکہ توانائی کے بحران پر قابو پایا جاسکے۔ اس میں گوبر گیس، شمسی توانائی، ہوائی توانائی اور چھوٹے پن بجلی گھروں کو ترقی دینے کی سفارش کی گئی۔ جوہری توانائی کی ترقی پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کیلئے ازحد ضروری ہے تاکہ ملک توانائی کی ضروریات سے عہدہ برآ ہوسکے، لیکن اس ضمن میں بین الاقوامی مخالفت کا بھی سامنا ہے۔ قومی مفاد کی خاطر اس دباؤ کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں شعبہ توانائی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے کیونکہ جب تک وافر مقدار میں برقی توانائی پیدا نہیں کی جائے گی، خاطر خواہ ترقی ممکن نہ ہوگی۔

(ii) تعلیم (Education)

انسانی وسائل کو ترقی دینے اور معاشی اور معاشرتی ترقی کیلئے شعبہ تعلیم میں مناسب سرمایہ کاری نہایت اہم ہے۔ تعلیم اور معاشی اور معاشرتی ترقی کے مابین گہرا تعلق ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجموعی قومی آمدنی میں اضافہ تعلیم کے فروغ سے ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں منصوبہ بندی کرنے والے کچھ عرصہ تک تعلیم کی اہمیت سے آگاہ نہ ہوسکے، اس لئے تعلیم کے شعبہ کیلئے ضرورت سے کم رقوم مختص کی جاتی رہیں۔ لیکن اب یہ رجحان بدل گیا ہے اور اب ترقی پذیر ممالک شعوری طور پر کوشش کررہے ہیں کہ مجموعی قومی آمدنی میں سے جس قدر ممکن ہو زیادہ رقوم تعلیم کے شعبہ کو فراہم کی جائے۔ پاکستان بھی تعلیم کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے، یہی وجہ ہے کہ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں اس شعبہ کو اس کا اصل مقام دیتے ہوئے بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ پانچویں پنج سالہ منصوبہ میں تعلیم کے شعبہ کیلئے 5.6 بلین روپے اور چھٹے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں 19.9 بلین روپے رکھے گئے تھے جبکہ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں تعلیم کے شعبہ کیلئے 23.1 بلین روپے مختص کئے گئے۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران مجموعی ترقیاتی اخراجات میں تعلیم کے حصے میں 6 فیصد سے اضافہ ہوکر 7 فیصد ہوگیا۔ یہ امر باعث اطمینان ہے کہ منصوبہ میں اعلیٰ تعلیم کے مقابلہ میں پرائمری اور ثانوی تعلیم کی ترقی کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ مندرجہ ذیل گوشوارہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے۔

شعبہ	چھٹے منصوبہ کی مختص کردہ رقم (بلین روپوں میں)	ساتویں منصوبہ کی مختص کردہ رقم (بلین روپوں میں)
(1) پرائمری تعلیمی پروگرام	7000	.10128
(2) ثانوی تعلیمی پروگرام	4125	6404
(3) ٹیکنیکل تعلیمی پروگرام	1315	2000
(4) کالج کا تعلیمی پروگرام	1300	615
(5) یونیورسٹی تعلیمی پروگرام	2100	1800

منصوبہ کے مطابق لازمی تعلیم کیلئے خصوصی طور پر کوشش کی گئی۔ توقع تھی کہ منصوبہ کے آخری سال تک تمام لڑکوں اور لڑکیوں کو جو پہلی جماعت میں داخلہ کی عمر کو پہنچ جائیں گے

اسکولوں میں داخل کیا جائے گا۔ یہ ایک قابل ستائش مقصد ہے لیکن یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے کہ تعلیم ترک کرنے کی موجودہ شرح میں کمی کی جائے۔ اس کے علاوہ ترک تعلیم کے رجحان کو کم کرنے کیلئے منصوبہ بندی کی بھی ضرورت ہے۔

پرائمری درجہ میں یہ شرح 30 سے 40 فیصد ہے، تعلیم ترک کرنے سے مراد یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اسکول کی آخری جماعت تک پہنچنے سے قبل ہی تعلیم کا حصول چھوڑ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر 100 طالب علم جماعت اوّل میں داخل ہوتے ہیں اور ان میں سے 40 طلباء تعلیم مکمل کئے بغیر ہی اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ امر تعلیمی ضیاع کی عکاسی کرتا ہے۔ ترک تعلیم کے اس تناسب میں کمی کیلئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ دیہاتی لڑکیوں کی تعلیم کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں ہوتی ہیں جن پر قابو پانے کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی گئی۔ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ میں پرائمری درجے کی ترقی کیلئے ایک تفصیلی پروگرام وضع کیا گیا تھا۔ اس پروگرام پر عمل درآمد کیلئے 10.12 بلین روپے کی رقم مختص کی گئی۔ پرائمری اسکولوں کی عمارتوں کی تعمیر اشد ضروری ہے کیونکہ اسکولوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان میں باضابطہ عمارتوں کے بغیر چل رہی ہے۔

1972ء کی مردم شماری کے مطابق خواندگی کی شرح 21.7 فیصد تھی جو 1981ء میں بڑھ کر 26.2 ہوگئی۔ 1998ء میں پاکستان میں خواندگی کی شرح مزید بڑھ کر 36.8 فیصد ہوگئی۔ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے مطابق یہ توقع کی گئی تھی کہ 1993ء تک ملک میں خواندگی کی شرح 40 فیصد ہوجائے گی بشرطیکہ مالیاتی اور سماجی وسائل کا رخ دونوں پر موڑ دیا جائے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ خواندگی زندگی کو بہتر بناتی ہے نیز کارکنوں کی حصول علم وتربیت کی صلاحیت میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ثانوی درجہ کی تعلیم کو معیاری اور ماہل بنانے پر زور دیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ مجموعی طور پر اسکولوں میں اساتذہ کی کمی کو دور کیا جائے گا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم اور عملی کام پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔ اس سلسلہ میں اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

(i) تجربہ گاہوں، لائبریریوں، سائنسی سامان اور ان سے متعلقہ اسٹاف کو بہتر بنایا جائے۔

(ii) نصاب میں سائنس اور ریاضی کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جائے۔ اساتذہ کی کمی کو دور کرنے کیلئے ایف ایس سی اور بی ایس سی کے طالب علموں کی مدد لی جائے۔ اس طرح ایک اندازہ کے مطابق ثانوی سطح پر مزید 40 فیصد طلباء تعلیم حاصل کرسکیں گے۔

اعلیٰ تعلیم ڈگری کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دی جائے گی۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں مندرجہ ذیل باتوں پر زور دیا گیا۔

اعلیٰ سطح کے تعلیمی اداروں کو مزید وسعت دینے کے بجائے ان کے معیار کو بہتر بنایا جائے۔

(i) سائنس اور ٹیکنالوجی کے مضامین پر خاص طور پر زور دیا جائے۔ یونیورسٹیوں میں نصاب، درسی کتب، لیبارٹریوں کی حالت اور اساتذہ کے معیار کو بہتر بنایا جائے تاکہ ان میں پی ایچ ڈی کے پروگرام بہتر طور پر چلائے جاسکیں۔

(ii) پانچویں پنج سالہ منصوبہ کے دوران عام تعلیمی نظام میں اسلامی تعلیمات کو مربوط کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے تحت اسلامیات کو پہلی جماعت سے چودھویں جماعت تک لازمی قرار دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنے کیلئے عربی زبان کی تعلیم کو چھٹی جماعت سے آٹھویں جماعت تک ایک لازمی مضمون کی حیثیت دے دی گئی۔

چھٹے پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران اس کام کو مربوط انداز میں منظم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ جملہ نصاب برائے اسلامیات کو قرآنی تعلیمات کے مطابق کرنے اور اساتذہ کو اس سلسلہ میں تربیت فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا۔ اس منصوبہ کے تحت کراچی، لاہور اور پشاور میں اسلامی مراکز کھولنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اس کا مقصد مسلمان علماء کو موقع فراہم کرنا تھا تاکہ وہ اسلامی تعلیمات کو جدید علوم کے مطابق سمجھ سکیں۔ ساتویں پنج سالہ منصوبہ میں ان تمام شعبہ جات کو مزید مؤثر بنانے پر زور دیا گیا اور اس سلسلہ میں مزید کوششوں کو تیز کیا گیا۔

(iii) صحت (Health)

پاکستان میں عام شہری کی صحت اور درازی عمر ترقی یافتہ ممالک کے شہریوں کی نسبت کم تر ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں بیشتر صورتوں میں نامکمل اور ناکافی غذا استعمال کی جاتی ہے نیز انہیں مناسب طبی سہولتیں بھی مہیا نہیں ہیں۔ شرح اموات 11 افراد فی ہزار ہے۔ بچوں کی شرح اموات 80 فی ہزار ہے اور زچگی میں شرح اموات 6.8 فی ہزار ہے۔ پاکستان میں صحت کی خراب حالت کے بنیادی اسباب میں معاشی غربت، ناقص غذا، صفائی کا فقدان اور طبی سہولتوں کی غیر مساوی تقسیم ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی تعداد میں اضافہ تو ہوا لیکن ان کا استفادہ اس لئے محدود ہے کہ اکثر اسپتال شہروں میں قائم کئے گئے ہیں۔ بیشتر دیہاتی آبادی کیلئے ڈسپنسریاں تو موجود ہیں مگر وہاں ڈاکٹر موجود نہیں ہیں کیونکہ اکثر ڈاکٹر دیہات کے اسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں کام کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے تحت نہ صرف صحت کی موجودہ سہولیات کو بہتر بنایا گیا بلکہ امراض کی روک تھام سے متعلق اقدامات کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ صحت کے بڑھتے ہوئے اخراجات کو بھی رائج کیا گیا۔ پانچ ہزار سے دس ہزار کی آبادی کو علاج کیلئے صحت کا یونٹ قائم کیا گیا۔ ہر یونٹ میں ایک سند یافتہ ڈاکٹر کا تقرر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس یونٹ کو ایک دایہ کی تقرری بھی کی گئی۔ اسکول کے بچوں کے علاج اور معائنہ کیلئے خصوصی طور پر انتظام کیا گیا۔ اس قسم کے پانچ یا چھ یونٹوں کو بھی مرکز صحت کے ماتحت کردیا گیا۔ مرکز صحت

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

میں چھ دواخانوں کا انتظام کیا گیا اور ایک لیبارٹری بھی قائم کی گئی۔ ایکسرے کرنے اور فیرویدیہ وسرجری کرنے کا بھی بندوبست کیا گیا۔ مرکز صحت کا تعلق ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز اسپتال سے قائم کیا گیا جہاں پر ہر قسم کی سہولت فراہم کی گئی۔ ڈسپنسریوں کو بھی علاج کرنے ضروری سہولیات بہم پہنچائی گئیں۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ پر 13.35 ارب روپے مختص کئے گئے جبکہ پچھلے پنج سالہ منصوبہ میں اس مد کے تحت صرف 4.58 ارب روپے رکھے گئے تھے۔

سوال نمبر۲۳:۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے دوران مندرجہ ذیل کی ترقی کو بیان کیجئے۔

(i) صنعت (ii) تجارتی شعبہ (iii) درآمدی پالیسی (iv) برآمدات

جواب:(i) صنعت (Industry)

کسی بھی ترقی پذیر ملک کیلئے صنعت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ صنعتی ترقی معیشت کے دیگر شعبوں میں ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ عوام کی حقیقی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مختلف اقسام کی صنعتی اشیاء کا مطالبہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ دیہاتی علاقے کی فارغ یا نیم فارغ افرادی قوت صنعت میں کھپ جاتی ہے۔ صنعتی اشیاء کی تیاری سے زرمبادلہ حاصل کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی معاشی منصوبہ بندی کرنے والے صنعت کی اہمیت سے غافل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجموعی ملکی پیداوار میں صنعت کا حصہ 2.6 فیصد رکھا گیا ہے۔ صنعتی اشیاء کی برآمدات پاکستان کی کل برآمدات کا 6.5 فیصد ہیں۔ 1955ء میں منصوبہ بندی کے بعد پاکستان میں صنعتی ترقی میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ لیکن معیار کی طرف ترغیب دلانے کی البتہ اب بھی ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان نے گھریلو صنعت کو تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوا ہے کیونکہ بیشتر صورتوں میں صارفین کو غیر معیاری اشیاء گراں قیمت پر دستیاب ہوتی ہیں۔

1957ء تا 1960ء کے عرصہ میں صنعت بڑی حد تک نجی شعبہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس شعبے کو صنعتی فروغ کیلئے کافی مراعات دی گئی تھیں لیکن نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں ملک کے مختلف طبقات کی آمدنی میں کافی فرق پیدا ہو گیا۔ سرکاری شعبہ نے ایسی صنعتیں قائم کیں جن پر کافی لاگت آئی تھی اور پیچیدہ تکنیکی مہارت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سرکاری شعبہ نے پسماندہ علاقوں میں صنعتیں قائم کیں۔ پاکستان کی صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے ایسی صنعتیں قائم کرنے میں پیش قدمی کی جن کے قیام کیلئے نجی شعبہ تیار نہیں تھا۔ وہ صنعتیں جو پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن نے تیار کیں، بعد میں انہیں نجی شعبہ کو منتقل کر دیا گیا۔ سرکاری شعبہ نے منافع کو پیش نظر نہ رکھا تھا بلکہ معاشی پیداوار کو اپنا مطمح نظر بنایا تھا۔

ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران سرکاری اور نجی شعبہ میں امتزاج کا نیا تصور پیش کیا گیا۔ یہ طے کیا گیا کہ سرکاری شعبہ ایک نگران کے فرائض سرانجام دے گا اور ایسا ڈھانچہ ترتیب دینے میں مدد دے گا جو نجی شعبہ کیلئے سود مند ثابت ہو۔ سرکاری شعبہ زیادہ تر ایسی صنعتیں قائم کرے گا جن پر بڑی رقوم خرچ ہوں اور جن کو قائم کرنے کیلئے نجی شعبہ تیار نہ ہو۔ ایسی صنعتوں کے قیام کیلئے ہی ٹیکنالوجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز پیداواری اشیاء کی قیمتیں بھی غیر قیمتی ہوتی ہیں ان ہی وجوہات کی بناء پر نجی شعبہ ایسی صنعتیں قائم کرنے سے گھبراتا ہے۔ حکومت کی موجودہ پالیسی یہ ہے کہ نجی شعبہ کو صنعت میں اہم مقام دیا جائے۔ اسے صنعت کو تو میائے جانے کا خوف نہ ہو اور وہ ملک کی صنعتی ترقی میں بھرپور حصہ لے سکے۔ نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کیلئے ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبے میں صنعتوں کو مراعات دی گئیں تاکہ ان میں متاثرہ کی صلاحیت پیدا ہو۔ صنعتی ترقی کیلئے 9 بلین روپے مختص کئے گئے۔ نجی شعبہ کی شمولیت کا انحصار اولیت اور مقابلہ پر رکھا گیا، نہ کہ محض سرکاری تحفظ پر۔ فولاد پر منحصر انجینئرنگ کا سامان بنانے والی صنعتوں کو بہت اہمیت دی گئی۔ کراچی میں فولاد کے کارخانے کے قیام نے انجینئرنگ کا سامان بنانے والی صنعتوں کے قیام کا احساس دلایا ہے کیونکہ انجینئرنگ کے سامان کا مطالبہ مختلف شعبوں مثلاً ریلوے، ٹرانسپورٹ، رسل و رسائل کے محکمے کرتے ہیں۔ ملکی صنعتوں میں استعمال کیلئے بجلی کے سامان اور مشینوں کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے اس طرف بھی خصوصی طور پر توجہ دی جائے گی۔

(ii) تجارتی شعبہ (The Commercial Sector)

پاکستان کی معیشت میں برآمدات اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح نہ صرف زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے بلکہ ایسی اشیاء بھی ملتی ہیں جو معیشت کے فروغ کیلئے ضروری ہیں۔ اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے جس سے صنعتی سرگرمیوں میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کیلئے حکومت ایسی پالیسی پر عمل کر رہی ہے جس سے پیداوار میں اضافہ ہو اور برآمدات میں وسعت ملے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل مقاصد کے حصول کیلئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(الف) زرعی اور صنعتی شعبوں کی پیداوار میں اضافہ ہوتا کہ فاضل پیداوار کو برآمد کیا جا سکے۔

(ب) برآمدی اشیاء پیدا کرنے والی صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(ج) مختلف اشیاء کی مختلف ممالک کو برآمد ممکن ہو سکے۔

زرمبادلہ میں اضافہ کیلئے حکومت کئی اقدامات کر رہی ہے۔ مختلف برآمدی اشیاء پر مراعات دی گئی ہیں۔ ایکسائز ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس میں رعایت اور مشینری کی درآمد پر ڈیوٹی معاف کر دی گئی ہے تاکہ توازن قائم رہے اور پرانی مشینوں کی جگہ بہتر اور جدید مشینیں لگائی جا سکیں۔ برآمدی مالیاتی اسکیم وضع کی گئی ہے۔ درآمدات کے مقابلے میں تکنہ حد تک آزادانہ

پالیسی اختیار کی گئی ہے۔ لاہور اور کراچی میں برآمدات کے زون قائم کئے گئے ہیں۔ جنوری 1982ء سے پاکستان نے اپنے روپے کا ڈالر سے تعلق ختم کر لیا۔ یہ بھی درآمد اسی مقصد کے حصول کی ایک کڑی تھا۔

(iii) درآمدی پالیسی (Import Policy)

برآمدات کو فروغ دینے کے ساتھ بدلتے ہوئے بین الاقوامی حالات اور ملکی معاشی حالات کے مطابق درآمدی پالیسی وضع کی جاتی ہے۔ 90-1989ء کی درآمدی پالیسی کے اہم نکات مندرجہ ذیل تھے۔

(1) صنعتی شعبہ کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کیا گیا اور نئی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کیلئے خام مال اور صنعتی سامان کی فراہمی کی ضمانت دے دی گئی۔

(2) درآمدی سامان کی متبادل اشیاء بنانے اور برآمدات کو فروغ دینے کی سعی کی گئی۔

(3) نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کی گئی تاکہ وہ قومی معیشت میں سرگرم ہو جائے۔

(4) صنعتی کارکردگی میں اضافہ اور صنعتوں میں خود اعتمادی کی بحالی کیلئے انہیں بین الاقوامی مقابلہ کیلئے آمادہ کیا گیا۔

(5) ملکی صنعتوں پر درآمدات کے ضرر رساں اثرات کا سدباب کیا گیا۔

(iv) برآمدات (Exports)

کچھ برآمدی اشیاء ایسی ہیں جن پر پاکستان کی درآمدات کا بڑی حد تک انحصار ہے۔ ان اشیاء میں چاول، سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، چمڑا اور قالین شامل ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں مختلف اشیاء کی برآمد میں بھی اضافہ ہوا۔ 90-1989ء کے مالی سال میں برآمدات کا ہدف 5000.71 مقرر کیا گیا تھا۔ ماہرین کی رائے میں موجودہ تجارتی پالیسی سے تجارتی خسارہ کم کرنے میں مدد حاصل ہوگی نیز تجارتی تعلقات بھی وسیع ہوں گے۔ ساتویں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ کے دوران جو 30 جون 1993ء کو اختتام پذیر ہوا اس کی خصوصی کارکردگی کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) کل قومی پیداوار میں اضافہ کی مقرر کردہ ہدف 6.5 فیصد کے مقابلہ میں 5 فیصد شرح حاصل کی گئی۔ اگرچہ افزائش کی شرح منصوبہ کے ہدف کے مقابلہ میں کم رہی تاہم اندرونی اور بیرونی بندشوں کے پیش نظر معاشی افزائش کو تسلی بخش قرار دیا جا سکتا ہے۔

(ii) زراعت کے شعبہ میں مقرر کردہ ہدف 4.2 فیصد کے مقابلہ میں 3.8 فیصد اضافہ حاصل کیا گیا۔

(iii) صنعتی شعبہ میں ہدف 8.1 فیصد مقرر کیا گیا تھا اس کے مقابلہ میں 5.9 فیصد اضافہ ہوا۔

(iv) باقی ماندہ شعبوں میں مقرر کردہ 6.7 فیصد ہدف کے مقابلہ میں 5.3 فیصد اضافہ ہوا۔

سوال نمبر۲۴:۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ تحریر کیجئے۔

(1) پاکستان کی معیشت یا پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت

(2) پاکستان کی خاص صنعتیں (3) پاکستان کی معیشت میں صوبہ سندھ کا کردار

جواب:(1) پاکستان کی معیشت یا پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت

(Economy of Pakistan OR Importance of Economic Planning in Pakistan)

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ عوام کا معیار زندگی ترقی یافتہ ممالک کے باشندوں کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ رہائش، تعلیمی اور طبی سہولتیں ناکافی ہیں۔ خواندگی کی شرح کم ہے۔ کم بچت اور پست سرمایہ کاری ترقی کی راہ میں اہم رکاوٹیں ہیں۔ آبادی کی افزائش کی شرح وسائل کی نسبت بلند ہے۔ غرضیکہ تیسری دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان بھی ایک ترقی پذیر ملک ہے۔

پاکستان کے قدرتی وسائل لاتعداد ہیں، لیکن ان وسائل کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں کئی معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی رکاوٹیں موجود ہیں، مثلاً قلیل آمدنی کی وجہ سے بچت کی صلاحیت پست ہے، یہی وجہ ہے کہ سرمایہ کاری کی سطح بھی پست ہے۔ مناسب معاشی ترقیاتی منصوبہ بندی کی مدد سے جملہ معاشی رکاوٹوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے تجربے کی روشنی میں پاکستان بھی اب سائنسی و تکنیکی ترقی اور مناسب معاشی منصوبہ بندی کو بروئے کار لا کر اپنی جملہ معاشی و اقتصادی تکنیکوں سے نجات حاصل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے انسانی و مادی وسائل کا بہتر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیز معاشی و سماجی بہبود کے مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

معاشی ترقیاتی منصوبے کا مقصد ملک کے باشندوں کو خوشحال اور مطمئن زندگی گزارنے کے مواقع بہم پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ ملکی پیداوار میں

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اضافہ کر کے قومی آمدنی کو اس حد تک بڑھایا جائے کہ قومی آمدنی میں اضافے کی شرح، افزائش آبادی سے زیادہ ہو۔ اس وقت پاکستان میں آبادی تقریباً 2.6 فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سال تقریباً 26 لاکھ نئے افراد کو خوراک، لباس، تعلیم، صحت اور اسی قسم کی دیگر سہولیات بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں تمام تر قیاتی منصوبوں کا مقصد قومی آمدنی میں اس قدر اضافہ کرنا ہے کہ اگر موجودہ شرح افزائش آبادی قائم بھی رہے تب بھی ملک کی مجموعی ترقی کا عمل رکنے نہ پائے۔ یاد رہے کہ اگر افزائش آبادی کی شرح قومی آمدنی کی شرح سے زیادہ ہو تو فی کس آمدنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں معاشی ترقی کا عمل سست ہو سکتا ہے۔ پاکستان کی معیشت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر توجہ اس امر کی طرف مبذول ہے تاکہ سائنسی و تکنیکی میدانوں میں فوقیت حاصل کر کے معاشی و اقتصادی ترقی کو تیز تر کیا جا سکے۔ ساتواں پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ (1993ء - 1988ء) اس امر کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ آٹھویں پنج سالہ منصوبہ (2008ء - 1993ء) سے بھی انہی مقاصد کی عکاسی ہوتی ہے۔

ایک ملک کی معیشت ایک زندہ جسم کی مانند ہوتی ہے۔ اس میں بہت سے شعبے مثلاً زراعت، صنعت، تجارت، ذرائع نقل و حمل و رسل و رسائل، کان کنی، تعمیرات، بجلی و گیس، مکانات، صفائی، تعلیم وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ معیشت مربوط طور پر ایک مشین کی طرح کام کرتی ہے۔ ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے مختلف شعبوں کو ایک خاص شرح سے اور مربوط انداز میں ایک خاص سمت میں ترقی دینے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ معیشت میں ایک خاص رفتار سے اضافہ ہو سکے۔ مختلف شعبوں کیلئے اہداف (Targets) مقرر کئے جاتے ہیں اور ان کو حاصل کرنے کیلئے یا مقصد دہانہ بلند معاشی ترقیاتی منصوبے کے عمل کے تحت مالیاتی وسائل مہیا کئے جاتے ہیں۔

معاشی ترقی ایک لمبا عمل ہے۔ لہٰذا ماہرین کی رائے میں اسے ایک یا دو سالوں تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ کسی زرعی ملک میں اگر کسی سال قدرتی موسم سازگار ہونے کی وجہ سے زرعی پیداوار بڑھ جائے تو یہ قومی آمدنی میں محض وقتی اضافہ کا باعث بنے گی، کیونکہ اگلے دو سالوں میں موسمی حالات غیر موافق بھی ہو سکتے ہیں۔ معاشی ترقی تو بہر حال قومی آمدنی میں مسلسل ایک طویل عرصہ تک اضافہ کی وجہ سے ہوگی، اسی لئے ترقیاتی منصوبوں کی مدت عام طور پر پانچ سال رکھی جاتی ہے۔ پاکستان کے تمام تر قیاتی منصوبوں کی مدت بھی پانچ سال ہے۔ معاشی ترقی کو جانچنے کیلئے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔ لہٰذا اس امر کے پیش نظر بعض اوقات ایک طویل المیعاد و تناظری منصوبہ بھی پیش کیا جاتا ہے جس کی مدت بیس سال تک ہو سکتی ہے۔ اس بیس سالہ منصوبے کے دوران آنے والے پانچ سالہ منصوبے اس طویل مدتی منصوبے کا حصہ ہوتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں بالخصوص کئی معاشی پراجیکٹ لمبے عرصے کے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تکمیل کیلئے مدت بھی طویل درکار ہوتی ہے لہٰذا ایسے طویل المیعاد منصوبے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے جس میں پانچ سالہ منصوبوں کے نتائج کی لچک کو سمویا جا سکے۔ اگر کسی پانچ سالہ منصوبے کے ہدف غیر موافق معاشی حالات کی وجہ سے پورے نہ ہو سکیں تو انہیں تناظری منصوبے میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ موافق حالات کے حامل منصوبے میں انہیں پورا کر دیا جائے۔ اس طرح مطلوبہ شرح ترقی ممکن ہو سکتی ہے۔ الغرض معاشی و ترقیاتی منصوبہ بندی کا مقصد کسی ملک کی قومی آمدنی میں ایک طویل عرصہ میں اضافہ کرنا ہوتا ہے تاکہ فی کس آمدنی بڑھنے کی بدولت لوگوں کا معیار زندگی بلند ہو اور ملک کے جملہ شعبہ جات میں مجموعی ترقی محسوس ہونے لگے۔

(2) پاکستان کی خاص صنعتیں (Main Industries of Pakistan)

پاکستان کی خاص خاص صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) شکر سازی (Sugar Mills)

ملک میں شکر تیار کرنے کے تقریباً 80 کارخانے موجود ہیں۔ ان کارخانوں کی مجموعی پیداواری صلاحیت پانچ ملین ٹن ہے۔ حکومت پاکستان نے نجی شعبہ کو شکر کے کارخانے لگانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے حکومت نے شکر درآمد نہیں کی کیونکہ ملک شکر کی پیداوار میں خود کفیل ہو چکا ہے۔

(ii) بناسپتی گھی (Vegetable Ghee)

اس وقت پاکستان میں بناسپتی گھی تیار کرنے والے 150 کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ان کی پیداواری صلاحیت ملکی ضروریات کے حساب سے کافی ہے۔ اس شعبہ کی صورت حال تسلی بخش ہے اور ملک میں اس کی کمی کی کوئی شکایت نہیں ہے۔ گھی بنانے میں خوردنی تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ بین الاقوامی منڈیوں میں خوردنی تیل کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان میں حال ہی میں سورج مکھی کی کاشت میں دلچسپی لی گئی ہے۔ کچھ علاقوں میں خوردنی تیل کے حصول کیلئے سورج مکھی کی کاشت شروع کر دی گئی ہے تاکہ پاکستان خوردنی تیل کے سلسلہ میں غیر ممالک پر انحصار نہ کرے۔

(iii) سیمنٹ (Cement)

پاکستان میں سیمنٹ کے کارخانوں کی پیداواری صلاحیت تقریباً 20 ملین ٹن ہے۔ ملکی ضروریات کے پیش نظر کچھ سیمنٹ بیرون ملک سے درآمد بھی کیا جاتا ہے۔ سیمنٹ کے مختلف کارخانے اسٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔

(iv) کیمیائی کھاد (Chemical Fertilizer)

پاکستان میں نائٹروجن کھاد تیار کرنے والے کارخانوں کی سالانہ پیداواری صلاحیت تقریباً 5 ملین ٹن ہے جو ملکی ضروریات کیلئے کافی ہے۔ فاسفیٹ کھاد تیار کرنے والے

کارخانوں کی سالانہ پیداوار ملکی ضروریات کیلئے ناکافی ہے اس لئے حکومت پاکستان نے نجی شعبہ میں کھاد کے کارخانے لگانے کی اجازت دے دی ہے تاکہ کھاد کی کمی کو دور کیا جا سکے۔

(v) کپڑے کی صنعت (Textile Industry)

پاکستان میں کپڑے کی صنعت کا بنیادی طور پر انحصار زرعی خام مال اور معدنی وسائل سے حاصل ہونے والے خام مال پر ہوتا ہے۔ تقسیم کے وقت پاکستان میں کپڑے کی بنا کے صرف 17 کارخانے موجود تھے۔ پاکستان کی برآمدات میں کپڑے کی صنعت کا حصہ 62.2 فیصد ہے۔

(vi) کاغذ کی صنعت (Paper Industry)

پاکستان میں کاغذ کی تیاری کیلئے پہلا کارخانہ 1959ء میں قائم کیا گیا تھا۔ موجودہ وقت میں پاکستان میں شیخوپورہ اور لاہور میں کاغذ کے کارخانے قائم ہیں جن سے مجموعی طور پر 62 ہزار ٹن سالانہ کاغذ تیار کیا جاتا ہے اور تقریباً 1.9 ہزار ٹن سالانہ گتہ تیار ہوتا ہے۔

(vii) سگریٹ کی صنعت (Cigratte Industry)

پاکستان کے مختلف علاقوں میں بڑی مقدار میں تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے۔ جہلم، ملتان، لاہور، کراچی، سکھر اور نوشہرہ میں سگریٹ تیار کرنے والے تقریباً 30 کارخانے کام کر رہے ہیں۔

(viii) لوہے اور فولاد کی صنعت (Iron and Steel Industry)

پاکستان میں پہلا فولاد سازی کا کارخانہ چناگانگ میں قائم کیا گیا تھا لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجہ سے پاکستان کو اس کارخانہ کے حق سے دستبردار ہونا پڑا۔ پاکستان میں اس کے بعد روس کے تعاون سے کراچی کے قریب پیپری کے مقام پر فولاد سازی کا ایک کارخانہ قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد چین کے تعاون سے فیصل آباد کے مقام پر ہیوی مکینیکل کمپلیکس قائم کیا گیا۔ ان کے علاوہ پاکستان میں اب لوہے اور فولاد کی تیاری دیگر چھوٹے بڑے کارخانے کام کر رہے ہیں۔

(3) پاکستان کی معیشت میں صوبہ سندھ کا کردار (The Role of Sindh in the Economy of Pakistan)

کوہستان ہمالیہ اور سلسلہ نمک کے جنوب میں ایک وسیع میدان ہے جو جنوب میں بحیرہ عرب تک چلا گیا ہے۔ بہترین آب پاشی نظام کی موجودگی کی بدولت سندھ کے بالائی میدان کا خطہ ایک سرسبز زرعی پٹی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ یہ زرعی خطہ پاکستان کی معیشت میں زرعی فصلوں کی فراہمی میں مدد دیتا ہے۔ مٹھن کوٹ سے نیچے دریائے سندھ اپنے پانچ معاون دریاؤں کے ساتھ ایک بہت بڑے دریا کی صورت میں بہتا ہے۔ وسطی میدان کا علاقہ جو دریائے سندھ کے بائیں کنارے اور تھر کے ریگستان کے درمیان واقع ہے نرم مٹی کا ایک ہموار سیلابی میدان ہے جہاں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے اور افزائش پیداوار کے اعتبار سے سندھ کے زیریں میدان کا اہم ترین حصہ ہے۔ مشرق میں یہ ریگستانی علاقے میں مدغم ہو جاتا ہے۔ دریائے سندھ کے مغرب کی طرف کوہ کیرتھر کا اونچا دامنی میدان ہے جو دریا کی طرف آہستہ آہستہ ڈھلتا گیا ہے اس کو بے شمار پہاڑی نالے عبور کرتے ہیں۔ جنوب میں پرانا ڈیلٹائی علاقہ کوٹری بیراج کی نہروں سے آباد کیا جا رہا ہے۔ سکھر بیراج، کوٹری بیراج اور گڈو بیراج سے نکلنے والی نہریں جن علاقوں میں بہتی ہیں وہاں بڑی شادابی اور خوشحالی آ گئی ہے۔

دریائے سندھ کے میدانی خطے میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا جہلم، راوی اور ستلج بہتے ہیں۔ اچھے نہری نظام کی وجہ سے دریائے سندھ کے میدانی علاقے دنیا بھر میں اپنی آب پاشی زرعی پیداوار کیلئے مشہور ہیں۔ یہاں نہروں، ریلوے اور سڑکوں کے جال بچھا دیئے گئے ہیں اور ایک نیم صحرائی علاقے کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب بھی کچھ نیم صحرائی علاقے باقی رہ گئے ہیں جہاں نظام آب پاشی ابھی تک مہیا نہیں کیا گیا جن میں تھر اور چولستان کے علاقے شامل ہیں۔ یہاں نہریں، سڑکیں اور ریل کے کم ہونے کی وجہ یہ علاقے نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں۔

آب پاشی کے نظام نے جہاں زراعت کو ترقی دی ہے وہاں زراعت کیلئے کچھ مسائل بھی پیدا کر دیئے ہیں مثلاً سیم اور تھور کا مسئلہ جو بہت اہمیت کا حامل ہے۔ واٹر اینڈ پاور اتھارٹی (WAPDA) کی بروقت توجہ سے سیم زدہ علاقوں کو دوبارہ کاشت کے قابل بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان میں بڑے بڑے صنعتی شہروں، اجناس کی منڈیوں، ریلوے، سڑکوں، یونیورسٹیوں، اسکول، کالج اور اسپتالوں کی موجودگی کی وجہ سے اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی وجہ سے اس خطے نے خاصی ترقی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ خطہ پاکستان میں اہالی کے لحاظ سے سب سے زیادہ گنجان آباد اور ترقی یافتہ علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں شہری ترقی، صنعتی ترقی، تعلیمی اور زرعی ترقی کے بے شمار اعلیٰ ادارے قائم ہو چکے ہیں۔

شمالی میدانوں کی نسبت جنوبی سندھ کے دریائی میدانوں میں خشک سالی بارش کی کمی اور عمل تبخیر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نیم صحرائی صورت پائی جاتی ہے۔ نہری نظام اس علاقہ میں کم ہے اور جہاں جہاں نہریں موجود ہیں وہ علاقے بھی سیم و تھور کا شکار ہو رہے ہیں۔ یہاں شمالی میدانوں کی طرح سیم کو ختم کرنے کیلئے جگہ جگہ ٹیوب ویل نہیں لگائے جا سکے جس کی وجہ سے زیر زمین پانی میں نمکیات کی بہتات ہے اگر زیادہ نمک والا پانی کاشت کیلئے استعمال میں لائے جائے تو ساری کی ساری مٹی تھور یا نمکیات سے بھر کر ہمیشہ کیلئے بنجر بن جاتی ہے۔ لہٰذا اس علاقہ میں گہری گہری نہریں کھودی گئی ہیں جو کہ زیر زمین پانی کو لے کر دریائے سندھ میں ڈالتی ہیں اسی طرح ممکین پانی کا نکاس سمندر میں ہو جاتا ہے۔ زرعی اعتبار سے یہ علاقہ کپاس، گندم اور کیلے کی پیداوار کیلئے مشہور ہے۔ صنعتی و تجارتی لحاظ سے حیدر آباد اور کراچی کے علاقے ملک کے نہایت ہی ترقی یافتہ علاقوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم مختصر سوالات و جوابات

(IMPORTANT SHORT QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر۱:۔ قومی ترقی میں وسائل کی اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: قومی ترقی میں وسائل کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

(i) وسائل کسی بھی قوم کی حقیقی دولت اور سرمایہ ہوتے ہیں۔

(ii) وسائل کسی بھی ملک کی حفاظت اور سلامتی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

(iii) وسائل کی بدولت کسی قوم اور ملک کو عزت اور شہرت حاصل ہوتی ہے۔

(iv) وسائل کسی بھی ملک کی تمام مادّی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

(v) وسائل کاروبار اور تجارت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال نمبر۲:۔ مٹی سے کیا مراد ہے؟ پاکستان کے علاقوں میں پائی جانے والی مٹی کی اقسام کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: زمین کی سطح پر مختلف قسم کے چٹانی مواد جو نباتات اور پودوں کی پرورش میں مدد دیتے ہیں مٹی کہلاتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں پائی جانے والی مٹی کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) دریائے سندھ کی مٹی (ii) پہاڑی مٹی (iii) صحرائی مٹی

سوال نمبر۳:۔ پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی چھ اقسام کے نام لکھئے۔

جواب: پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی چھ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پہاڑی جنگلات (ii) دامن کوہ کے جنگلات (iii) مغربی کوہستانی جنگلات

(iv) دریائی جنگلات (v) نہری یا آبپاشی جنگلات (vi) ساحلی جنگلات

سوال نمبر۴:۔ جنگلات کے پانچ فوائد تحریر کیجئے۔ جنگلات کے فوائد یا اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: جنگلات کے فوائد اور اہمیت مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) جنگلات کسی بھی ملک کے اہم وسائل میں شمار ہوتے ہیں اور ملک کی لکڑی، عمارتی لکڑی اور جڑی بوٹیوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔

(ii) جنگلات زمین کی زرخیزی میں مدد دیتے ہیں اور سیم و تھور کی روک تھام میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

(iii) جنگلات آب و ہوا پر بھی اثر ڈالتے ہیں۔ سردی اور گرمی کی شدت کو کم کرتے ہیں اور اس طرح اطراف کے موسم کو خوشگوار بناتے ہیں۔

(iv) جنگلات زمین کی دلکشی، خوبصورتی اور حسن میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔

(v) جنگلات کو صنعتی طور پر بھی اہمیت حاصل ہے یہ بہت سی صنعتوں کو خام مال فراہم کرتے ہیں۔

سوال نمبر۵:۔ پاکستان میں قدرتی گیس پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں قدرتی گیس پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان میں قدرتی گیس کو توانائی کے وسائل میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔

(ii) پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں بلوچستان میں ڈیرہ بگٹی کے قریب سوئی کے مقام پر دریافت ہوئی۔

(iii) پاکستان میں صنعتوں کو رواں رکھنے اور گھریلو ایندھن کے طور پر قدرتی گیس کو استعمال کیا جاتا ہے۔

(iv) ملک کی ضروریات کا تقریباً 35 فیصد قدرتی گیس سے پورا کیا جاتا ہے۔

(v) قدرتی گیس پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کر رہی ہے اس نے کوئلہ اور لکڑی کی کمی کو پورا کر دیا ہے۔

سوال نمبر۶:۔ پاکستان میں پائی جانے والی کوئی چھ معدنیات کے نام لکھئے جو ہماری صنعت کیلئے مفید ہیں۔

جواب: پاکستان میں پائی جانے والی چھ معدنیات جو ہماری صنعت کیلئے مفید ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کوئلہ (ii) خام لوہا (iii) کرومائیٹ

(iv) تانبا (v) جپسم (vi) نمک

سوال نمبر۷:۔ پاکستان کے زرعی نظام پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے زرعی نظام پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) زراعت کو پاکستان کے اقتصادی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

(ii) پاکستان کے اقتصادی نظام اور پالیسیوں کا ایک اہم مقصد زرعی نظام کو بہتر بنانا ہے۔

(iii) پاکستان کے زرعی نظام پر زمینداروں اور جاگیرداروں کا قبضہ ہے۔

(iv) پاکستان کے زرعی نظام میں کئی خامیاں پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے زرعی پیداوار کم ہوتی ہے۔

(v) جاگیرداروں اور زمینداروں کے پاس بڑی بڑی زمینیں ہیں جن پر ان کے مزارع اور کسان کاشتکاری کرتے ہیں۔

سوال نمبر۸:۔ پاکستان کی پانچ نقد آور فصلوں کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی پانچ نقد آور فصلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپاس (ii) گنا (iii) چاول (iv) تمباکو (v) تیل کے بیج

سوال نمبر۹:۔ پاکستان کی پانچ غذائی یا غیر نقد آور فصلوں کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی پانچ غذائی یا غیر نقد آور فصلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) گندم (ii) چاول (iii) مکئی (iv) دالیں (v) سبزیاں اور پھل

سوال نمبر۱۰:۔ پاکستان کے کوئی پانچ زرعی مسائل بیان کیجئے۔ پاکستان میں زراعت کی پسماندگی کے پانچ اسباب تحریر کیجئے۔ پاکستان کے زرعی مسائل پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے زرعی مسائل اور زراعت کی پسماندگی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان میں دیہاتوں میں تعلیم کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے کاشتکاروں کو زراعت سے متعلق معلومات حاصل نہیں ہو پاتیں۔

(ii) پاکستان میں زراعت پر انحصار کرنے والے افراد کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جس سے فی کس رقبہ کم ہو گیا ہے۔

(iii) پاکستان کے زرعی شعبہ میں جدید زرعی آلات اور مشینوں کا استعمال کم ہے اور ابھی تک پیداوار کے قدیم اور دقیانوسی طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

(iv) پاکستان میں محکمہ زراعت کا کردار بھی زیادہ مؤثر نہیں ہے اور محکمہ زراعت کے ملازمین کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم نہیں ہو سکے۔

(v) پاکستان میں زرعی اشیاء کی فروخت کا نظام بھی بہت ناقص ہے جس کی وجہ سے کاشتکار کو اس کی پیداوار کی صحیح قیمت وصول نہیں ہوتی اور وہ دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر۱۱:۔ پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے پانچ تجاویز پیش کیجئے۔

جواب: پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے پانچ تجاویز مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے سب سے بنیادی ضرورت اس بات کی ہے کہ کسانوں کو اور کاشتکاروں کو زراعت سے متعلق تعلیم فراہم کی جائے۔

(ii) زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کاشتکاروں کو آسان شرائط پر قرضوں کی دستیابی کو ممکن بنایا جائے۔

(iii) پاکستان میں آبپاشی کے ذرائع کو ترقی یافتہ بنایا جائے۔

(iv) زرعی پیداوار کی لاگت بڑھانے کیلئے اقدامات کئے جائیں۔

(v) زراعت کی ترقی کیلئے زراعت کے شعبہ سے وابستہ ملک میں زرعی ادارے قائم کئے جائیں تاکہ یہ ادارے زراعت سے متعلق تحقیقات میں مدد فراہم کریں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر ۱۲:۔ پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے کئے گئے پانچ اقدامات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے کئے گئے پانچ اقدامات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) حکومت نے دیہی علاقوں میں تعلیم بالغاں کے پروگرام شروع کئے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی کاشتکاروں کو معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

(ii) حکومت آسان شرائط پر کاشتکاروں کو قرضے فراہم کر رہی ہے۔

(iii) حکومت نے آب پاشی کے مصنوعی ذرائع کو بہتر بنایا ہے۔ مختلف مقامات پر ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔

(iv) حکومت نے زرعی تحقیق کیلئے مختلف مقامات پر زرعی ادارے بھی قائم کئے ہیں۔

(v) 1959ء، 1972ء اور 1977ء میں زرعی ترقی کیلئے زرعی اصلاحات کا نفاذ بھی کیا گیا۔

سوال نمبر ۱۳:۔ پاکستان میں آب پاشی کے کوئی پانچ ذرائع کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں آب پاشی کے پانچ ذرائع کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) نہریں (ii) کنوئیں اور رہٹ (iii) ٹیوب ویل

(iv) کاریز (v) تالاب اور چھوٹے بند

سوال نمبر ۱۴:۔ پاکستان کے نہری نظام پر چند جملے لکھئے اور پاکستان کے نہری نظام میں شامل نہروں کی چار اقسام کے نام بھی لکھئے۔

جواب: پاکستان کا نہری نظام دنیا کے بہترین نہری نظاموں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام ہے۔ صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں نہروں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ یہ نہریں مختلف ہیڈ ورکس، بیراجوں اور بندوں سے نکالی گئی ہیں۔ دور دراز علاقوں تک نہروں کے ذریعے پانی پہنچایا جاتا ہے تاکہ زرعی پیداوار نہ صرف برقرار رہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو۔ پاکستان کے نہری نظام میں شامل نہروں کی چار اقسام کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) سیلابی نہریں (ii) دوامی نہریں (iii) غیر دوامی نہریں (iv) رابطہ نہریں

سوال نمبر ۱۵:۔ سندھ طاس معاہدے پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔ سندھ طاس منصوبہ پر پانچ جملے لکھئے۔

جواب: سندھ طاس معاہدے کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) ستمبر 1960ء میں نہری تنازعہ کو مستقل بنیادوں پر حل کرنے کیلئے بھارت اور پاکستان کے درمیان جو معاہدہ عالمی بینک کے تعاون سے طے پایا "سندھ طاس معاہدہ" کہلاتا ہے۔

(ii) اس معاہدہ کے مطابق تین مشرقی دریاؤں یعنی ستلج، بیاس اور راوی پر بھارت کا حق تسلیم کیا گیا۔

(iii) اس معاہدہ کے مطابق تین مغربی دریاؤں یعنی جہلم، چناب اور سندھ پر پاکستان کا حق تسلیم کیا گیا۔

(iv) حکومت پاکستان نے اس معاہدے کے بعد ستلج، بیاس اور راوی میں پانی کی کمی کو پورا کرنے کیلئے پانچ بیراج منگلا ڈیم، تربیلا ڈیم اور آٹھ رابطہ نہریں تعمیر کیں۔

(v) اس معاہدہ میں یہ بھی طے پایا کہ بھارت بھی پاکستان کو ان متبادل انتظامات کیلئے 17 کروڑ ڈالر ادا کرے گا۔

سوال نمبر ۱۶:۔ سندھ طاس معاہدے کے تحت جو آٹھ رابطہ نہریں تعمیر کی گئیں ان کے نام لکھئے۔

جواب: سندھ طاس معاہدے کے تحت جو آٹھ رابطہ نہریں تعمیر کی گئیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) رسول قادر آباد رابطہ نہر (ii) قادر آباد بلوکی رابطہ نہر (iii) بلوکی سیمانکی رابطہ نہر

(iv) چشمہ جہلم رابطہ نہر (v) تریموسدھنائی رابطہ نہر (vi) سدھنائی میلسی رابطہ نہر

(vii) میلسی بہاول رابطہ نہر (viii) تونسہ پنجند رابطہ نہر

سوال نمبر ۱۷:۔ سندھ طاس معاہدے کے تحت جو پانچ بیراج تعمیر کئے گئے ہیں اُن کے نام لکھئے۔

جواب: سندھ طاس معاہدے کے تحت جو پانچ بیراج تعمیر کئے گئے ہیں ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) چشمہ بیراج (ii) رسول بیراج (iii) مرالہ بیراج

(iv) قادر آباد بیراج (v) سلیمی بیراج

سوال نمبر ۱۸:۔ منگلا ڈیم اور تربیلا ڈیم کن دریاؤں پر تعمیر کئے گئے ہیں؟

جواب: منگلا ڈیم دریائے جہلم پر تعمیر کیا گیا ہے اور تربیلا ڈیم دریائے سندھ پر تعمیر کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۱۹:۔ پاکستان میں پائی جانے والی کسی پانچ معدنیات کے نام لکھئے اور صنعت میں ان کا استعمال لکھئے۔

جواب: پاکستان میں پائی جانے والی پانچ معدنیات اور صنعت میں ان کا استعمال مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) **خام لوہا (Iron Ore)**

فولاد کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(ii) **کرومائیٹ (Chromite)**

رنگ سازی اور فوٹو گرافی کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔

(iii) **جپسم (Gypsum)**

سیمنٹ اور پلاسٹر آف پیرس بنانے کے کام آتا ہے۔

(iv) **چونے کا پتھر (Lime Stone)**

سیمنٹ کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(v) **تانبا (Copper)**

یہ برقی آلات اور برقی تاریں بنانے کے کام آتا ہے۔

سوال نمبر ۲۰:۔ پاکستان کی کوئی سی پانچ غذائی اجناس کی فصلوں کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی غذائی اجناس کی فصلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) گندم (ii) چاول (iii) مکئی (iv) جو (v) دالیں

سوال نمبر ۲۱:۔ پاکستان کے تین کثیر المقاصد منصوبوں کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے تین کثیر المقاصد منصوبوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) **منگلا ڈیم (Mangla Dam)**

دریائے جہلم پر تعمیر کیا گیا ہے۔

(ii) **تربیلا ڈیم (Tarbela Dam)**

دریائے سندھ پر اٹک سے 50 کلومیٹر دور تعمیر کیا گیا ہے۔

(iii) **وارسک ڈیم (Warsk Dam)**

پشاور سے 20 میل کے فاصلہ پر دریائے کابل پر تعمیر کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۲۲:۔ گلہ بانی یا پاکستان کے حیوانی وسائل پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: گلہ بانی یا پاکستان کے حیوانی وسائل پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی زراعت میں گلہ بانی اور مویشی پالنے کا شعبہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔

(ii) گلہ بانی اور پاکستان کے حیوانی وسائل میں بھیڑ، بکری، بھینس، اونٹ، گدھے، گھوڑے، خچر اور مرغبانی شامل ہیں۔

(iii) مچھلیوں کے تالاب بھی مویشی پروری کا اہم ذریعہ ہیں۔

(iv) پاکستان کے مختلف حصوں گلہ بانی اور مویشی پروری تجارتی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(v) پاکستان کے زرعی شعبہ میں حیوانی وسائل کا حصہ 37.5 فیصد ہے جبکہ پاکستان کی کل قومی پیداوار میں اس کا حصہ تقریباً 10 فیصد ہے۔

سوال نمبر ۲۳:۔ پاکستان میں دیہی آبادی کے شہروں میں نقل مکانی کے پانچ اسباب بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں دیہی آبادی کے شہروں کی جانب نقل مکانی کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) دیہات میں روزگار کے مواقع کم ہوتے ہیں اس لئے وہاں کے لوگ روزگار کے حصول کیلئے شہروں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(ii) دیہات میں رہائش کی سہولیات ناکافی ہیں اس لئے وہاں کی آبادی اچھی اور جدید رہائش کے حصول کیلئے شہروں کا رخ کرتی ہے۔

(iii) دیہاتوں میں صحت اور طب کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں اس لئے صحت کی اعلیٰ سہولیات کے حصول کیلئے لوگ دیہاتوں سے شہروں کا رخ کرتے ہیں۔

(iv) اعلیٰ مستقبل اور کامیابی کے حصول کی خاطر بھی لوگ گاؤں سے شہروں کی طرف رخ کرتے ہیں۔

(v) دیہات کے مقابلے میں لوگ شہروں میں اپنی جان و مال اور آبرو کو زیادہ محفوظ تصور کرتے ہیں اس لئے دیہات کے لوگ شہروں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۲۴:۔ دیہی آبادی کے شہروں میں نقل مکانی کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے پانچ تجاویز پیش کیجئے۔

جواب: دیہی آبادی کے شہروں میں منتقلی کو روکنے کیلئے مندرجہ ذیل اقدامات اور تجاویز اختیار کی جا سکتی ہیں۔

(i) حکومت کے شروع کئے گئے پروگرام "تعلیم سب کیلئے" کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی اداروں کے قیام سے مضبوط بنایا جائے۔

(ii) رہائش کے ساتھ ساتھ پانی، بجلی اور صحت کی سہولتیں فوری طور پر دیہی علاقوں میں مہیا کی جائیں۔

(iii) مختلف قسم کے ادارے کھول کر دیہی علاقوں میں روزگار کے مواقع پیدا کئے جائیں۔

(iv) آسان اقساط پر قرضوں کی فراہمی سے متلاشی روزگاروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(v) سرکاری ملازمت اختیار کرنے والے لوگوں کو ابتدائی طور پر کم از کم تین سے پانچ سال تک دیہی علاقوں میں بھیجا جائے۔

سوال نمبر ۲۵:۔ پاکستان کے انسانی وسائل پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے انسانی وسائل پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) دنیا میں سب سے زیادہ آبادی والے ممالک میں پاکستان چھٹے نمبر پر ہے اور اس کی آبادی اس کا وسیلہ ہے۔

(ii) پاکستان میں پیشہ ورانہ ڈاکٹروں، انجینئروں، وکیلوں، نرسوں اور تاجروں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔

(iii) پاکستان میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہنرمند بھی ایک بڑی تعداد میں آباد ہیں۔

(iv) پاکستان میں زراعت کے شعبے اور صنعتوں کے کام کیلئے مزدور آسانی سے دستیاب ہو جاتے ہیں۔

(v) پاکستان میں آبادی کا تقریباً 40 فیصد زراعت سے، 18 فیصد صنعت سے اور تقریباً 40 فیصد دیگر شعبوں سے وابستہ ہے۔

سوال نمبر ۲۶:۔ پاکستان کے کوئی سے پانچ طاقتی یا توانائی کے وسائل کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچ طاقتی یا توانائی کے وسائل کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) بجلی (ii) جوہری توانائی (iii) شمسی توانائی (iv) کوئلہ (v) قدرتی گیس

سوال نمبر ۲۷:۔ اعتدال پسندی سے کیا مراد ہے؟ زندگی میں اعتدال پسندی کے کوئی پانچ فوائد تحریر کیجئے۔

جواب: انسان کا وہ رویہ جس میں وہ قناعت پسندی سے کام لیتا ہے اور اپنے وسائل کے اندر رہ کر خوش و خرم اور مطمئن زندگی گزارتا ہے اعتدال پسندی کہلاتا ہے۔ اعتدال پسندی کے فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) زندگی میں اعتدال پسندی معاشی اور اقتصادی خوشحالی کے حصول میں مدد دیتی ہے۔

(ii) اعتدال پسندی اختیار کرنے سے زندگی پُرامن ہو جاتی ہے۔

(iii) اعتدال پسندی مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی اور پالیسیوں کی تشکیل میں مدد دیتی ہے۔

(iv) اعتدال پسندی کسی معاشرے کے تمام افراد میں اعلیٰ قسم شخصی اوصاف پیدا کر دیتی ہے۔

(v) اعتدال پسندی جذباتیت اور انتہا پسندی سے بچنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔

سوال نمبر ۲۸:۔ دریائے سندھ پر تعمیر کردہ کسی تین بیراجوں کے نام لکھئے۔

جواب: دریائے سندھ پر تعمیر کردہ تین بیراجوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) سکھر بیراج (ii) گڈو بیراج (iii) غلام محمد یا کوٹری بیراج

سوال نمبر ۲۹:۔ پاکستان میں پائی جانے والی چھ معدنیات کے نام لکھئے اور بتائیے کہ وہ کہاں کہاں پائی جاتی ہیں؟

جواب: پاکستان میں پائی جانے والی چھ معدنیات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) چونے کا پتھر (Lime Stone)

یہ ڈھوک، داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدر آباد اور کراچی وغیرہ میں ملتا ہے۔

(ii) گندھک (Sulphur)

گندھک کے ذخائر بلوچستان میں کوہ سلطان، جیکب آباد اور مردان میں پائے جاتے ہیں۔

(iii) آتشی مٹی (Fire Clay)

یہ سوات، ہزارہ، مالاکنڈ کے علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

(iv) کرومائیٹ (Chromite)

اس کے ذخائر مسلم باغ بلوچستان میں پائے جاتے ہیں۔

(v) جپسم (Cysum)

جپسم کے ذخائر میانوالی، ڈیرہ غازی خان، کوہستان، سبی اور کوہاٹ میں پائے جاتے ہیں۔

(vi) لوہا (Iron)

لوہے کا سب سے بڑا ذخیرہ کالا باغ کے علاقے میں ہے۔ اس کے علاوہ ہزارہ، چترال، خضدار اور لوکنڈی میں بھی لوہے کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۳۰:۔ پاکستان میں کپاس کی کاشت کی اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں کپاس کی کاشت کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

(i) کپاس پاکستان کی ایک اہم نقد آور فصل ہے۔

(ii) پاکستان کپاس کی کاشت میں دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

(iii) ملکی مجموعی قومی پیداوار کا 5 فیصد کپاس سے حاصل ہوتا ہے۔

(iv) پاکستان میں کپاس کی کاشت نہری آب پاشی کے علاقوں تک محدود ہے۔

(v) پاکستان میں کپاس کی پیداوار میں صوبہ پنجاب سرفہرست ہے اس کے علاوہ سندھ کے کچھ اضلاع میں بھی کپاس کی کاشت ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۳۱:۔ ملکی ترقی میں صنعت کی اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: ملکی ترقی میں صنعت کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

(i) صنعتیں کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی کا ذریعہ ہوتی ہیں کیونکہ دوسرے شعبوں کی ترقی کا دارومدار بھی صنعتی ترقی پر ہوتا ہے۔

(ii) صنعتوں کی مدد سے اشیائے صرف بڑے پیمانہ پر تیار کی جاتی ہیں تاکہ ملکی ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔

(iii) صنعتوں میں خام مال سے مفید اشیاء بنائی جاتی ہیں جس سے خام مال کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(iv) صنعتوں کی وجہ سے ملک خود کفیل اور خوشحال ہو جاتا ہے اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

(v) صنعتیں روزگار کی فراہمی کا بھی ایک بڑا ذریعہ ہوتی ہیں۔ صنعتوں میں مختلف قسم کے کاریگروں، ہنرمندوں اور مزدوروں کو ان کی قابلیت کے مطابق روزگار حاصل ہوتا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر ۳۲:۔ پاکستان میں صنعتی ارتقاء پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں صنعتی ارتقاء کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) پاکستان کو اپنے قیام کے وقت ورثہ میں ایک ایسا علاقہ ملا تھا جو صنعتی طور پر پسماندہ تھا۔

(ii) مشرقی پاکستان دنیا کا 50 فیصد پٹ سن پیدا ہوتا تھا لیکن وہاں پٹ سن کی کوئی صنعت نہیں تھی۔

(iii) پاکستان کی آزادی کے وقت کپاس، سیمنٹ اور شکر کے صرف سات کارخانے موجود تھے۔

(iv) 1948ء میں ایک صنعتی پالیسی کا اعلان کیا گیا جس میں صنعتی میدان میں نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

(v) حکومت پاکستان کی کوششوں سے پاکستان میں صنعتوں کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

سوال نمبر ۳۳:۔ پاکستان میں صنعتی ترقی کیلئے حکومت کی طرف سے کئے گئے اقدامات کو پانچ جملوں میں بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں صنعتی ترقی کیلئے حکومت کی طرف سے کئے گئے اقدامات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) 1948ء میں ایک صنعتی پالیسی کا اعلان کیا گیا جس میں صنعتی میدان میں نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

(ii) 1962ء میں حکومت پاکستان نے صنعتی ترقیاتی کارپوریشن (PIDC) قائم کی۔

(iii) سرکاری سرمایہ کاری کے ذریعے ملک میں مختلف صنعتوں کو فروغ دیا گیا۔

(iv) 1972ء میں نجی سرمایہ کاروں کی غیر اطمینان بخش حالت کی وجہ سے 10 اقسام کی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔

(v) آج کل حکومت صنعتوں کی نجکاری کیلئے سرکاری طور پر کوششیں کر رہی ہے اس کے علاوہ نجی شعبہ کو نئے صنعتی یونٹ لگانے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بیرون ملک کے سرمایہ کاروں کو بھی پاکستان میں سرمایہ کاری کی دعوت دی گئی ہے۔

سوال نمبر ۳۴:۔ پاکستان میں گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی افادیت پر پانچ جملے۔ گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کے کوئی سے پانچ فوائد تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی اہمیت اور افادیت مندرجہ ذیل ہے۔

(i) گھریلو اور چھوٹی صنعتیں مقامی سطح پر لوگوں کو روزگار فراہم کرتی ہیں۔

(ii) یہ صنعتیں کم سرمایہ کاری کے ذریعے آسان تکنیکی طریقہ کار کے تحت قائم کی جا سکتی ہیں۔

(iii) ان صنعتوں کے ذریعے دیہی آبادی کی شہروں کی طرف نقل مکانی کو کم کیا جا سکتا ہے۔

(iv) یہ صنعتیں بڑی صنعتوں کے ساتھ تعاون کرتی ہیں اور ملک کی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

(v) پاکستان میں گھریلو اور چھوٹی صنعتیں مقامی طور پر تیار شدہ اشیاء کی فراہمی کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ یہ صنعتیں زرمبادلہ کے حصول میں بھی مدد دیتی ہیں۔

سوال نمبر ۳۵:۔ پاکستان میں قالین بافی کی صنعت کے اہم مراکز چاروں صوبوں میں تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں قالین بافی کی صنعت کے اہم مراکز چاروں صوبوں کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) صوبہ پنجاب

لاہور، شیخوپورہ، فیصل آباد، ملتان اور جھنگ۔

(ii) صوبہ سندھ

جیکب آباد، سکھر، خیرپور، میرپور خاص، عمرکوٹ، حیدرآباد اور کراچی

(iii) صوبہ خیبر پختونخواہ

پشاور

(iv) صوبہ بلوچستان

کوئٹہ

سوال نمبر ۳۶:۔ پاکستان میں سوتی پارچہ بافی کے اہم مراکز صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں سوتی پارچہ بافی کے اہم مراکز صوبہ سندھ اور صوبہ پنجاب میں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) صوبہ سندھ

حیدرآباد اور سکھر۔

(ii) صوبہ پنجاب

فیصل آباد، ملتان، لاہور، گوجرانوالہ، سرگودھا اور سیالکوٹ۔

سوال نمبر ۳۷:۔ پاکستان میں چمڑے کی صنعت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں چمڑے کی صنعت پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) چمڑے کی صنعت پاکستان کی اہم چھوٹی اور گھریلو صنعت میں شمار ہوتی ہے۔

(ii) چمڑے سے کئی طرح کے جوتے، سوٹ کیس، قناتیں، بستر بند، ہینڈ بیگ اور دوسری اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔

(iii) چمڑے کی مصنوعات سندھ میں کراچی اور حیدرآباد، پنجاب میں لاہور، قصور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ اور ملتان اور صوبہ خیبر پختونخواہ میں پشاور اور سوات میں تیار کی جاتی ہیں۔

(iv) صوبہ بلوچستان میں چمڑے کو رنگنے کا کام کیا جاتا ہے۔

(v) چمڑے کی صنعت نہ صرف ملکی ضروریات پوری کرتی ہے بلکہ زرمبادلہ کے حصول میں بھی مدد دیتی ہے۔

سوال نمبر ۳۸:۔ پاکستان میں کھیلوں کے سامان کی صنعت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں کھیلوں کے سامان کی صنعت کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) کھیلوں کا سامان تیار کرنے کیلئے مطلوبہ خام مال پاکستان کے چند علاقوں میں وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔

(ii) کھیلوں کا سامان تیار کرنے میں نرم لکڑی اور چمڑا درکار ہوتے ہیں۔

(iii) پاکستان میں کھیلوں کا سامان سیالکوٹ اور لاہور میں تیار ہوتا ہے۔

(iv) پاکستان میں کھیلوں کا سامان زرمبادلہ کمانے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

(v) پاکستان میں تیار کئے جانے والے ہاکی، کرکٹ کیلئے گیندیں، فٹبال اور ریکٹس دنیا بھر میں مشہور ہیں۔

سوال نمبر ۳۹:۔ پاکستان میں کشیدہ کاری اور کروشیئے کی صنعت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں کشیدہ کاری اور کروشیئے کی صنعت کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) کشیدہ کاری اور کروشیئے کا کام پاکستان کیلئے وجہ افتخار ہے۔

(ii) پاکستان میں ریشمی دھاگہ سے پھولوں کی کشیدہ کاری بہت مشہور و معروف ہے۔

(iii) پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں کشیدہ کاری اور کروشیے کا کام کیا جاتا ہے۔

(iv) سندھ اور بلوچستان میں بے شمار خاندانوں کا مقبول عام پیشہ کشیدہ کاری ہے۔

(v) صوبہ سندھ اور بلوچستان میں کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت کے اہم مراکز لاڑکانہ، دادو، شکارپور، نواب شاہ اور خضدار میں واقع ہیں۔

سوال نمبر ۴۰:۔ صوبہ سندھ کی کوئی سی پانچ چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کے نام لکھئے۔

جواب: صوبہ سندھ کی پانچ چھوٹی اور گھریلو صنعتوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) قالین بافی کی صنعت (ii) سوتی پارچہ بافی کی صنعت (iii) ریشمی کپڑے کی صنعت

(iv) چمڑے کی صنعت (v) کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر ۴۱:۔ پاکستان کی پانچ اہم صنعتیں اور ان کے مراکز تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی پانچ اہم صنعتیں اور ان کے مراکز مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپڑے کی صنعت (Textile Industry)

فیصل آباد، لاہور، ملتان، کراچی، حیدر آباد، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، نوشہرہ، بنوں، کوئٹہ۔

(ii) شکر کی صنعت (Sugar Industry)

گوجرانوالہ، تخت ہائی، راہولی۔

(iii) سیمنٹ کی صنعت (Cement Industry)

ڈنڈوت، واہ، داؤد خیل، راولپنڈی، ڈیرہ غازی خان، حیدر آباد، ڈھلہ، کوہاٹ، ہری پور، گڈانی۔

(iv) خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کی صنعت (Vegetable Oil and Ghee Industry)

رحیم یار خان، بہاولپور، ملتان، لاہور، فیصل آباد، نوشہرہ، ہری پور، درگئی، ڈیرہ مراد جمالی، کوئٹہ۔

(v) کیمیائی کھاد کی صنعت (Chemical Fertilizer Industry)

فیصل آباد، داؤد خیل، دھرکی، میر پور خاص، ہری پور، صادق آباد۔

سوال نمبر ۴۲:۔ پاکستان اسٹیل ملز کراچی پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان اسٹیل ملز کراچی کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) لوہے اور فولاد کی صنعت کا یہ کارخانہ کراچی سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر پورٹ بن قاسم کے مقام پر لگایا گیا ہے۔

(ii) پاکستان اسٹیل ملز 1973ء میں روس کے تعاون سے قائم کیا گیا۔

(iii) اس کارخانے میں کچا لوہا، لوہے کی چادریں اور تار کوئل تیار کیا جاتا ہے۔

(iv) اس کارخانے کے قیام سے ہزاروں افراد کو روزگار مہیا ہوا اور کثیر مقدار میں زرمبادلہ کی بھی بچت ہوئی۔

(v) اس کارخانے کے پاکستان میں لوہے اور فولاد کی صنعت کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

سوال نمبر ۴۳:۔ ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) بھاری مشینوں اور پرزہ جات کی تیاری کیلئے ایک کارخانہ ٹیکسلا کے مقام پر 1968ء میں قائم کیا گیا۔

(ii) یہ کارخانہ چین کے تعاون سے لوہے اور فولاد کی بھاری مشینوں کی تیاری کیلئے قائم کیا گیا۔

(iii) اس کارخانے سے انجن، شکر سازی، سیمنٹ کے کارخانوں، کپڑا بننے کی مشینری، مصنوعی کھاد کے کارخانوں، ٹرکوں اور فاضل پرزہ جات کی ضرورت پوری ہوتی ہیں۔

(iv) اس کمپلیکس کے قیام سے پاکستان کی فولاد اور مشینوں کی درآمد میں کمی واقع ہوئی ہے۔

(v) اس کمپلیکس کے قیام کی وجہ سے اس قیمتی زرمبادلہ کی بچت ہوئی ہے جو مشینوں اور فولاد کی درآمد پر خرچ کیا جاتا تھا۔

سوال نمبر ۴۴:۔ پاکستان میں جہاز سازی کی صنعت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں جہاز سازی کی صنعت کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) جہاز سازی کا ایک کارخانہ کراچی شپ یارڈ انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ کے نام سے کراچی میں قائم ہے۔

(ii) یہ کارخانہ کراچی میں 1956ء میں قائم کیا گیا تھا۔

(iii) اس کارخانے میں مختلف اقسام کے بحری جہاز اور کشتیاں تیار کی جاتی ہیں۔

(iv) اس میں شپ یارڈ میں جہازوں کی مرمت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔

(v) پاکستان میں جہاز سازی کی صنعت ایک طویل عرصہ میں پروان چڑھی لیکن اب یہ اس قابل ہے کہ ملکی ضروریات کو پورا کر سکے۔

سوال نمبر ۴۵:۔ پاکستان میں ذرائع آمدورفت کی اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔ قومی ترقی میں ذرائع آمدورفت کی اہمیت پر پانچ جملے لکھئے۔

جواب: پاکستان میں ذرائع آمدورفت کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے۔

ذرائع آمدورفت ملک کی زراعت اور صنعت کو فروغ دیتے ہیں۔

(i) ذرائع آمدورفت مقامی، قومی اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(ii) یہ ذرائع لوگوں کو ملک کے مختلف علاقوں میں سفر سے قومی اتحاد اور قومی یک جہتی کو پروان چڑھانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

(iii) ان ذرائع کی وجہ سے ملک میں علوم و فنون کو فروغ ملتا ہے اور اس کے فوائد سے پورے ملک کو مجموعی طور پر خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔

(iv) ذرائع آمدورفت کی وجہ سے امن کے قیام میں مدد ملتی ہے کیونکہ ان ذرائع کی بدولت فوری طور پر رابطہ کی سہولیات حاصل ہو جاتی ہیں۔

(v)

سوال نمبر ۴۶:۔ قومی شاہراہ یا شاہراہ پاکستان پر کون سے مشہور شہر واقع ہیں؟

جواب: کراچی سے پشاور تک قومی شاہراہ پر مندرجہ ذیل مشہور شہر واقع ہیں۔

(i) حیدر آباد (ii) خیر پور (iii) سکھر (iv) بہاولپور
(v) ملتان (vi) لاہور (vii) راولپنڈی (viii) پشاور

سوال نمبر ۴۷:۔ قومی شاہراہ یا شاہراہ پاکستان پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: قومی شاہراہ یا شاہراہ پاکستان کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) یہ پاکستان کی سب سے قدیم اور سب سے اہم شاہراہ ہے۔

(ii) شاہراہ پاکستان کی کل لمبائی 1735 کلومیٹر ہے۔

(iii) یہ شاہراہ کراچی سے شروع ہو کر پشاور اور طورخم تک چلی جاتی ہے۔

(iv) شاہراہ پاکستان مختلف شہروں حیدر آباد، خیر پور، سکھر، بہاولپور، ملتان، لاہور، راولپنڈی اور پشاور کو آپس میں ملاتی ہے۔

(v) لاہور اور پشاور کے درمیان اس کا ایک حصہ جرنیلی سڑک (G.T. Road) کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۴۸:۔ مقتدرہ قومی شاہراہ یا نیشنل ہائی وے اتھارٹی پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: مقتدرہ قومی شاہراہ یا نیشنل ہائی وے اتھارٹی کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) حکومت پاکستان نے سڑکوں اور دیگر ذرائع نقل و حمل کی بہتری کیلئے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو مقتدرہ قومی شاہراہ یا نیشنل ہائی وے اتھارٹی کہلاتا ہے۔

(ii) یہ ادارہ سڑکوں، آمدورفت اور نقل و حمل کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کرتا ہے۔

(iii) یہ ادارہ سڑکوں اور دیگر ذرائع نقل و حمل کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

(iv) یہ ادارہ سڑکوں کی تعمیر اور ان کی مرمت کیلئے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

(v) اس ادارے نے ملک کے مختلف حصوں میں سڑکوں اور شاہراہوں کی تعمیر کیلئے منصوبوں پر کام شروع کر دیا ہے۔

سوال نمبر ۴۹:۔ ای کامرس یا ای تجارت (E-Commerce) پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: الیکٹرانک تجارت (E-Commerce) پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) ای کامرس اطلاعاتی ٹیکنالوجی (Information Technology) کی ایک شاخ ہے جس کے معنی کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی مدد سے تجارت ہے۔

(ii) ای کامرس کے وسیلہ سے تجارتی معاملات بہت جلد طے کئے جا سکتے ہیں۔

(iii) اس کی مدد سے کاروبار اور تجارت کا تازہ ترین اور درست ریکارڈ رکھنے میں مدد ملتی ہے۔

(iv) ای تجارت درآمدات اور برآمدات کے فروغ کیلئے بھی سہولیات مہیا کرتی ہے۔

(v) ای تجارت کے ذریعے اداروں کی ویب سائٹس کے وسیلہ سے مختلف معلومات بہت جلد حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر ۵۰:۔ پاکستان میں صنعتوں کے کوئی پانچ اہم مسائل بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان میں صنعتوں کے اہم مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی صنعتوں کیلئے ہنرمند کارکنوں کی کمی پائی جاتی ہے۔

(ii) یہاں ایسے ادارے موجود نہیں جو اشیاء کے معیار کو برقرار رکھنے میں مدد دے سکیں۔

(iii) ملک میں امن وامان کی خراب صورتحال اور سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے صنعتی شعبہ میں سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے۔

(iv) پاکستان میں صنعتوں کیلئے توانائی کی فراہمی کا بحران پایا جاتا ہے۔

(v) پاکستان میں مزدور انجمنوں کے رویہ سے بھی صنعتی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۵۱:۔ پاکستان میں صنعتی ترقی کیلئے کوئی پانچ اقدامات یا تجاویز پیش کیجئے۔

جواب: پاکستان میں صنعتی ترقی کیلئے اقدامات یا تجاویز مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) ملک میں امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنایا جائے۔

(ii) تجارت کیلئے قوانین اور ضوابط کو آسان بنایا جائے۔

(iii) عملے کی تربیت کا انتظام کیا جائے اور ان میں محنت کی عظمت کا احساس اُجاگر کیا جائے۔

(iv) کوالٹی کنٹرول کا نظام سخت کیا جائے۔

(v) صنعتوں کیلئے بجلی اور دیگر توانائی کے ذرائع کی فراہمی کو مسلسل اور باقاعدہ بنایا جائے۔

سوال نمبر ۵۲:۔ پاکستان میں اونی کپڑے کی صنعت کے پانچ اہم مراکز کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں اونی کپڑے کی صنعت کے پانچ اہم مراکز کے نام تحریر کیجئے۔

(i) کراچی (ii) لارنس پور (iii) لاہور (iv) قائداباد

(v) ہرنائی (vi) مستونگ (vii) نوشہرہ

سوال نمبر ۵۳:۔ پاکستان میں سوتی کپڑے کی صنعت کے پانچ اہم مراکز کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں سوتی کپڑے کی صنعت کے اہم مراکز مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) فیصل آباد (ii) لاہور (iii) ملتان (iv) کراچی (v) حیدرآباد

(vi) پشاور (vii) بنوں (viii) کوئٹہ (ix) نوشہرہ (x) ڈیرہ اسماعیل خان

سوال نمبر ۵۴:۔ پاکستان میں ریشمی کپڑے کی صنعت کے پانچ اہم مراکز کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں ریشمی کپڑے کی صنعت کے اہم مراکز مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کراچی (ii) فیصل آباد (iii) گوجرانوالہ (iv) پشاور

(v) سوات (vi) سکھر (vii) حیدرآباد (viii) لاہور

سوال نمبر ۵۵:۔ پاکستان ریلوے پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان ریلوے کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) پاکستان ریلوے پاکستان میں آمدورفت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

(ii) پاکستان ریلوے لائنوں میں پٹڑیوں کی کل لمبائی 7791 کلومیٹر ہے۔

(iii) پاکستان ریلوے کے نظام میں 815 اسٹیشن، 46 ٹرین ہالٹ شامل ہیں۔ اس کے بڑے اڈاؤں میں 850 انجن، 2275 مسافروں کے ڈبے اور 21932 مال بردار ڈبے شامل ہیں۔

(iv) پاکستان میں سڑکوں کے مقابلہ میں ریل کا سفر زیادہ مضبوط اور تیز رفتار ہے۔

(v) پاکستان ریلوے سے کئی ٹرینیں وابستہ ہیں جن میں تیز گام، تیز رو، عوامی ایکسپریس، سپر ایکسپریس، شالیمار ایکسپریس، خیبر میل، چناب ایکسپریس، قراقرم ایکسپریس، نائٹ کوچ اور جمالی ایکسپریس وغیرہ شامل ہیں۔

سوال نمبر ۵۶:۔ پاکستان کے ذرائع آمدورفت میں سڑکوں پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے ذرائع آمدورفت میں سڑکوں کا ایک مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

(i) پاکستان میں سڑکیں ذرائع آمدورفت اور نقل وحمل کا اہم ذریعہ ہیں۔

(ii) پاکستان میں موجود سڑکیں مختلف شہروں کو ایک دوسرے سے ملاتی ہیں۔

(iii) سڑکیں سفر کرنے اور سامان کی نقل وحمل کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔

(iv) پاکستان میں پختہ سڑکیں بھی ہیں۔ ان کے علاوہ کچی اور نیم پختہ سڑکیں بھی موجود ہیں۔

(v) پاکستان میں سڑکوں کی کل لمبائی 259758 کلومیٹر ہے ان میں سے اہم سڑکیں اور شاہراہیں 162879 کلومیٹر ہیں۔

سوال نمبر ۵۷:۔ صنعتی ترقی سے قومی آمدنی بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ صنعتی ترقی کے پانچ فوائد تحریر کیجئے۔

جواب: صنعتی ترقی کے اہم فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) اشیائے صرف بڑے پیمانہ پر تیار ہوتی ہیں جن سے ملکی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

(ii) خام مال سے اشیاء تیار کر کے ان کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

(iii) لوگوں کو اپنی مہارت اور ہنرمندی کے مطابق صنعتوں سے روزگار حاصل ہوتا ہے۔

(iv) صنعتوں کی وجہ سے ملک مختلف اشیاء کی پیداوار میں خودکفیل ہو جاتا ہے۔

(v) صنعتوں کی ترقی سے درآمدات میں کمی ہوتی ہے اور لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۵۸:۔ پاکستان کی پانچ دستکاریوں کے نام بتائیے جن سے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔

جواب: پاکستان کی پانچ دستکاریوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں جن سے زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔

(i) سوتی پارچہ بافی (ii) قالین بافی (iii) کھیلوں کا سامان

(iv) چمڑے کی صنعت (v) کشیدہ کاری اور کروشیے کا کام

سوال نمبر ۵۹:۔ پاکستان کی پانچ اہم شاہراہوں کے نام لکھئے نیز بتائیے ہر ایک کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتی ہے۔

جواب: پاکستان کی اہم شاہراہوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام شاہراہ	کل لمبائی	شاہراہ کا آغاز	شاہراہ کا اختتام
(i)	قومی شاہراہ یا شاہراہ پاکستان	1735 کلومیٹر	کراچی	پشاور
(ii)	کراچی کوئٹہ شاہراہ براستہ خضدار	816 کلومیٹر	کراچی	کوئٹہ
(iii)	کوئٹہ پشاور شاہراہ	535 کلومیٹر	کوئٹہ	پشاور
(iv)	کراچی حیدرآباد سپر ہائی وے	170 کلومیٹر	کراچی	حیدرآباد
(v)	لاہور اسلام آباد موٹروے	367 کلومیٹر	لاہور	اسلام آباد

سوال نمبر ۶۰:۔ قیام پاکستان کے بعد سب سے زیادہ ترقی کس صنعت نے کی اس کی چار وجوہات بیان کیجئے۔

جواب: قیام پاکستان کے بعد سب سے زیادہ ترقی کپڑے کی صنعت نے کی اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان میں نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی گئی اور حکومتوں نے نئی صنعتوں کے قیام کیلئے سہولیات مہیا کیں۔

(ii) کپڑے کے کارخانوں کیلئے وافر مقدار میں خام مال موجود تھا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) ملک میں کپڑے کا کام کرنے والے کاریگروں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔
(iv) کپڑے کی صنعت بجلی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ زرمبادلہ کے حصول میں بھی مدد دیتی ہے۔

سوال نمبر ۶۱:۔ پاکستان کی پانچ ایسی صنعتوں کے نام لکھئے جن کے کارخانے پاکستان کے چاروں صوبوں میں ہیں۔

جواب: پاکستان کی پانچ ایسی صنعتوں کے نام لکھئے جن کے کارخانے پاکستان کے چاروں صوبوں میں ہیں۔

(i) کپڑے کی صنعت (ii) سیمنٹ کی صنعت (iii) بناسپتی گھی اور خوردنی تیل کی صنعت
(iv) کشیدہ کاری اور کروشیے کی صنعت (v) چمڑے کی صنعت

سوال نمبر ۶۲:۔ پاکستان کی بیرونی تجارت یا تجارت خارجہ پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی بیرونی تجارت یا تجارت خارجہ پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) پاکستان کی برآمدات میں کپاس، سوتی کپڑا، چاول، شکر، قالین، مچھلی، آلات جراحی، پھل اور سبزیاں شامل ہیں۔
(ii) پاکستان اپنی دفاعی مصنوعات بھی چند ممالک کو برآمد کر رہا ہے۔
(iii) پاکستان کی درآمدات میں ہوائی جہاز، بھاری مشینیں، کیمیائی مواد، ادویات، خام لوہا، تیل، چائے اور پیٹرولیم وغیرہ شامل ہیں۔
(iv) پاکستان کی تجارت خارجہ میں درآمدات اس کی برآمدات سے بڑھ کر ہیں۔
(v) پاکستان کی تجارت خارجہ میں ادائیگی کا توازن غیر موافق رہتا ہے جس کی وجہ سے ہر سال تقریباً تین ارب ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

سوال نمبر ۶۳:۔ پاکستان کی چھ اہم برآمدات کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی اہم برآمدات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپاس (ii) اون (iii) چمڑا اور کھالیں (iv) چاول
(v) سوتی کپڑے (vi) تیار شدہ لباس (vii) ہوزری کا سامان

سوال نمبر ۶۴:۔ پاکستان کی چھ اہم درآمدات کے نام تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کی اہم درآمدات کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) دفاعی سامان (ii) موٹر گاڑیاں (iii) دھات کا بنا ہوا سامان (iv) معدنی تیل
(v) چائے (vi) اسٹیشنری کا سامان (vii) خوردنی تیل (viii) ادویات

سوال نمبر ۶۵:۔ پاکستان کے قدرتی وسائل تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے قدرتی وسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) جنگلات (Forests)

پاکستان میں صرف 4.5 فیصد رقبہ پر جنگلات پھیلے ہوئے ہیں۔ پاکستان کی آب و ہوا جنگلات کے پھیلاؤ اور نشوونما کے لحاظ سے زیادہ خشک ہے۔ پہاڑی جنگلات، دامن کوہ کے جنگلات، مغربی کوہستانی جنگلات، دریائی جنگلات، نہری جنگلات اور ساحلی جنگلات پاکستان میں پائے جانے والے جنگلات کی اہم اقسام ہیں۔

(ii) معدنی وسائل (Mineral Resources)

پاکستان کے اہم معدنی وسائل کی تعداد تقریباً 47 ہے اور معاشی قوت رکھنے والی معدنیات کی تعداد تقریباً 27 ہے۔ خام لوہا، کرومائیٹ، تانبا، جپسم، نمک، چونے کا پتھر، سنگ مرمر وغیرہ پاکستان کے اہم معدنی وسائل ہیں۔

(iii) توانائی کے وسائل (Energy Resources)

پاکستان کے توانائی کے وسائل میں بجلی، جوہری توانائی، شمسی توانائی، کوئلہ، معدنی تیل اور قدرتی گیس شامل ہیں۔

سوال نمبر ۶۶:۔ پاکستان کی تین نقد آور فصلوں کو اختصار کے ساتھ بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کی تین نقد آور فصلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) کپاس (Cotton)

کپاس پاکستان کی ایک اہم نقد آور فصل ہے اور پاکستان دنیا میں کپاس پیدا کرنے والے ممالک میں اہم مقام رکھتا ہے۔ پاکستان میں دو قسم کی کپاس کاشت کی جاتی ہیں ایک دیسی کپاس اور دوسری امریکی کپاس۔ کپاس کی پیداوار میں پنجاب سرفہرست ہے۔

(ii) تمباکو (Tobacco)

تمباکو پاکستان کی اہم نقد آور فصل ہے اور اس کا شمار برآمدی اجناس میں ہوتا ہے۔ صوبہ خیبر پختونخواہ کے اضلاع مردان اور پشاور تمباکو کے بڑے پیداواری علاقے ہیں اس کے علاوہ صوبہ پنجاب میں بھی تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے۔

(iii) گنا (Sugar Cane)

گنا پاکستان میں موسم گرما میں کاشت کی جانے والی فصل ہے اس کا شمار اہم صنعتی فصلوں میں ہوتا ہے۔ گنا صوبہ پنجاب میں وسیع پیمانہ پر کاشت کیا جاتا ہے۔ اسے شکر سازی میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے چھلکے کاغذ کی تیاری میں کام آتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۷:۔ پاکستان کی تین غذائی فصلوں کو اختصار کے ساتھ بیان کیجئے۔

جواب: پاکستان کی تین غذائی فصلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) چاول (Rice)

چاول پاکستان کی ایک اہم غذائی فصل ہے اور اس کے ساتھ ہی ہی نقد آور فصل بھی ہے۔ پاکستان عمدہ چاول کی پیداوار میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ چاول دوسرے ممالک کو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ چاول کی کاشت صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے نہری علاقوں میں ہوتی ہے۔

(ii) گندم (Wheat)

گندم پاکستان کی ایک اہم غذائی فصل ہے اور زیر کاشت رقبہ کے تقریباً 37.1 فیصد رقبہ پر گندم کاشت کی جاتی ہے۔ گندم کی پیداوار کا تین چوتھائی حصہ صوبہ پنجاب سے حاصل ہوتا ہے۔ پنجاب کے بعد صوبہ سندھ میں بھی گندم بکثرت پیدا ہوتی ہے۔

(iii) مکئی (Maize)

مکئی پاکستان کی اہم غذائی اور چارے کی فصل ہے۔ پاکستان میں مکئی کی سب سے زیادہ کاشت صوبہ خیبر پختونخواہ میں کی جاتی ہے جہاں مردان، ایبٹ آباد، مانسہرہ، سوات اور پشاور کے اضلاع خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ صوبہ پنجاب میں فیصل آباد اور ساہیوال کے علاقوں میں بھی مکئی کی کاشت ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۶۸:۔ پاکستان کے استحکام کیلئے اس کی معیشت کی مضبوطی کیوں ضروری ہے؟

جواب: پاکستان کے قدرتی وسائل لاتعداد ہیں، لیکن ان وسائل کو بروئے کار لانے کیلئے کئی معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی رکاوٹیں ہیں۔ مثال کے طور پر قلیل آمدنی کی وجہ سے بچت کی صلاحیت بھی پست ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں سرمایہ کاری کی سطح بھی پست ہے۔ مناسب معاشی ترقیاتی منصوبہ بندی کی مدد سے جملہ معاشی رکاوٹوں کا سدباب ہو سکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے تجربے کی روشنی میں پاکستان بھی اب سائنسی اور تکنیکی ترقی اور مناسب معاشی منصوبہ بندی کو بروئے کار لا کر اپنی جملہ معاشی و اقتصادی تکنیکوں سے نجات حاصل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ معیشت کی مضبوطی کی بدولت نہ صرف انسانی اور مادی وسائل کا بہتر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے بلکہ سماجی اور معاشی بہبود کے مقاصد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۶۹:۔ پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت پر پانچ جملے تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت پر پانچ جملے مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) معاشی منصوبہ بندی حکومت کو مختلف مسائل سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔
(ii) معاشی منصوبہ بندی کے وسیلہ سے ملکی وسائل سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(iii) معاشی منصوبہ بندی کے وسیلہ سے تمام وسائل کو صحیح طرح استعمال کرنے میں مدد ملتی ہے۔
(iv) معاشی منصوبہ بندی کی وجہ سے معیشت کی مختلف اکائیوں کے درمیان مسابقت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
(v) معاشی منصوبہ بندی سے تمام افراد کیلئے ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔

سوال نمبر ۷۰:۔ پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے پانچ اغراض و مقاصد تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے پانچ اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا اہم ترین مقصد قومی آمدنی میں اضافہ کرنا ہے۔
(ii) معاشی منصوبہ بندی کے وسیلہ سے فی کس آمدنی کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کئے جاتے ہیں۔
(iii) معاشی منصوبہ بندی کی بدولت معیشت کے مختلف شعبوں میں روزگار کی فراہمی کو ممکن بنایا جاتا ہے۔
(iv) معاشی منصوبہ کا ایک مقصد زرعی شعبہ کو ترقی دے کر غذائی خود کفالت کا حصول ہے۔
(v) پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا ایک مقصد ملکی صنعتوں کو ترقی دے کر برآمدات میں اضافہ کرنا ہے۔

سوال نمبر ۷۱:۔ پاکستان کے پہلے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے کوئی پانچ نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پہلے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1960ء ۔ 1955ء) کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) قومی آمدنی میں 15 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) فی کس آمدنی میں 7 فیصد اضافہ کرنا۔
(iii) اناج کی پیداوار میں 9 فیصد اضافہ کرنا۔
(iv) برآمدات میں 15 فیصد اضافہ کرنا۔
(v) منصوبہ کے اختتام تک ادائیگیوں کے توازن میں 20 کروڑ روپے کی بچت کرنا۔

سوال نمبر ۷۲:۔ پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1965ء ۔ 1960ء) کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) قومی آمدنی میں 24 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) فی کس آمدنی میں 10 فیصد اضافہ کرنا۔
(iii) زرعی پیداوار میں 14 فیصد اضافہ کرنا۔
(iv) بڑی اور وسط درجہ کی صنعتوں کی پیداوار میں 14 فیصد تک اضافہ کرنا۔
(v) گھریلو اور چھوٹی صنعتوں کی پیداوار کو 26 فیصد تک بڑھانا۔

سوال نمبر ۷۳:۔ پاکستان کے تیسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان میں تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (1970ء ۔ 1965ء) دراصل بیس سالہ طویل المیعاد تناظری منصوبہ (1985ء ۔ 1965ء) کا حصہ تھا اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) ملکی ترقی کی رفتار تیز کرنا اور قومی پیداوار میں 37 فیصد اضافہ کرنا۔
(ii) فی کس آمدنی میں 20 فیصد اضافہ کرنا۔
(iii) 55 لاکھ لوگوں کو روزگار کے نئے مواقع فراہم کرنا۔
(iv) زرعی ترقی کو تیز کرنا اور اس میں 5 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(v) صنعتی ترقی کی شرح کو 13 فیصد سالانہ تک بڑھانا۔

سوال نمبر ۷۴:۔ پاکستان میں چوتھے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کا چوتھا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1975ء ۔ 1970ء) دراصل بیس سالہ طویل المیعاد تناظری منصوبہ (1985ء ۔ 1965ء) کے سلسلہ کی دوسری کڑی تھا۔ اس منصوبہ کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) معاشی ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنا اور قومی پیداوار میں 6.5 فیصد شرح سالانہ سے اضافہ کرنا۔
(ii) 75 لاکھ نئے افراد کیلئے روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔
(iii) غذائی اجناس کی پیداوار میں 85 لاکھ ٹن کا اضافہ کرنا۔
(iv) قابل عمل پالیسیوں کی مدد سے معاشی ترقی اور سماجی انصاف میں ہم آہنگی پیدا کرنا۔
(v) برآمدات میں ساڑھے آٹھ فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔

سوال نمبر ۷۵:۔ پاکستان کے پانچویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے پانچویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1983ء ۔ 1978ء) کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) قومی پیداوار میں 7.2 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(ii) زرعی شعبے میں 6 فیصد سالانہ اضافہ کرنا۔
(iii) صنعتی میدان میں مجموعی طور پر 10 فیصد سالانہ کے حساب سے ترقی کرنا۔
(iv) اندرون ملک بچتوں کی شرح 12.5 فیصد بڑھانا۔
(v) برآمدات میں 11 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ کرنا۔

سوال نمبر ۷۶:۔ پاکستان کے چھٹے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے چھٹے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1988ء ۔ 1983ء) کے پانچ نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور سماجی انصاف کا احیاء کرنا۔
(ii) دیہی ترقی کو خاص اہمیت دینا اور دیہاتوں میں سڑکوں کا جال بچھا کر انہیں شہریوں منڈیوں کے ساتھ منسلک کرنا۔
(iii) زیادہ سے زیادہ دیہی علاقوں میں بجلی فراہم کرنا تا کہ دیہی معیشت میں ایک خوشگوار انقلاب ممکن ہو سکے۔
(iv) ملک بھر میں روزگار اور آمدنی میں اضافہ کیلئے ایک خاص پروگرام پر عمل کرنا۔
(v) زکوٰۃ اور عشر کے نظام کے توسط سے 15 لاکھ سے زیادہ مستحقین کی مالی اعانت کرنا۔

سوال نمبر ۷۷:۔ پاکستان کے ساتویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اہم نکات تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے ساتویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ (1993ء ۔ 1988ء) کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) روزگار کے مواقع فراہم کرنا تا کہ کم از کم تعلیم یافتہ افراد بیروزگاری کا شکار نہ ہوں۔
(ii) بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، رہائش، صحت، تعلیم اور دیگر سہولیات کو ترجیحی بنیادوں پر فراہم کرنا۔
(iii) افرادی قوت کو تربیت فراہم کرنا اور غیر ملکی امداد پر کم سے کم انحصار کرنا۔
(iv) اپنی مدد آپ کے اصول پر کام کرتے ہوئے قومی معیشت کو مضبوط بنانا۔
(v) نجی شعبے کی اہمیت کے پیش نظر اسے اس کا جائز مقام دے کر ملکی معیشت کیلئے فعال بنانا۔

سوال نمبر ۷۸:۔ پاکستان کے آٹھویں ترقیاتی منصوبہ کے پانچ اغراض و مقاصد تحریر کیجئے۔

جواب: پاکستان کے آٹھویں ترقیاتی منصوبہ (2008ء ۔ 1993ء) کے اہم اغراض و مقاصد اور اہداف مندرجہ ذیل ہیں۔
(i) منصوبہ کے اختتام تک کل پیداوار میں 175 فیصد اضافہ کرنا اور ہر سال قومی آمدنی میں 11.6 فیصد اضافہ ممکن بنانا۔
(ii) آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح کو کم کرنا تا کہ عوام کا معیار زندگی بلند کیا جا سکے۔
(iii) صنعتی شعبہ کی کل قومی پیداوار کو 18 فیصد سے بڑھا کر 25 فیصد تک لے جانا اور سرمایہ کاری کی پیداوار کو 32.8 فیصد تک بڑھانا۔
(iv) 20 لاکھ نئے افراد کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا۔
(v) ملک کے تمام عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا، تمام آبادی کو صاف ستھرا پانی پینے کیلئے فراہم کرنا، دیہی علاقوں کو شہری علاقوں سے ملانے والی چھوٹی سڑکیں تعمیر کرنا اور دیہی علاقوں میں بجلی فراہم کرنا۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اہم کثیر الانتخابی سوالات

IMPORTANT MULTIPLE CHOICE QUESTIONS (MCQs)

دیئے ہوئے ممکنہ جوابات میں سے ہر ایک کیلئے موزوں ترین جواب منتخب کیجئے۔

(۱) وہ تمام لوگ جو مختلف کاموں میں مصروف عمل ہوتے ہیں کہلاتے ہیں۔
☆ مادی وسائل ☆ انسانی وسائل ☆ تعمیراتی وسائل ☆ تخریبی وسائل

(۲) مٹی نما سیلابی تہوں اور گارے سے بننے والی مٹی کہلاتی ہے۔
☆ کھادر مٹی ☆ لوئی مٹی ☆ بنجر مٹی ☆ صحرائی مٹی

(۳) پاکستان میں پہاڑی جنگلات یہاں پائے جاتے ہیں۔
☆ صحرائے چولستان میں ☆ پہاڑی علاقوں میں ☆ نہری علاقوں میں ☆ میدانی علاقوں میں

(۴) پاکستان میں پہلی مرتبہ اس مقام پر قدرتی گیس دریافت ہوئی۔
☆ سوئی ☆ مزاری ☆ آدمی ☆ کنڈ کوٹ

(۵) زندگی میں اعتدال پسندی سے کیا مراد ہے۔
☆ وسائل کو تہہ میں رکھنا ☆ وسائل کو زیادہ استعمال کرنا ☆ وسائل کے اندر رہنا ☆ وسائل کو استعمال نہ کرنا

(۶) دنیا کے سب سے زیادہ آبادی والے ممالک پاکستان کا نمبر ہے۔
☆ دوسرا ☆ تیسرا ☆ پانچواں ☆ چھٹا

(۷) حکومت پاکستان نے 1959ء۔1972ء اور 1977ء میں یہ اصلاحات نافذ کیں۔
☆ مزدور اصلاحات ☆ صنعتی اصلاحات ☆ زرعی اصلاحات ☆ قانونی اصلاحات

(۸) شمال اور شمال مغربی پاڑی کی مٹی کا رنگ یہ ہوتا ہے۔
☆ سرخ ☆ بھورا ☆ پیلا ☆ سبز

(۹) انہیں کسی ملک کی معیشت کا لازمی جز تصور کیا جاتا ہے۔
☆ ہوا اور پانی ☆ درخت اور پھول ☆ جنگلات ☆ پہاڑ

(۱۰) دس سال سے زائد عمر کا ہر وہ شخص جو روزانہ کم از کم ایک گھنٹہ معاوضہ کیلئے کام کرے تصور کیا جاتا ہے۔
☆ ہمت ☆ حوصلہ ☆ طاقت ور ☆ بارروزگار

(۱۱) وہ وسائل جو مختلف ممالک کو قدرت کی طرف سے عطا ہوتے ہیں کہلاتے ہیں۔
☆ مادی وسائل ☆ مالیاتی وسائل ☆ قدرتی وسائل ☆ معاشی مسائل

(۱۲) انسانوں کی قابلیت، لیاقت اور مہارت کا مجموعہ کہلاتا ہے۔
☆ ہنر ☆ روزگار ☆ مادی وسائل ☆ انسانی مسائل

(۱۳) قدرتی وسائل سے بھرپور پاکستان ہے۔
☆ ایک مسلم ملک ☆ ایک زرعی ملک ☆ ایک کمزور ملک ☆ ایک عطیہ خداوندی

(۱۴) زمین کی بالائی سطح جہاں پودے نشوونما پاتے ہیں کہلاتی ہے۔
☆ سطح ارض ☆ کرۂ ارض ☆ مٹی ☆ چٹان

(۱۵) مٹی میں لوہے کے ذرات کی موجودگی کی وجہ سے اس کا رنگ ہوتا ہے۔
☆ کالا ☆ پیلا ☆ نیلا ☆ سرخ

(۱۶) ایسی مٹی جو چٹانوں کے کٹاؤ اور موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے وجود میں آتی ہے کہلاتی ہے۔
☆ مقامی مٹی ☆ چٹانی مٹی ☆ دریا کی مٹی ☆

ایسی مٹی جو قدرتی عوامل کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے کہلاتی ہے۔
☆ مقامی مٹی ☆ چٹانی مٹی ☆ منتقل شدہ مٹی ☆ دریائی مٹی

(۱۷) حیدر آباد کے جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحل تک کے علاقے میں پائی جانے والی مٹی کہلاتی ہے۔
☆ صحرائی مٹی ☆ دریائی مٹی ☆ ڈیلٹائی مٹی ☆ خشک مٹی

(۱۸) تھر اور نارا کے ریگستانوں کی مٹی کا رنگ ہے۔
☆ کالا ☆ زردی مائل ☆ سبز ☆ سرخ

(۱۹) پاکستان میں صرف اتنے فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں۔
☆ 2 فیصد ☆ 2.5 فیصد ☆ 3.5 فیصد ☆ 4.5 فیصد

(۲۰) پاکستان کی آب و ہوا جنگلات کے پھیلاؤ اور نشوونما کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہے۔
☆ گرم ☆ سرد ☆ خشک ☆ مرطوب

(۲۱) دامن کوہ کے جنگلات سطح سمندر سے اتنے میٹر کی بلندی پر پائے جاتے ہیں۔
☆ 200 ☆ 400 ☆ 800 ☆ 1000

(۲۲) دریائی جنگلات عام طور پر یہاں پھلتے پھولتے ہیں۔
☆ پہاڑوں کے ساتھ ☆ وادیوں کے ساتھ ☆ دریاؤں کے ساتھ ☆ صحراؤں کے ساتھ

(۲۳) قدرتی دولت جو زیر زمین دفن ہو کہلاتی ہے۔
☆ ناکارہ عناصر ☆ معدنیات ☆ نمکیات ☆ زرات

(۲۵) یہ جنگلات ان علاقوں میں لگائے گئے جہاں نہری پانی بکثرت ہے۔
☆ پہاڑی جنگلات ☆ دامن کوہ کے جنگلات ☆ نہری جنگلات ☆ ساحلی جنگلات

(۲۱) جنگلات فضاء میں اس کی زائد مقدار کو بڑھنے نہیں دیتے۔
☆ آکسیجن ☆ کاربن ڈائی آکسائیڈ ☆ نائٹروجن ☆ ہائیڈروجن

(۲۷) تیل اور گیس کی تلاش میں پاکستان میں یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔
☆ تیل اور گیس ترقیاتی کارپوریشن (OGDC) ☆ پاکستان اسٹیٹ آئل (PSO)
☆ پاکستان گیس کارپوریشن (PGC) ☆ پاکستان پیٹرولیم کارپوریشن (PPC)

(۲۸) صنعتوں کو رواں رکھنے کیلئے اس کی ضرورت ہوتا ہے۔
☆ ہوا ☆ بھاپ ☆ پانی ☆ قدرتی گیس

(۲۹) پاکستان میں سب سے پہلے 1951ء میں سوئی کے مقام پر اس کی دریافت ہوئی۔
☆ کوئلہ ☆ معدنی تیل ☆ قدرتی گیس ☆ کرومائیٹ

(۳۰) کالا باغ کے علاقے میں اس کے سب سے بڑے ذخائر پائے جاتے ہیں۔
☆ لوہا ☆ کوئلہ ☆ کرومائیٹ ☆ جپسم

(۳۱) دنیا میں کرومائیٹ کے سب سے بڑے ذخائر اس ملک میں ہیں۔
☆ پاکستان ☆ جاپان ☆ روس ☆ چین

(۳۲) بلوچستان میں ضلع چاغی میں اس مقام پر تانبے کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔
☆ ڈھوڈک ☆ مسلم باغ ☆ سینڈک ☆ کالا باغ

(۳۳) پاکستان میں نمک کی سب سے بڑی کان ضلع جہلم میں اس مقام پر ہے۔
☆ واڑچھا ☆ کھیوڑہ ☆ کالا باغ ☆ بہادر خیل

ڈاکٹر محمد اسحاق صدیقی المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۴۴) چونے کا پتھر زیادہ تر اس مقصد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔
☆ شیشہ سازی ☆ سیمنٹ سازی ☆ رنگ سازی ☆ ظروف سازی

(۴۵) دنیا میں معدنی نمک کے سب سے بڑے ذخائر اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔
☆ بھارت ☆ افغانستان ☆ پاکستان ☆ چین

(۴۶) زرعی شعبہ مکمل ضروریات کا تقریباً اتنے فیصد خام مال مہیا کرتا ہے۔
☆ 20 فیصد ☆ 30 فیصد ☆ 35 فیصد ☆ 45 فیصد

(۴۷) پاکستان میں جاگیردارانہ اور اس قسم کا نظام رائج ہے۔
☆ زمیندارانہ ☆ آسرانہ ☆ عامیانہ ☆ پیشہ ورانہ

(۴۸) اکتوبر اور نومبر میں بوئی جانے والی فصل کہلاتی ہے۔
☆ گرما کی فصل ☆ ربیع کی فصل ☆ خریف کی فصل ☆ سرمائی فصل

(۴۹) مئی اور جون کے مہینے میں بوئی جانے والی فصل کہلاتی ہے۔
☆ سرما کی فصل ☆ خریف کی فصل ☆ ربیع کی فصل ☆ گرما کی فصل

(۵۰) یہ فصلیں زرمبادلہ کمانے کا خاص اہم ذریعہ ہیں۔
☆ غذائی فصلیں ☆ نقد آور فصلیں ☆ غیر نقد آور فصلیں ☆ چارے کی فصلیں

(۵۱) اس کو پاکستان کا نقدی ریشہ بھی کہا جاتا ہے۔
☆ کپاس ☆ گنا ☆ اون ☆ ریشم

(۵۲) اس قسم کی کپاس کا ریشہ لمبا ہوتا ہے اس لئے اس کی کاشت زیادہ کی جاتی ہے۔
☆ دیسی ☆ امریکی ☆ لاطینی ☆ فرانسیسی

(۵۳) یہ شکر سازی کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔
☆ گنا ☆ شکر قندی ☆ آلو ☆ چقندر

(۵۴) کپاس کی فنی پیداوار میں یہ سب سے اہم نکتہ ہے۔
☆ سورج مکھی ☆ بنولے ☆ توری ☆ ارنڈ

(۵۵) گندم کی پیداوار کا اتنا حصہ صوبہ پنجاب سے حاصل ہوتا ہے۔
☆ نصف ☆ دو تہائی ☆ تین چوتھائی ☆ پانچ چوتھائی

(۵۶) چاول کی دو اقسام باسمتی چاول اور یہ بہت مشہور ہیں۔
☆ اری چاول ☆ کرنل چاول ☆ خوشبودار چاول ☆ رنگین چاول

(۵۷) مکئی کی سب سے زیادہ کاشت اس صوبہ میں کی جاتی ہے۔
☆ صوبہ سندھ ☆ صوبہ پنجاب ☆ صوبہ بلوچستان ☆ صوبہ خیبر پختونخواہ

(۵۸) پاکستان میں کاشت کی جانے والی دالوں میں یہ سرفہرست ہے۔
☆ مونگ ☆ مسور ☆ چنا ☆ ماش

(۵۹) پاکستان آلو اور یہ دوسرے ممالک کو برآمد کرتا ہے۔
☆ لہسن ☆ ادرک ☆ پیاز ☆ مرچ

(۶۰) پاکستان میں تقریباً اتنے فیصد افراد زراعت کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔
☆ 40 ☆ 50 ☆ 55 ☆ 60

(۶۱) سندھ طاس معاہدہ پاکستان اور اس ملک کے درمیان ستمبر 1960ء میں طے پایا۔
☆ روس ☆ بھارت ☆ افغانستان ☆ ایران

(۶۲) پاکستان میں کوئلہ کی سب سے بڑی کان یہاں واقع ہے۔
☆ کھیوڑہ ☆ کالاباغ ☆ کوئٹہ ☆ مسلم باغ

(۶۳) منگلا ڈیم اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے۔
☆ دریائے کابل ☆ دریائے راوی ☆ دریائے جہلم ☆ دریائے چناب

(۶۴) تربیلا ڈیم اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے۔
☆ دریائے جہلم ☆ دریائے سندھ ☆ دریائے چناب ☆ دریائے راوی

(۶۵) وارسک ڈیم اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے۔
☆ دریائے سندھ ☆ دریائے چناب ☆ دریائے کابل ☆ دریائے راوی

(۶۶) بے جا خواہش پرستی اور جاہ طلبی ہی اس کی جڑ ہے۔
☆ معاشی بدحالی ☆ بدانتظامی ☆ تمام برائیوں ☆ بے ترتیبی

(۶۷) کالاباغ ڈیم کی تعمیر سے پاکستان میں اس کی ضرورت پوری ہوں گی:
☆ بجلی ☆ معدنی تیل ☆ قدرتی گیس ☆ پانی

(۶۸) پن بجلی اس کے پانی کے ذریعے پیدا کی جاتی ہے:
☆ دریاؤں ☆ سمندر ☆ نہروں ☆ ندی نالوں

(۶۹) پاکستان میں اس وقت اتنے فیصد بجلی آبی وسائل کے ذریعے پیدا کی جا رہی ہے:
☆ 30 ☆ 42 ☆ 55 ☆ 60

(۷۰) معاشی ترقی کیلئے اس کا استحکام ضروری ہوتا ہے:
☆ زراعت ☆ طب ☆ صحت ☆ صنعت

(۷۱) شکر کی پیداوار میں پاکستان کو تصور کیا جاتا ہے:
☆ پست ☆ خود کفیل ☆ پسماندہ ☆ ناکامیاب

(۷۲) ان کا منفی رویہ ہمارے ملک کی صنعت کیلئے اہم مسئلہ ہے:
☆ مزدوروں ☆ مل مالکان ☆ سیاست دانوں ☆ مزدور انجمنوں

(۷۳) پاکستان میں آمدورفت کے تین ذرائع سڑکیں، ریلوے اور یہ ہیں:
☆ فضائی راستے ☆ پہاڑ ☆ دریا ☆ نہریں

(۷۴) قالین بانی پاکستان کی اس قسم کی صنعت ہے:
☆ بھاری ☆ دفاعی ☆ گھریلو اور چھوٹی ☆ زراعتی

(۷۵) سیالکوٹ اس کیلئے مشہور ہے:
☆ آلات جراحی ☆ کشیدہ کاری ☆ کھیلوں کے سامان ☆ کٹلری

(۷۶) کپاس اور یہ پاکستان کی اہم برآمدات ہیں:
☆ سبزیاں ☆ ٹماٹر ☆ چاول ☆ گندم

(۷۷) اقتصادی اور سماجی شعبوں میں ترقی کا عمل کہلاتا ہے:
☆ دیہی ترقی ☆ صنعتی ترقی ☆ قومی ترقی ☆ انسانی وسائل کی ترقی

(۷۸) پاکستان میں کارخانوں کو قومی تحویل میں لینے کا عمل اس سن میں شروع کیا گیا:
☆ 1955ء ☆ 1965ء ☆ 1972ء ☆ 1985ء

(۷۹) پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن (پی آئی ڈی سی) اس سن عیسوی میں قائم کی گئی:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1962ء ☆ 1980ء

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۷۰) پاکستان میں قالین اون اور اس سے بنائے جاتے ہیں:
☆ نائلون ☆ مصنوعی ریشے ☆ دھاگے ☆ ریشم

(۷۱) کھلیوں کا سامان تیار کرنے کیلئے نرم لکڑی اور پیدر کار ہوتے ہیں:
☆ کپڑا ☆ چمڑا ☆ دھاگا ☆ ریشم

(۷۲) یہ صنعت پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے:
☆ خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کی صنعت ☆ شکر کی صنعت
☆ کپڑے کی صنعت ☆ قالین بافی کی صنعت

(۷۳) پاکستان میں صنعتی مزدوروں کی تقریباً اتنے فیصد تعداد کپڑے کی صنعت سے وابستہ ہے:
☆ 20 ☆ 30 ☆ 50 ☆ 80

(۷۴) پاکستان میں اس وقت شکر سازی کے تقریباً اتنے کارخانے کام کر رہے ہیں:
☆ 40 ☆ 55 ☆ 65 ☆ 78

(۷۵) پاکستان میں اس وقت سیمنٹ سازی کے تقریباً اتنے کارخانے موجود ہیں:
☆ 10 ☆ 12 ☆ 25 ☆ 62

(۷۶) خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کی صنعت کو اس سن عیسوی میں قومی تحویل میں لیا گیا:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1970ء ☆ 1973ء

(۷۷) پاکستان میں اس وقت خوردنی تیل اور بناسپتی گھی کے تقریباً اتنے کارخانے کام کر رہے ہیں:
☆ 98 ☆ 100 ☆ 120 ☆ 160

(۷۸) پاکستان میں کل کیمیائی کھاد کے کارخانوں کی تعداد ہے:
☆ 4 ☆ 6 ☆ 10 ☆ 25

(۷۹) ہیوی مکینیکل کمپلیکس 1968ء میں اس مقام پر کیا گیا:
☆ فیصل آباد ☆ راولپنڈی ☆ لیکسلا ☆ گوجرانوالہ

(۸۰) پاکستان اسٹیل مل کراچی سے 40 کلومیٹر دور اس مقام پر 1973ء میں لگایا گیا:
☆ ٹھٹھہ ☆ گوادر ☆ پورٹ بن قاسم ☆ گڈانی

(۸۱) جہاز سازی کا ایک کارخانہ شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس لمیٹڈ کے نام سے 1956ء میں یہاں قائم کیا گیا:
☆ حیدرآباد ☆ کراچی ☆ فیصل آباد ☆ کوئٹہ

(۸۲) پاکستان میں سڑکوں کی کل لمبائی اتنے کلومیٹر ہے:
☆ 159758 ☆ 259758 ☆ 27958 ☆ 29578

(۸۳) قومی شاہراہ کو جس کی لمبائی 1735 کلومیٹر ہے اس نام سے بھی جانا جاتا ہے:
☆ شاہراہ قراقرم ☆ شاہراہ ریشم ☆ شاہراہ بلوچستان ☆ شاہراہ پاکستان

(۸۴) کراچی کوئٹہ شاہراہ براستہ خضدار کی لمبائی ہے:
☆ 215 کلومیٹر ☆ 412 کلومیٹر ☆ 715 کلومیٹر ☆ 816 کلومیٹر

(۸۵) کراچی کوئٹہ شاہراہ براستہ جیکب آباد کی لمبائی ہے:
☆ 321 کلومیٹر ☆ 415 کلومیٹر ☆ 762 کلومیٹر ☆ 896 کلومیٹر

(۸۶) انڈس ہائی وے پشاور کو اس شہر کے ساتھ ملاتی ہے:
☆ فیصل آباد ☆ لاہور ☆ کراچی ☆ کوئٹہ

(۸۷) کوئٹہ پشاور شاہراہ کی لمبائی اتنے کلومیٹر ہے:
☆ 243 کلومیٹر ☆ 355 کلومیٹر ☆ 535 کلومیٹر ☆ 630 کلومیٹر

(۸۸) کراچی حیدرآباد سپر ہائی وے کی لمبائی تقریباً اتنے کلومیٹر ہے:
☆ 140 کلومیٹر ☆ 170 کلومیٹر ☆ 210 کلومیٹر ☆ 315 کلومیٹر

(۸۹) لاہور اسلام آباد موٹر ہائی وے کی لمبائی تقریباً اتنے کلومیٹر ہے:
☆ 213 کلومیٹر ☆ 367 کلومیٹر ☆ 415 کلومیٹر ☆ 510 کلومیٹر

(۹۰) ذرائع آمدورفت اور نقل وحمل کی بہتری کیلئے حکومت نے ایک ادارہ اس نام سے قائم کیا ہے:
☆ نیشنل ترقیاتی کارپوریشن ☆ نیشنل مالیاتی کارپوریشن
☆ نیشنل ہائی وے اتھارٹی ☆ انڈس ہائی وے اتھارٹی

(۹۱) پاکستان ریلوے کا پیچیدہ جال اتنے کلومیٹر لمبائی کی پٹڑیوں پر بچھا ہوا ہے:
☆ 4531 کلومیٹر ☆ 5462 کلومیٹر ☆ 7791 کلومیٹر ☆ 8345 کلومیٹر

(۹۲) پشاور سے کراچی براستہ راولپنڈی ریلوے لائن کی کل لمبائی ہے:
☆ 1234 کلومیٹر ☆ 1354 کلومیٹر ☆ 1564 کلومیٹر ☆ 1672 کلومیٹر

(۹۳) کٹلری کے سامان میں پاکستان کے اس شہر کو بہت شہرت حاصل ہے:
☆ فیصل آباد ☆ وزیرآباد ☆ جیکب آباد ☆ اسلام آباد

(۹۴) پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز (پی آئی اے) اس سن عیسوی میں قائم کی گئی:
☆ 1949ء ☆ 1952ء ☆ 1955ء ☆ 1965ء

(۹۵) پاکستان اس وقت کم وبیش چھوٹے بڑے ہوائی اڈوں کی تعداد ہے:
☆ 20 ☆ 24 ☆ 35 ☆ 44

(۹۶) نیشنل شپنگ کارپوریشن اس سن عیسوی میں قائم کی گئی:
☆ 1955ء ☆ 1960ء ☆ 1963ء ☆ 1970ء

(۹۷) پاکستان میں کراچی اور اس مقام پر دو بندرگاہوں کو فروغ دیا گیا ہے:
☆ ٹھٹھہ ☆ گڈانی ☆ بن قاسم ☆ مچھی میانی

(۹۸) پاکستان میں اندرون ملک آمدورفت کیلئے ان کا استعمال بہت کم ہے:
☆ سڑکوں ☆ بسوں ☆ ریل گاڑیوں ☆ آبی گذرگاہوں

(۹۹) ذرائع آمدورفت کو اس نام سے بھی پکارا جاتا ہے:
☆ ذرائع ابلاغ ☆ ذرائع حرکت ☆ ذرائع نقل وحمل ☆ ذرائع مال برداری

(۱۰۰) ترقی یافتہ ممالک کی برتری کا راز ان کے ان ذرائع کی ترقی پر ہے:
☆ ذرائع کان کنی ☆ ذرائع آمدورفت ☆ ذرائع بینکاری ☆ ذرائع درآمدات

(۱۰۱) ای کامرس انگریزی لفظ اس کا مخفف ہے:
☆ ایزی کامرس ☆ ایکسپرٹ کامرس ☆ الیکٹرانک کامرس ☆ ایسٹ کامرس

(۱۰۲) پاکستان کی درآمدات کی مالیت اس کی اس سے زیادہ ہے:
☆ برآمدات ☆ پیداوار ☆ آمدنی ☆ زراعت

(۱۰۳) پاکستان کی سب سے بڑی اور اہم شاہراہ ہے:
☆ شاہراہ ریشم ☆ شاہراہ قراقرم ☆ شاہراہ پاکستان ☆ شاہراہ بلوچستان

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۱۰۴) پاکستان کی پہلی اسلحہ ساز فیکٹری اس مقام پر 1951ء میں قائم کی گئی:
☆ روہڑی ☆ جام شورو ☆ سکھر ☆ واہ

(۱۰۵) یہ پاکستان کی سب سے بڑی گھریلو صنعت ہے:
☆ سوتی پارچہ بافی ☆ اونی پارچہ بافی ☆ چرم سازی ☆ اسلحہ سازی

(۱۰۶) شاہراہ قراقرم کو یہ نام بھی دیا جاتا ہے:
☆ شاہراہ پاکستان ☆ شاہراہ بلوچستان ☆ شاہراہ ریشم ☆ شاہراہ چین

(۱۰۷) شاہراہ قراقرم پاکستان کو اس ملک کے ساتھ ملاتی ہے:
☆ چین ☆ افغانستان ☆ بھارت ☆ روس

(۱۰۸) کھیلوں کے سامان کی پیداوار کیلئے لاہور اور یہ شہر نمایاں مقام رکھتے ہیں:
☆ فیصل آباد ☆ گوجرانوالہ ☆ سیالکوٹ ☆ وزیر آباد

(۱۰۹) ریشمی کپڑے کی صنعت کا سب سے بڑا مرکز یہ شہر ہے:
☆ حیدرآباد ☆ کراچی ☆ سکھر ☆ خیرپور

(۱۱۰) پاکستان اور بھارت کے درمیان سندھ طاس معاہدہ اس سن عیسوی میں طے پایا:
☆ 1948ء ☆ 1950ء ☆ 1956ء ☆ 1960ء

(۱۱۱) چشمہ بیراج اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے:
☆ دریائے سندھ ☆ دریائے راوی ☆ دریائے کابل ☆ دریائے چناب

(۱۱۲) پاکستان اور بھارت کے درمیان اس کی کوششوں کی بدولت سندھ طاس معاہدہ طے پایا:
☆ امریکہ ☆ عالمی بینک ☆ سلامتی کونسل ☆ یونیسکو

(۱۱۳) رسول بیراج اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے:
☆ دریائے جہلم ☆ دریائے راوی ☆ دریائے ستلج ☆ دریائے سندھ

(۱۱۴) اسے پلاسٹر آف پیرس کی تیاری میں استعمال کیا جاتا ہے:
☆ کرومائیٹ ☆ سلفر ☆ جپسم ☆ سوڈیم

(۱۱۵) قادرآباد بیراج اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے:
☆ دریائے چناب ☆ دریائے راوی ☆ دریائے سندھ ☆ دریائے جہلم

(۱۱۶) تقسیم کے وقت صوبہ پنجاب کا یہ حصہ مسلم اکثریت کی وجہ سے پاکستان میں شامل ہوا:
☆ مغربی ☆ مشرقی ☆ جنوبی ☆ شمالی

(۱۱۷) سدھنائی بیراج اس دریا پر تعمیر کیا گیا ہے:
☆ دریائے سندھ ☆ دریائے کابل ☆ دریائے جہلم ☆ دریائے راوی

(۱۱۸) ان نہروں سے سارا سال پانی حاصل ہوتا رہتا ہے:
☆ سیلابی نہریں ☆ دوامی نہریں ☆ غیر دوامی نہریں ☆ رابطہ نہریں

(۱۱۹) دنیا میں کرومائیٹ کے سب سے زیادہ ذخائر اس ملک میں پائے جاتے ہیں:
☆ افغانستان ☆ ایران ☆ تاجکستان ☆ پاکستان

(۱۲۰) پیداوار اور زیر کاشت رقبہ کے لحاظ سے یہ پاکستان کی سب سے اہم غذائی فصل ہے:
☆ چاول ☆ گندم ☆ کپاس ☆ مکئی

(۱۲۱) سندھ طاس معاہدہ پر پاکستان کی جانب سے فیلڈ مارشل ایوب خان نے دستخط کیے جبکہ بھارت کی جانب سے انہوں نے دستخط کیے:
☆ لال بہادر شاستری ☆ جواہر لعل نہرو ☆ اندرا گاندھی ☆ راجیو گاندھی

(۱۲۲) کرومائیٹ ایک ایسی دھات ہے جو اس کی تیاری میں استعمال کی جاتی ہے:
☆ جپسم ☆ فاسفورس ☆ فولاد ☆ سلفر

(۱۲۳) پاکستان میں معدنی تیل کی پیداوار سے اتنے فیصد ملکی ضروریات پوری ہوتی ہیں:
☆ 15فیصد ☆ 20فیصد ☆ 25فیصد ☆ 45فیصد

(۱۲۴) قدرتی گیس سے ملکی توانائی کی اتنے فیصد ضروریات پوری ہوتی ہیں:
☆ 20فیصد ☆ 25فیصد ☆ 35فیصد ☆ 45فیصد

(۱۲۵) صوبہ پنجاب کے کل اتنے فیصد رقبے پر جنگلات پائے جاتے ہیں:
☆ 2.7فیصد ☆ 3.7فیصد ☆ 4.7فیصد ☆ 5.7فیصد

(۱۲۶) قدرتی گیس 1952ء میں بلوچستان کے اس مقام پر دریافت ہوئی:
☆ اچ ☆ سوئی ☆ خیرپور ☆ کندکوٹ

(۱۲۷) گنا اس کی پیداوار کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے:
☆ خشک راب ☆ شکر ☆ ادویات ☆ ملٹا سوڈا

(۱۲۸) سمندری طوفان، گرد باد، برف باری اور زلزلے زمین میں یہ تبدیلی پیدا کرتے ہیں:
☆ نشوونما ☆ کٹاؤ ☆ پھیلاؤ ☆ سم قشور

(۱۲۹) صوبہ سندھ کے اتنے فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں:
☆ 2.14فیصد ☆ 3.14فیصد ☆ 4.24فیصد ☆ 5.6فیصد

(۱۳۰) صوبہ خیبر پختونخواہ کے اتنے فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں:
☆ 14.6فیصد ☆ 15.1فیصد ☆ 15.6فیصد ☆ 15.9فیصد

(۱۳۱) عام طور پر زمینی مٹی کی اتنی تہیں پائی جاتی ہیں:
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

(۱۳۲) صوبہ بلوچستان کے اتنے فیصد رقبہ پر جنگلات پائے جاتے ہیں:
☆ 2.1فیصد ☆ 2.7فیصد ☆ 3.4فیصد ☆ 4.5فیصد

(۱۳۳) پاکستان میں دریافت ہونے والا لوہا ملکی ضروریات کا اتنے فیصد پورا کرتا ہے:
☆ 10فیصد ☆ 16فیصد ☆ 20فیصد ☆ 25فیصد

(۱۳۴) بلوچستان میں آب پاشی کا سب سے بڑا وسیلہ ہے:
☆ کنوئیں ☆ تالاب ☆ کاریز ☆ نہریں

(۱۳۵) پاکستان میں فصلیں سال میں اتنی مرتبہ بوئی جاتی ہیں:
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

(۱۳۶) دنیا کے زیادہ آبادی والے ممالک میں پاکستان کا نمبر یہ ہے:
☆ دوسرا ☆ چوتھا ☆ پانچواں ☆ چھٹا

(۱۳۷) پاکستان کے اس صوبہ میں بڑے رقبہ پر چنے کی کاشت ہوتی ہے:
☆ صوبہ سندھ ☆ صوبہ پنجاب ☆ صوبہ خیبر پختونخواہ ☆ صوبہ بلوچستان

(۱۳۸) ایٹمی اور نیوکلیائی توانائی کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے:
☆ تھوریئم ☆ ریڈیئم ☆ سوڈیئم ☆ یورینیم

(۱۳۹) کراچی سے 40 کلومیٹر کے فاصلہ پر بن قاسم کے مقام پر پاکستان اسٹیل ملز اس ملک کے تعاون سے قائم کیا گیا:
☆ امریکہ ☆ فرانس ☆ برطانیہ ☆ روس

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۱۴۰) پاکستان میں سب سے زیادہ بارش اس مقام پر ہوتی ہے:
☆ مری ☆ کوئٹہ ☆ اسلام آباد ☆ کراچی

(۱۴۱) 1968ء میں ٹیکسلا کے مقام پر ہیوی مکینیکل کمپلیکس اس ملک کے تعاون سے قائم کیا گیا:
☆ ہالینڈ ☆ افغانستان ☆ جرمن ☆ فرانس

(۱۴۲) پاکستان اسٹیل ملز کراچی سے اتنے کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے:
☆ 30 کلومیٹر ☆ 40 کلومیٹر ☆ 50 کلومیٹر ☆ 60 کلومیٹر

(۱۴۳) پاکستان کی سب سے لمبی ریلوے لائن کراچی سے شروع ہوتی ہے اور اس شہر پر ختم ہوتی ہے:
☆ لاہور ☆ راولپنڈی ☆ پشاور ☆ کوئٹہ

(۱۴۴) حکومت پاکستان نے صنعتی ترقیاتی کارپوریشن اس سن عیسوی میں قائم کی:
☆ 1958ء ☆ 1962ء ☆ 1964ء ☆ 1975ء

(۱۴۵) سیمنٹ کی تیاری میں جونے کا پتھر اور یہ استعمال کیے جاتے ہیں:
☆ سوڈیم ☆ مگنیشیم ☆ جپسم ☆ کرومیئم

(۱۴۶) صوبہ پنجاب میں شکر سازی کے کارخانوں کی تعداد ہے:
☆ 40 ☆ 48 ☆ 50 ☆ 78

(۱۴۷) آزادی کے وقت پاکستان میں سیمنٹ سازی کے کارخانوں کی تعداد تھی:
☆ ایک ☆ دو ☆ تین ☆ کوئی نہیں

(۱۴۸) پاکستان میں سیمنٹ کی کل پیداواری صلاحیت ہے:
☆ 5.1 ملین ٹن ☆ 5.3 ملین ٹن ☆ 5.6 ملین ٹن ☆ 15.7 ملین ٹن

(۱۴۹) دقامی صنعت کا شمار اس صنعت میں کیا جاتا ہے:
☆ گھریلو ☆ بھاری ☆ چھوٹی ☆ غیر ملکی

(۱۵۰) صوبہ سندھ میں سیمنٹ سازی کے کارخانوں کی تعداد ہے:
☆ 20 ☆ 25 ☆ 27 ☆ 30

(۱۵۱) صوبہ سندھ میں شکر سازی کے کارخانوں کی تعداد ہے:
☆ 30 ☆ 32 ☆ 36 ☆ 45

(۱۵۲) مصنوعی ریشم کو اس نام سے جانا جاتا ہے:
☆ نائلون ☆ ریون ☆ ٹیڑون ☆ پلاسٹک

(۱۵۳) قومی شپنگ کمپنی اور قومی شپنگ کارپوریشن اس سن عیسوی میں قائم کی گئی:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1963ء ☆ 1970ء

(۱۵۴) کراچی شپ یارڈ اینڈ انجینئرنگ ورکس اس سن عیسوی میں قائم کیا گیا:
☆ 1950ء ☆ 1956ء ☆ 1958ء ☆ 1964ء

(۱۵۵) یہ ملک پوری دنیا میں الیکٹرانک کی اشیاء اور موٹر گاڑیوں کی وجہ سے مشہور ہے:
☆ تائیوان ☆ کوریا ☆ جاپان ☆ پاکستان

(۱۵۶) برآمی تجارت اس کی ایک شاخ ہے:
☆ جغرافیہ ☆ معاشیات ☆ انفارمیشن ٹیکنالوجی ☆ بزنس کمیونیکیشن

(۱۵۷) پاکستان ریلوے کے پاس انجنوں کی تعداد ہے:
☆ 400 ☆ 420 ☆ 580 ☆ 630

(۱۵۸) پاکستان میں کپڑے کی تیاری کے تقریباً اتنے کارخانے کام کر رہے ہیں۔
☆ 400 ☆ 500 ☆ 600 ☆ 700

(۱۵۹) پاکستان کا پہلا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع ہوا:
☆ 1956ء ☆ 1960ء ☆ 1970ء ☆ 1978ء

(۱۶۰) سن 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں شرح خواندگی ہے:
☆ 30 فیصد ☆ 45 فیصد ☆ 60 فیصد ☆ 70 فیصد

(۱۶۱) شاہراہ قراقرم اس ملک کی مدد سے تعمیر ہوئی:
☆ امریکہ ☆ چین ☆ ایران ☆ ترکی

(۱۶۲) سوئی گیس سب سے پہلے اس صوبہ میں دریافت ہوئی:
☆ خیبر پختونخواہ ☆ سندھ ☆ بلوچستان ☆ پنجاب

(۱۶۳) پاکستان ہے:
☆ ترقی یافتہ ملک ☆ ترقی پذیر ملک ☆ غیر ترقی یافتہ ☆ ان میں سے کوئی نہیں

(۱۶۴) پاکستان میں پہلی مرتبہ جامع منصوبہ بندی کا آغاز اس سن عیسوی میں کیا گیا:
☆ 1949ء ☆ 1950ء ☆ 1955ء ☆ 1960ء

(۱۶۵) پاکستان میں دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع کیا گیا:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1965ء ☆ 1970ء

(۱۶۶) پاکستان میں افزائش آبادی کی شرح وسائل کی نسبت ہے:
☆ کم ☆ بڑھے ☆ برابر ☆ ان میں سے کوئی نہیں

(۱۶۷) پاکستان میں پہلے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کا دورانیہ تھا:
☆ 1947ء تا 1952ء ☆ 1955ء تا 1960ء
☆ 1960ء تا 1965ء ☆ 1965ء تا 1970ء

(۱۶۸) پاکستان میں بیس سالہ ترقیاتی منصوبہ کی میعاد تھی:
☆ 1947ء تا 1967ء ☆ 1950ء تا 1970ء
☆ 1965ء تا 1985ء ☆ 1975ء تا 1995ء

(۱۶۹) پاکستان میں تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع کیا گیا:
☆ 1958ء ☆ 1960ء ☆ 1965ء ☆ 1970ء

(۱۷۰) پاکستان میں چوتھا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع کیا گیا:
☆ 1960ء ☆ 1965ء ☆ 1970ء ☆ 1975ء

(۱۷۱) پانچواں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع کیا گیا:
☆ 1975ء ☆ 1978ء ☆ 1980ء ☆ 1985ء

(۱۷۲) پاکستان میں چھٹا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع ہوا:
☆ 1975ء ☆ 1977ء ☆ 1980ء ☆ 1983ء

(۱۷۳) پاکستان میں ساتواں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ اس سن عیسوی میں شروع ہوا:
☆ 1980ء ☆ 1985ء ☆ 1988ء ☆ 1993ء

(۱۷۴) پاکستان کا زرعی شعبہ دیہات میں رہنے والے تقریباً اتنے فیصد لوگوں کو روزگار فراہم کرتا ہے:
☆ 30 فیصد ☆ 40 فیصد ☆ 60 فیصد ☆ 70 فیصد

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

(۱۷۵) پاکستان کی تقریباً اتنے فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے:
☆ 50فیصد ☆ 63فیصد ☆ 70فیصد ☆ 80فیصد

(۱۷۶) پاکستان میں دیہات کے لوگوں کی فی کس آمدنی شہر کی فی کس آمدنی سے اتنے فیصد کم ہے:
☆ 15فیصد ☆ 20فیصد ☆ 34فیصد ☆ 60فیصد

(۱۷۷) پاکستان میں دیہی زرعی اور صنعتی ترقی کا پروگرام اس سن عیسوی میں شروع کیا گیا:
☆ 1947ء ☆ 1953ء ☆ 1965ء ☆ 1977ء

(۱۷۸) پاکستان میں نہری پانی کا تقریباً اتنے فیصد حصہ مختلف مقامات پر ضائع ہو جاتا ہے:
☆ 30فیصد ☆ 40فیصد ☆ 55فیصد ☆ 60فیصد

(۱۷۹) پاکستان میں تقریباً اتنے فیصد قوت کی ضروریات توانائی کے وسائل سے پوری کی جاتی ہے:
☆ 30فیصد ☆ 40فیصد ☆ 56فیصد ☆ 65فیصد

(۱۸۰) پاکستان میں شرح اموات اتنے افراد فی ہزار ہے:
☆ 8افراد ☆ 9افراد ☆ 11افراد ☆ 20افراد

(۱۸۱) پاکستان میں بچوں کی شرح اموات اتنے بچے فی ہزار ہے:
☆ 40 ☆ 50 ☆ 60 ☆ 80

(۱۸۲) پاکستان میں صنعتی اشیاء کی برآمدات کل برآمدات کا اتنے فیصد ہیں:
☆ 2.4فیصد ☆ 3.4فیصد ☆ 6.5فیصد ☆ 7.8فیصد

(۱۸۳) پاکستان میں شکر تیار کرنے کے تقریباً اتنے کارخانے موجود ہیں:
☆ 40 ☆ 60 ☆ 80 ☆ 200

(۱۸۴) پاکستان میں بناسپتی گھی تیار کرنے والے تقریباً اتنے کارخانے کام کر رہے ہیں:
☆ 80 ☆ 100 ☆ 110 ☆ 150

(۱۸۵) پاکستان میں شکر سازی کے کارخانوں کی کل پیداواری صلاحیت ہے:
☆ دو ملین ٹن ☆ چار ملین ٹن ☆ پانچ ملین ٹن ☆ آٹھ ملین ٹن

(۱۸۶) پاکستان میں نائٹروجن کھاد تیار کرنے والے کارخانوں کی کل سالانہ پیداواری صلاحیت ہے:
☆ چار ملین ٹن ☆ پانچ ملین ٹن ☆ چھ ملین ٹن ☆ نو ملین ٹن

(۱۸۷) پاکستان میں مردوں کی شرح خواندگی 1998ء کی مردم شماری کے مطابق ہے:
☆ 23.4فیصد ☆ 35.4فیصد ☆ 45.4فیصد ☆ 55.6فیصد

(۱۸۸) 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں خواتین کی شرح خواندگی ہے:
☆ 24.6فیصد ☆ 25.8فیصد ☆ 32.6فیصد ☆ 43.4فیصد

(۱۸۹) پاکستان کی آبادی سالانہ اس شرح سے بڑھ رہی ہے:
☆ 1.8فیصد ☆ 2.4فیصد ☆ 2.6فیصد ☆ 3.4فیصد

(۱۹۰) ساتویں پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے میں تعلیم کیلئے اتنے بلین روپے مختص کئے گئے:
☆ 10.4 ☆ 11.4 ☆ 19.9 ☆ 23.11

(۱۹۱) 1981ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں خواندگی کی شرح تھی:
☆ 20.2فیصد ☆ 21.7فیصد ☆ 26.2فیصد ☆ 45فیصد

(۱۹۲) صوبہ بلوچستان میں سوئی کے مقام پر قدرتی گیس کے وسیع ذخائر اس سن عیسوی میں دریافت ہوئے:
☆ 1948ء ☆ 1951ء ☆ 1952ء ☆ 1958ء

(۱۹۳) پاکستان اسٹیل ملز روس کے تعاون سے پاکستان کے اس شہر میں لگایا گیا:
☆ حیدرآباد ☆ ٹھٹھہ ☆ کراچی ☆ کوئٹہ

(۱۹۴) پاکستان میں "یوم باب الاسلام" اس تاریخ کو منایا جاتا ہے:
☆ 12شعبان ☆ 15صفر ☆ یکم شوال ☆ 10رمضان المبارک

(۱۹۵) پاکستان میں ہر سال 28 مئی کو یہ دن منایا جاتا ہے:
☆ یوم پاکستان ☆ یوم دفاع ☆ یوم باب الاسلام ☆ یوم تکبیر

(۱۹۶) پاکستان میں پہلا ایٹمی گھر اس شہر میں قائم ہوا جس نے 1971ء میں کام شروع کیا:
☆ کراچی ☆ کوئٹہ ☆ لاہور ☆ راولپنڈی

(۱۹۷) پاکستان میں شہری آبادی کا تناسب تقریباً اتنے فیصد ہے:
☆ 25.4فیصد ☆ 33.5فیصد ☆ 75.4فیصد ☆ 81.5فیصد

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

باب نمبر10

حقوق کی پامالی اور شکایات کا ازالہ
VIOLATION OF RIGHTS AND REDRESSAL OF GRIEVEANCES

اہم تفصیلی سوالات اور جوابات
(IMPORTANT DETAILED TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر1: عدلیہ پاکستان میں شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیسے کرتی ہے؟

جواب: شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں عدلیہ کا کردار

انصاف کی فراہمی، عدلیہ کا بنیادی فریضہ ہے۔ عدلیہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسلامی جمہوری پاکستان کا آئین ایسے جمہوری ریاست کا قیام کی پیش بندی کرتا ہے۔ جہاں سماجی انصاف کے خیالات اور قانون کی بالادستی کی حکمرانی ہو۔ عدلیہ آئینی طور پر شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ وہ عوام کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کی محافظ کے طور پر اہم کردار ادا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں وہ آئین کی نگران اور محافظ بھی ہے۔

عدلیہ کی تشکیل (Formation of Judiciary)

دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں عدالتوں کو ان کے مراتب اور دائرہ کار کے لحاظ سے ادنیٰ اور اعلیٰ عدالتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سب سے نچلی عدالتیں وہ ہوتی ہیں۔ جہاں مقدمہ پہلی مرتبہ پیش ہوتا ہے۔ ان عدالتوں کا دائرہ کار بھی محدود ہوتا ہے۔ یہ عدالتیں سنگین مقدمات سے متعلق فیصلے نہیں کرتیں اور ایسے مقدمات کر اپنے سے اوپر والی عدالتوں کو منتقل کر دیتی ہیں ادنیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت عدالتیں کرتی ہیں۔ جن کا دائرہ اختیار وسیع ہوتا ہے ان عدالتوں کے نام مختلف ممالک میں مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ میں اعلیٰ عدالت، دارالامراء کی عدالت، درمیانی عدالت کراؤن کی عدالت اور ادنیٰ عدالتیں مجسٹریٹ کی عدالتیں کہلاتی ہیں۔ پاکستان میں اعلیٰ عدالتیں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کہلاتی ہیں۔ درمیانی عدالتیں ڈسٹرکٹ اور سیشن کورٹ کہلاتی ہیں جبکہ ادنیٰ عدالتیں سب جج اور مجسٹریٹ کی عدالتیں کہلاتی ہیں۔

عدلیہ کے فرائض اور وظائف (Duties and Function of Judiciary)

عدلیہ کو حکومتی نظام کا سب سے طاقت ور ترین ستون کہا جاتا ہے۔ اسکی وضاحت عدلیہ کے فرائض اور وظائف کو مدنظر رکھ کر کی جا سکتی ہے۔

۱۔ مقدماتی فیصلے (Decision of Causes)

عدلیہ کا سب سے اہم ترین کام مقدمات کے فیصلے کرنا ہوتا ہے۔ مقدمات کے فیصلوں میں ملک کے قوانین کو مدنظر رکھا جاتا ہے، اور مجرموں کو اُن کے جرم کیلئے سزا تجویز کی جاتی ہے تاکہ معاشرے میں برائیوں کا خاتمہ ہو اور امن وامان قائم ہو سکے۔

۲۔ دستور کی وضاحت (Explanation of Laws)

عدلیہ کا دوسرا اہم فریضہ یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ قانون کی وضاحت کرتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات بہت پیچیدہ اور مبہم ہوتا ہے۔ اس لیئے اسکی تشریح کی جاتی ہے تاکہ مقدمات سے متعلق عدالتی فیصلوں کو واضح کیا جا سکے۔

۳۔ دستور کی حفاظت (Safety of Constitution)

عدلیہ کا تیسرا اہم فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دستور یا آئین کی محافظ ہوتی ہے۔ عدلیہ آئین کی وضاحت اور تشریح میں مدد بھی دیتی ہے۔ اور ایسے قوانین کو جو ریاست کے دستور سے متصادم ہوں۔ انھیں منسوخ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

۴۔ حقوق کی حفاظت (Safety of Rights)

عدلیہ کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ بلکہ شہری کے حقوق کے لیئے بھی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق میں رکاوٹ دور کرنے کے اختیار رکھتی ہے۔ عدلیہ کو یہ اختیار بھی ہوتا ہے کہ وہ مقننہ کو بنیادی حقوق کے منافی قوانین بنانے سے روک سکتی ہے۔ مختصراً یہ کہ عدلیہ کی تشکیل اور اسکی خصوصیات اور وظائف کو سامنے رکھتے ہوئے عدلیہ کا کردار بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ پتہ چلتا ہے کہ عدلیہ کو کسی ریاست کی بالادستی کا پورا حق اور اختیار حاصل ہوتا ہے اور عدلیہ قانون اور حقوق کی محافظ ہوتی ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جدید جمہوری ریاستوں میں عدلیہ حکومتی نظام کا سب سے طاقتور ترین ستون ہے۔

سوال نمبر۲:۔ وزات انسانی حقوق کا مقصد بیان کریں۔ کس حد تک وزارت انسانی حقوق شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں شہریوں کی مدد کرتی ہے؟

جواب: وزات انسانی حقوق حکومت پاکستان

وزارت انسانی حقوق کو اختیار ہے کہ وہ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال سمیت قوانین، پالیسوں اور اقدامات پر عمل درآمد کا جائزہ لے۔ یہ وزارت انسانی حقوق کے سلسلے میں وزارتوں، ڈویژنوں اور صوبائی حکومتوں کی سرگرمیوں کو باہم مربوط کرتی ہے۔ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے کسی واقعے کے بارے میں تفتیش اور تحقیق کی سفارشات مرتب کر کے، متعلقہ اداروں کو ارسال کرتی ہے۔ یہ بین الاقوامی انسانی حقوق کی ہدایات کے مطابق قانون، تواعد وضوابط معاہدوں کی ہم آہنگی کے لیئے عملی اقدامات اٹھاتی ہے۔ جس میں پاکستان فریق ہے اور ان پر عملدرآمد کی نگرانی کرتا ہے۔

پاکستان میں محتسب (Ombudsman)

محتسب کا ادارہ محتسب کی بنیادی ذمہ داری یکساں ہے یعنی افراد کو سرکاری عہدیداران کی غیر قانونی، نامناسب اور ناقابل فہم سلوک سے بچایا جائے۔ اس عمل کے ذریعے محتسب انسانی حقوق، قانون کی حکمرانی اور بہتر حکومتی انتظام کو فروغ دیتا ہے اور تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ عمل حکومت کو مزید انصاف پسند، ثابت قدم، بااصول اور شفیق بناتا ہے۔ محتسب، بدانتظامی کی تحقیق کرتا ہے۔ محتسب شہریوں کو خودمختار، غیر جانبدار اور تضاد کو حل کرنے والے سستے طریق کار تک رسائی کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ طرز عمل ان کی شکایات کو حل کر سکتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے۔

پاکستان میں محتسب کے سات ادارے ہیں۔ یعنی تین صوبائی اور چار وفاقی ہیں۔ وفاقی اداروں میں وفاقی محتسب، محتسب برائے وفاقی محصول، محتسب برائے بینکنگ اور محتسب برائے انشورنس یہ تینوں محتسبین ایک ہی ذمے داری والے (Single Mandate) اداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ صوبائی محتسب تین صوبوں، بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں موجود ہیں۔ خیبر پختونخوا (KPR) واحد صوبہ ہے جہاں تاحال کوئی بھی محتسب نہیں ہے۔ تاہم مستقبل قریب میں تبدیلی آسکتی ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

سوال نمبر۳:۔ انسانی حقوق کے شعبے اور پاکستان میں محتسب کے دفتر میں شکایات درج کرانے کے طریقے کار کے بارے میں تفصیلی جائزہ لیجیے؟

جواب: انسانی حقوق کے شعبے (Human Rights Cell)

پاکستان میں محتسب کے سات ادارے ہیں۔ یعنی تین صوبائی اور چار وفاقی ہیں۔

(۱) وفاقی اداروں میں وفاقی محتسب (Qmbudsman Fedral)

(۲) محتسب برائے وفاقی محصول (۳) محتسب برائے بینکنگ

(۴) اور محتسب برائے انشورنس، بقیہ تینوں محتسب ایک ہی ذمہ داری والے (Single Mandate) اداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ صوبائی محتسب تین صوبوں، بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں موجود ہیں۔ خیبر پختونخوا (سابق شمالی، مغربی سرحدی صوبہ) واحد صوبہ ہے جہاں تا حال کوئی بھی محتسب نہیں ہے تاہم مستقبل قریب میں تبدیلی آسکتی ہے۔

شکایات درج کروانے کا طریقہ (Methods to File the Complaints)

جواب: سپریم کورٹ میں انسانی حقوق کا شعبہ (Human Rights Cell) قائم کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کا شعبہ (HRC) تشکیل دینے کا مقصد قانون کی حکمرانی اور انصاف پر مبنی معاشرے کا قیام تھا۔ یہ شعبہ (HRC) بہ ذریعہ رجسٹرار، سپریم کورٹ کے معزز چیف جسٹس کی براہ راست نگرانی میں کام کرتا ہے۔ کوئی بھی متاثرہ شخص اس انسانی حقوق کے شعبے (HRC) کے ذریعہ سپریم کورٹ کے معزز چیف جسٹس سے انصاف کے لئے درخواست داخل کرسکتا ہے۔ اس شعبے کی ویب سائیٹ پر شہریوں کے لیئے ایک نمونہ فارم موجود ہے۔ جس کو پُر کرکے ای میل کے ذریعے شکایتی درخواست ارسال کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ذریں، سادہ کاغذ پر بھی شکایت لکھ کر سپریم کورٹ کے اس شعبے (HRC) کو ارسال کی جاسکتی ہے۔

محتسب کے دفاتر:

پاکستان میں ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل ۲۷۶ کے تحت وفاقی محتسب کے تقرر کی منظوری دی گئی ہے اور صدارتی حکم کے مطابق حکم نمبر ۱۹۸۳ء ۱ میں وفاقی محتسب اعلیٰ کی تقرری عمل میں آئی۔ جو کہ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کی شق نمبر ۲۷۰ اے کے مطابق درج ہے۔ اس ادارے نے ۸ اگست ۱۹۸۳ء میں کام شروع کیا۔ وفاقی محتسب کا سربراہ سلیمان فاروقی (104) نے کام کا آغاز کیا۔ اس کا مرکزی دفتر اسلام آباد میں ہے۔ اس کے علاوہ صوبائی محتسب کے دفاتر لاہور، سکھر، کوئٹہ، فیصل آباد، ملتان، ڈیرہ اسماعیل خان، پشاور اور کراچی میں بھی قائم کئے گئے ہیں۔

دیگر محتسب ادارے صوبائی محتسب اعلیٰ کے ادارے پنجاب، بلوچستان، سندھ میں کام کررہے ہیں۔ بینکنگ محتسب پاکستان، وفاقی محتسب انشورنس اور وفاقی محتسب ٹیکس قائم کئے گئے ہیں۔ آزاد جموں کشمیر میں محتسب ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خاتون محتسب بھی موجود ہیں۔ جنھیں پاکستان کے ہر ایک صوبے میں ۲۰۱۱ء سے مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ ملازمت اور کام کاج کے مقامات پر خواتین کو ہراسان کرنے اور خوفزدہ کرنے کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے۔ متاثرہ خواتین ملزم کے خلاف http://www.fospah.gov.pk پر آن لائن شکایت درج کرسکتی ہیں۔

سوال نمبر۴:۔ خالی جگہیں پُر کیجیے؟

(۱) عدلیہ آئین کے تحفظ کے طور پر اور عوام کے بنیادی حقوق کے نگران طور پر کردار ادا کرتی ہے۔

(۲) کوئی متاثرہ شخص انسانی حقوق کے شعبے HRC کے ذریعے سپریم کورٹ کے معزز چیف جسٹس کو انصاف کی فراہمی کے لئے درخواست دے سکتا ہے۔

(۳) محتسب بدانتظامی کی تفتیش کرتا ہے جس میں کوئی فیصلہ کوئی سفارش، کسی خطا یا جرم کا عمل شامل ہوتے ہیں۔ جو غیر منصفانہ یا جانبدار، جابرانہ اور متعصب بھی ہوسکتے ہیں۔

سوال نمبر۵:۔ ۴۔۶ طلبہ گروہ میں کام کریں۔ اور گھریلو تشدد سمیت خواتین سے ہونے والے نامناسب سلوک کے معاملات کو حل کرنے میں خواتین محتسب کے کردار کے بارے میں تحقیقات کیجیے؟

جواب: خاتون محتسب (Female Ombudsperson)

خاتون محتسب Female Qmbudsperson خاتون بھی ہیں۔ جنھیں پاکستان کے ہر ایک صوبے میں ۲۰۱۱ء سے مقرر کیا گیا ہے تاکہ ملازمت اور کام کاج کے مقامات پر خواتین کو ہراسان کرنے اور خوفزدہ کرنے کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے۔ متاثرہ خواتین ملزم کے خلاف http://www.fospah.gov.pk پر آن لائن شکایت درج کرسکتی ہیں۔

محتسب کے اختیارات دفرائض (Duties and Powers of Ombudsperson)

محتسب کو اختیار ہے کہ وہ حکومت کے کسی محکمے، کمیشن، آفس یا نیم خودمختار کارپوریشن یا حکومت کی جانب سے قائم شدہ کسی ادارے یا حکومتی ضابطے میں کام کرنے والے ادارے کے خلاف شکایات پر توجہ دے۔ ان اداروں میں ہائی کورٹ اور وہ عدالتیں شامل نہیں ہیں جو ہائی کورٹ یا صوبائی اسمبلی اور اسکے سکریٹریٹ کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔

محتسب کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی متاثرہ شخص کی شکایت پر حکومت یا صوبائی اسمبلی کی جانب سے حوالے پر یا سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کی ازخود تحریک (Suomoto) پر یا ذاتی تحریک پر ذمہ داری کے طور پر، حکومت کی کسی ایجنسی یا اسکے عہدیداران یا ملازمین پر بدانتظامی کے کسی بھی الزام کی تحقیق کرسکتا ہے۔

محتسب کے وہی یکساں اختیارات ہیں جو کسی دیوانی عدالت کو سول پروسیجر کوڈ (Civil procedure code) کے تحت کسی شخص کو پیشی پر طلب کرنے اور اسکی حاضری کو یقینی بنانے کے لئے فراہم شدہ ہوتے ہیں۔ محتسب دستاویزات کو پیش کرنے پر مجبور کرنے، دستاویزات پر گواہی لینے اور گواہوں سے تفتیش کے لئے ہدایت جاری کرسکتا ہے۔ محتسب کو کسی چار دیواری میں داخل ہونے اور تلاشی لینے اور کسی شے، مالیاتی دستاویزات کا جائزہ لینے کے اختیارات تفویض کیے ہوئے ہوتے ہیں۔ محتسب کو چند تبدیلیوں کے ساتھ ہائی کورٹ کی طرح وہ یکساں اختیار بھی حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا اس کی طرف سے دیئے گئے کسی فیصلے یا حکم کی توہین پر کسی شخص کو سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔

سوال نمبر۶:۔ پاکستان میں وزارت انسانی حقوق کے فرائض کے بارے میں انٹرنیٹ پر تلاش اور تحقیق کیجیے؟

جواب: وزارت انسانی حقوق

وزارت انسانی حقوق کو اختیار حاصل ہے کہ وہ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال سمیت قوانین، پالیسوں اور اقدامات پر عمل درآمد کا جائزہ لے، یہ وزارت انسانی حقوق کے سلسلے میں وزارتوں۔ ڈویژنوں اور صوبائی حکومتوں کی سرگرمیوں باہم مربوط کرتی ہے۔ یہ انسانی حقوق کے خلاف ورزی کے کسی واقعے کے بارے میں تفتیش اور تحقیق کی سفارشات مرتب کرکے، متعلقہ اداروں کو ارسال کرتی ہے۔ یہ بین الاقوامی انسانی حقوق کی ہدایات کے مطابق، قوائد وضوابط معاہدوں میں ہم آہنگی کے لئے عملی اقدامات اٹھاتی ہے جس میں پاکستان فریق ہے اور اُن پر عملدرآمد کی نگرانی کرتی ہے۔

محکمہ برائے انسانی حقوق حکومت سندھ کا شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں کردار

محکمہ برائے انسانی حقوق، حکومت سندھ کو ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ صوبے میں رہائش پذیر تمام شہریوں کو حقوق کی یقین دھانی کرے۔ محکمہ کی جانب سے حقوق کی خلاف ورزی کے معاملات کو حل کرنے کے لئے تمام امکانی کوششوں کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ اسی ضمن میں محکمہ کی جانب سے ایک آن لائن پورٹل شروع کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو جلد انصاف حاصل کرنے کی رسائی کی سہولت مل سکے۔ مزید برآں، فوری رابطے ـــ لئے فری نمبر بھی فراہم کیا گیا ہے۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

اختیارات اور دائرہ کار:

محتسب سندھ اور یونیسف کے اشتراک سے صوبائی محتسب اعلیٰ سندھ سکریٹریٹ میں بچوں کے شکایات کی آفس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ جس کا مقصد مندرجہ ذیل بچوں کے معاملات میں بدعنوانی اور غیر قانونی افعال سے تحفظ ہے۔

(۱) بنیادی دیکھ بھال کرنے والوں سے محروم بچے، اداروں میں، جیلوں میں اور بے گھر بچے۔
(۲) علیحدگی کی زد میں رہنے والے بچے۔ (۳) معذور بچے
(۴) مزدوری کرنے والے بچے (۵) قانون کے مطابق تنازعہ بچے
(۶) انسانی اسمگلنگ سے متاثرہ بچے

اہم مختصر سوالات اور جوابات
(IMPORTANT SHORT TYPE QUESTIONS & ANSWERS)

سوال نمبر۱:۔ عدلیہ، پاکستان میں شہریوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیسے کرتی ہے۔

جواب: انصاف کی فراہمی، عدلیہ کا اولین فریضہ ہے۔ عدلیہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین ایسے جمہوری ریاست کے قیام کی پیش بندی کرتی ہے۔ جہاں سماجی انصاف کے خیالات اور قانون کی بالادستی کی حکمرانی ہو۔

جواب: عدلیہ کی تشکیل (Formation of Judiciary)

دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں عدالتوں کو ان کے مراتب اور دائرہ کار کے لحاظ سے ادنیٰ اور اعلیٰ عدالتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سب سے ادنیٰ عدالتیں وہ ہیں جہاں پہلی مرتبہ مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ ادنیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت اعلیٰ عدالتیں کرتی ہیں۔ پاکستان میں اعلیٰ عدالتیں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کہلاتی ہیں۔ درمیانی عدالتیں ڈسٹرکٹ اور سیشن کورٹ کہلاتی ہیں۔

عدلیہ کے فرائض اور وظائف (Duties and Function of Judiciary)

عدلیہ کو حکومتی نظام کا سب سے طاقت ور ترین ستون مانا جاتا ہے۔ اسکی وضاحت عدلیہ کے فرائض اور وظائف کو مدنظر رکھ کر کی جاسکتی ہے۔

(۱) مقدماتی فیصلے:

عدلیہ کا سب سے اہم ترین کام مقدمات کے فیصلے کرنا ہوتا ہے۔ مجرموں کو ان کے جرم کے لئے سزا تجویز کی جاتی ہے تاکہ معاشرے میں برائیوں کا خاتمہ ہوسکے اور امن وامان قائم ہوسکے۔ ان مقدمات کے لیئے فیصلوں میں ملک کے قوانین کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(۲) قوانین کی وضاحت:

عدلیہ کا دوسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ قانون کی وضاحت کرتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات قانون بہت پیچیدہ اور مبہم ہوتے ہیں۔ اس لیئے اسکی تشریح کی جاتی ہے تاکہ مقدمات سے متعلقہ عدالتی فیصلوں کو واضع کیا جاسکے۔

(۳) دستور کی حفاظت:

عدلیہ کا تیسرا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ دستور یا آئین پاکستان کی محافظ ہوتی ہے عدلیہ آئین کی وضاحت اور تشریح میں مدد دیتی ہے اور ایسے قوانین کو جو ریاست

کے دستور یا آئین سے متصادم ہوں۔ انھیں منسوخ یا ختم کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

(۴) حقوق کی حفاظت:

عدلیہ کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف بنیادی حقوق کا تحفظ کرتی ہے بلکہ شہری کے حقوق کے لیئے بھی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق میں رکاوٹ دور کرنے کے اختیارات بھی رکھتی ہے۔ جدید جمہوری ریاستوں میں عدلیہ حکومتی نظام کا سب سے طاقت ور ترین ستون ہوتا ہے۔

سوال نمبر۲:۔ وزارت انسانی حقوق کا یا مقصد ہے۔ وہ کس طرح شہریوں کے حقوق کی نگہبان ہوتی ہے؟

جواب: وزارت انسانی حقوق کے مقاصد

وزارت انسانی حقوق پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال سمیت قوانین، پالیسوں اور اقدامات پر عمل درآمد کا جائزہ لیتی ہے۔ یہ وزارت انسانی حقوق کے سلسلہ میں وزارتوں، ڈویژنوں اور صوبائی حکومتوں کی سرگرمیوں کو باہم مربوط کرتی ہے اور یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے کسی بھی واقعہ کے بارے میں تفتیش اور تحقیق کی سفارشات مرتب کر کے متعلقہ اداروں کو ارسال کرتی ہے۔

شہریوں کے حقوق کی نگہداشت

(۱) شہریوں کے حقوق کی نگہداشت کے لئے محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا ہے اسکی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ سرکاری عہدیداران کی غیر قانونی، نامناسب اور ناقابل فہم سلوک کا نوٹس لے۔ محتسب بدانتظامی کی تحقیق کرتا ہے۔ شہریوں کو خودمختار، غیر جانبدار اور تضاد کو حل کرنے والے سستے طریق کار تک رسائی کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ طرز عمل ان کی شکایت کو حل کرسکتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرسکتا ہے۔

(۲) پاکستان میں محتسب کے سات ادارے کام کررہے ہیں۔ چار وفاقی اور تین صوبائی محتسب ادارے ہیں۔ وفاقی اداروں میں (۱) وفاقی محتسب (۲) محتسب برائے وفاقی محصول (۳) محتسب برائے بینکنگ (۴) محتسب برائے انشورنس۔ بقیہ تینوں محتسبین ایک ہی زمہ داری والے اداروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ صوبائی تین صوبوں، بلوچستان، پنجاب، سندھ میں کام کررہے ہیں۔ البتہ خیبر پختونخوا میں صوبائی محتسب ابھی کام نہیں کررہا ہے۔

سوال نمبر۳:۔ انسانی حقوق کے شعبے اور پاکستان میں محتسب کے دفتر میں شکایات درج کرانے کے طریقے کار کے بارے میں تفصیلی جائزہ لیں؟

جواب: شکایت درج کروانے کا طریقہ کار۔

سپریم کورٹ میں انسانی حقوق کا شعبہ (Human Rights Cell) کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہ شعبہ رجسٹرار کے ذریعہ سپریم کورٹ کے معزز چیف جسٹس کی براہ راست نگرانی میں کام کرتا ہے۔ کوئی بھی ضرورت مند اور متاثرہ شخص اس انسانی حقوق کے شعبے (HRC) کے ذریعہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سے انصاف کے لئے درخواست دائر کرسکتا ہے۔ اور اس شعبے کی ویب سائیٹ پر شہریوں کے لئے ایک نمونہ فارم موجود ہے۔ جسے پُر کر کے ای میل کے ذریعے شکایتی درخواست ارسال کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ سادہ کاغذ پر بھی شکایت لکھ کر سپریم کورٹ کے اس شعبہ (HRC) کو ارسال کی جاسکتی ہے۔

انسانی حقوق کے شعبے

پاکستان میں محتسب کے سات ادارے ہیں جن میں سے چار وفاقی اور تین صوبائی ہیں جو کہ وفاقی اداروں میں وفاقی محتسب برائے وفاقی محصول، محتسب برائے بنکنگ، محتسب برائے انشورنس باقی دوسرے تینوں محتسب ایک ہی طرح کی ذمہ داری کرتے ہیں بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں بھی یہ ادارے کام کررہے ہیں۔

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان

دفاتر:

محتسب کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔اس کے علاوہ صوبائی دفاتر برائے محتسب لاہور، سکھر، فیصل آباد، ملتان، ڈیرہ اسماعیل خان، پشاور اور کراچی میں بھی قائم کئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ ایک دفتر خاتون محتسب کا بھی ہے جو کہ ۲۰۱۱ء میں قائم کیا گیا ہے۔تاکہ ملازمت اور کام کاج کے مقامات پر خواتین کو ہراساں کرنے اور خوف زدہ کرنے کے خلاف تحفظ فراہم کیا جائے۔

سوال نمبر۴:۔ خواتین محتسب کے کردار کے بارے میں مختصراً تحریر کریں؟

جواب: خواتین کی شکایت دور کرنے کے لئے خاتون محتسب کا تقرر عمل میں لایا گیا ہے۔یہ ادارہ ۲۰۱۱ء میں قائم کیا گیا۔تاکہ ملازمت پیشہ خواتین کو ہراساں کی شکایت پر انھیں تحفظ فراہم کیا جائے۔متاثرہ خواتین ملزم کے خلاف آن لائین شکایت درج کرا سکتی ہیں۔جس کے لئے ویب سائٹ درج ذیل ہے۔http://www.fospah-gov.pk

محتسب کے اختیارات وفرائض

محتسب کو اختیار ہے کہ وہ حکومت کے کسی محکمہ، کمیشن، آفس یا نیم خودمختار کارپوریشن یا حکومت کی جانب سے کسی قائم کردہ ادارے یا حکومتی ضابطے میں کام کرنے والے ادارے کے خلاف شکایات پر توجہ دے۔ان اداروں میں ہائی کورٹ اور وہ عدالتیں شامل نہیں ہیں جو کہ ہائی کورٹ یا صوبائی اسمبلی اور اسکے سکریٹریٹ کی نگرانی میں کام کرتی ہیں۔محتسب کے وہی یکساں فرائض اور اختیارات ہیں جو کسی دیوانی عدالت کو سول پروسیجر کوڈ (Civil procedure Code) کے تحت کسی شخص کو پیشی پر بلائے۔اسکی حاضری یقینی بنانے کے لئے دستاویزات پیش کرنے پر مجبور کرنا، گواہی لینے اور گواہوں سے تفتیش کیلئے ہدایات جاری کرتا ہے۔محتسب کو چند تبدیلیوں کے ساتھ ہائی کورٹ کی طرح وہ یکساں اختیارات حاصل ہیں جیسا کہ اسکی طرف سے دیئے گئے کسی فیصلے یا حکم کی توہین پر کسی شخص کو سزا دینے کا اختیار حاصل ہے۔

سوال نمبر۵:۔ پاکستان میں وزارت انسانی حقوق کے فرائض کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: وزارت انسانی حقوق

وزارت انسانی حقوق کو اختیار حاصل ہے کہ وہ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال سمیت قوانین، پالیسوں اور اقدامات کا جائزہ لے۔یہ وزارت انسانی حقوق کے سلسلہ میں وزارتوں، ڈویژنوں اور صوبائی حکومتوں کی سرگرمیوں کو باہم مربوط کرتی ہے۔یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں کسی بھی واقعے کے بارے میں تفتیش اور تحقیق کی سفارشات مرتب کر کے متعلقہ اداروں کو ارسال کرتی ہے۔

محکمہ برائے انسانی حقوق سندھ کا شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں کردار

محکمہ برائے انسانی حقوق، حکومت سندھ کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ صوبے میں قیام پذیر اپنے تمام شہریوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔محکمے کی جانب سے حقوق کی خلاف ورزی کے معاملات کو حل کرنے کے لئے تمام امکانی کوششوں کو بروئے کار لایا جائے۔

محتسب سندھ اور یوسیف کا اشراک

محتسب سندھ اور یوسیف کے اشتراک سے صوبائی محتسب اعلیٰ کے سکریٹریٹ میں بچوں کے شکایات کے آفس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔اس کا مقصد مندرجہ ذیل بچوں کے معاملات میں بدعنوانی اور غیر قانونی افعال سے نمٹنا ہے۔

(۱) بنیادی دیکھ بھال کرنے والے سے محروم بچے، اداروں میں، گلیوں میں اور بے گھر بچے۔
(۲) علیحدگی کی زد میں آنے والے بچے۔ (۳) مزدوری کرنے والے بچے۔
(۴) معذور بچے (۵) قانون کے مطابق متنازعہ بچے۔ (۶) انسانی اسمگلنگ سے متاثرہ بچے۔

اہم کثیر الانتخابی سوالات

Important Multiple Choice Questions (MCQs)

(۱) انصاف کی فراہمی عدلیہ کا بنیادی فرض ہے۔
(۱) حکومت (۲) ریاست (۳) عدلیہ (۴) ہائی کورٹ

(۲) عدلیہ آئینی طور پر شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔
(۱) تحفظ (۲) حفاظت (۳) محافظ (۴) نگران

(۳) محتسب سندھ کا ادارہ ۱۹۹۱ء کے سندھ ایکٹ نمبر۱ کے ذریعے قائم کیا گیا تھا۔
(۱) ۱۹۹۰ء (۲) ۱۹۹۱ء (۳) ۱۹۹۲ء (۴) ۱۹۹۳ء

(۴) سپریم کورٹ میں انسانی حقوق کا شعبہ انسانی حقوق کا شعبہ قائم کیا گیا ہے۔
(۱) انسانی حقوق کا شعبہ (۲) نگرانی کا شعبہ (۳) قانون کا شعبہ (۴) تحفظ کا شعبہ

(۵) وزارت انسانی حقوق کا اختیار حاصل ہے۔
(۱) طاقت (۲) قوت (۳) اختیار (۴) تصرف

(۶) HRC کی ویب سائیٹ پر شہریوں کے لئے ایک نمونہ فارم موجود ہے۔
(۱) نمونہ فارم (۲) طریقہ کار (۳) درخواست (۴) حکم

(۷) قانون محتسب ۲۰۱۱ء سے مقرر کیا گیا ہے۔
(۱) ۲۰۱۰ء (۲) ۲۰۱۱ء (۳) ۲۰۱۲ء (۴) ۲۰۱۳ء

(۸) صوبائی محتسب تین صوبوں، بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں موجود ہیں۔
(۱) سندھ (۲) پنجاب (۳) خیبر پختونخوا (۴) وفاق

(۹) محتسب کو چند تبدیلیوں کیساتھ ہائی کورٹ کی طرح وہ یکساں اختیار حاصل ہے۔
(۱) سپریم کورٹ (۲) ہائی کورٹ (۳) محتسب کورٹ (۴) ڈسٹرکٹ کورٹ

(۱۰) پاکستان میں محتسب کے سات ادارے ہیں۔
(۱) چھ (۲) سات (۳) آٹھ (۴) نو

اتحاد المدارس الاسلامیہ پاکستان